إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب)

اللہ بس ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے اے نبی کی گھر والیو وساوس کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے

آیت تطہیر اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

965

قرآن، حدیث، مسلک صحابہؓ، سیدنا علیؓ و اہل بیت علیؓ کی روشنی میں

مؤلفہ

محمد سلطان نظامی

مصنف

توحید، وصی رسول اللہؐ، ملفوظات غوث اعظمؒ، دربار نبوی کے معاہدے اور تبلیغی خطوط، قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیعت رضوان، اسلام اہل فارس اور سلمان فارسیؓ

ناشران:- شرکت ادبیہ پنجاب شاہی محلہ لاہور

(ثنائی برقی پریس لاہور)

شجرہ نسب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مع ازواج مطہرات و اہل بیت رسول ص رض

عدنان
معد
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبدمناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
محمد رسول اللہ

ان اہل بیت رض کے علاوہ ام المومنین صفیہ رض ام المساکین زینب رض، ام المومنین میمونہ رض اور ام المومنین جویریہ رض بھی پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ ازواج داخل اہل بیت رض میں داخل ہیں چونکہ یہ قریشیہ نہیں اس لئے شجرہ نسب میں شامل نہیں۔

(مؤلف)

اسد
دودان
غنم
کثیرہ
مرہ
صبرہ
یعمر
عبدشمس
امیہ
حرب
ابوسفیان رض
ام حبیبہ رض

رباب
جحش
زینب رض

تیم
سعد
کعب
عامر
ابوقحافہ
ابوبکر رض
عائشہ رض

عبدالعزی
اسد
خویلد
خدیجہ رض

عامر
حسل
مالک
نضر
عبدود
عبدشمس
قیس
زمعہ
سودہ رض

عدی
رزاح
قرط
ریاح
عبدالعزی
نفیل
الخطاب
عمر رض
حفصہ رض

یقظہ
مخزوم
عمرو
عبداللہ
مغیرہ
ابوامیہ
ام سلمہ رض

ضروری گزارش

یہ کتاب صرف اُن مسلمانوں کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے جو عبداللہ ابن سبا یہودی کو اپنا امام و پیشوا تسلیم نہیں کرتے۔ جس نے محب اہل بیتِ رسولؐ بن کر خود ہی ازواج مطہراتؓ رسولؐ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت رسول سے خارج کر کے بغض اہل بیت رسولؐ کا پورا پورا ثبوت دیا۔ قرآن حکیم جیسی لاریب الہامی کتاب کی موجودگی میں "اہل بیت" کی احادیث وضع کر کے مسلمانوں کو اہل بیتؓ قرآنی و اہل بیتؓ حدیثی کے ایسے منطقی چکر میں ڈالا کہ اُمت مسلمہ اہل بیتؓ حدیثی کو اہل بیتؓ قرآنی سمجھنے لگی اور اہل بیت تطہیرؓ کے متعلق رب کائنات نے جو حدود و قیود قائم کیے تھے مسلمان اُن کو بھی بھول گئے۔ صدیاں گزر گئیں مگر مسلمان اہل بیت تطہیرؓ کے متعلق اپنے اختلافات نہ مٹا سکے۔ قرآن پاک تو بنی اسرائیل کے اختلاف بیان کر کے مسلمانوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اس اسرائیلی اور اس کی ذریت نے خود مسلمانوں کو اختلافات کا شکار بنا کر انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النمل :- ۷۶ - ۷۷)

"یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں سناتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اور بنی اسرائیل کی ذہنیت کو ان الفاظ میں پیش فرماتا ہے :-

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ (البقرہ ۱۰۹)

"اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے بہت چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں لوٹا کر کافر بنا دیں اپنے حسد کی وجہ سے اس کے بعد کہ ان کے لئے حق کھل گیا۔"

محمد سلطان نظامی عفی عنہٗ

فہرست مضامین

اہلِ بیتِ رسولؐ

از مضطرؔ صاحب گجراتی[1]

وہ خواتینِ مکرم، یعنی ازواجِ رسولؐ | جن کو بخشا تھا لبِ الہام نے حُسنِ قبول
وہ نوامیسِ حرم، وہ اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ | وہ مجسم خیرؔ و خوبی وہ سراپا اتقا
وہ مقدس بیبیاں، وہ اُمہات المومنینؓ | وارثِ عزّ و شرف، فخرِ نساء العالمین
وہ مبارک بیٹیاں، حوّاؑ کی عظمت کی دلیل | درخورِ عزت، سزاوارِ سلام جبرئیلؑ
وہ پیمبرؐ کے امورِ خانہ داری کی امیں | جن سے سیکھا دخترانِ ملت بیضا نے دیں
صالحاتِ نیک طینت، طیباتِ پاک خو | کاملاتِ حُسنِ سیرت، حافظاتِ آبرو
محصناتِ نوعِ انساں، مومناتِ ذی وقار | محصناتِ دینِ قیم، قانتاتِ حق شعار

---

[1] جناب مضطرؔ صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ میری کتاب کا دیباچہ تحریر فرمائیں گے چنانچہ انہوں نے بصد مہربانی یہ نظم بطور دیباچہ مجھے عطا فرمائی علاوہ ازیں اہل بیت تطہیرؓ کے متعلق کچھ اور ایمان افروز نظمیں بھی مرحمت فرمائی ہیں جن سے کتاب مذا مزین ہے۔ اس کارِ خیر کے لئے میں اُن کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ (مولف)

شکر برلب، صبر در سینہ، قناعت در نگاہ — آیۂ تطہیر ہے جن کے تقدس پر گواہ
وہ حیا پیکر، صداقت آفریں عفت مآب — خاص کر جن کے لئے اُتری تھیں آیاتِ حجاب
خوگرِ حسنِ عمل، شائستۂ خلقِ عظیم — راسخ الایمان، شاکر، مہرباں، صابر، حلیم
بارہا جن سے کیا خلاقِ عالم نے خطاب — جن کو ہر نیکی پہ مولا نے دیا دُہرا ثواب
حق سے وابستہ جنہوں نے اپنے دامن کر لئے — قسمتیں بیدار کر لیں، قلب روشن کر لئے
جلوۂ روئے نبیؐ سے جن کے باطن مستنیر — جن کی روحیں مطمئن تھیں آئینہ جن کے ضمیر
جن کو دنیا سے خدا نے بے نیازی بخش دی — عالمِ نسواں میں شانِ امتیازی بخش دی
جن کا اسوہ ہے نمونہ صنفِ نسواں کیلئے — فرض ہے تعظیم جن کی ہر مسلماں کے لئے
ان کے کاشانوں پہ رحمت اُنکی روحوں پہ سلام — جن کے زوج محترم ہوں حضرت خیر الانامؐ

کون جنت اُن کے قدموں سے طلب کرتا نہیں
ہائے وہ بدبخت! جو اُن کا ادب کرتا نہیں

آیت تطہیر اور حدود اللہ جن کے نبی آخر الزمان

صلی اللہ علیہ وسلم پابند رہے

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۠

(الاحزاب : ۵۲)

"اس کے بعد تیرے واسطے (نبیؐ) لے اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں کر لے اگرچہ تجھے اُن کا حسن پسند بھی آئے سوائے اس کے جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے"

لہ ابن عباسؓ، ضحاکؒ، قتادہؒ، ابن زیدؒ اور ابن جریرؒ کے علاوہ لاتعداد علماء نے بیان کیا ہے کہ حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت (ازواج مطہراتؓ) کو اختیار دیا کہ مال و دولت لے کر رخصت ہو جائیں یا فقر و فاقہ میں آپؐ کی رفاقت اختیار کریں تو تمام اہل بیتؓ نے مالِ دنیا کو ٹھکرا کر آپؐ کی رفاقت کو محبوب جانا۔ قرآن کی اس ثابت قدمی، زہد و تقویٰ کا امتحان کرنے کے بعد رب کائنات نے ان کا اکرام کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف اُنہیں طلاق دینے سے روک دیا بلکہ آئندہ اور کسی عورت سے نکاح کرنے سے بھی منع فرما دیا حضرت عکرمہؓ اور حضرت انسؓ

آیت تطہیر اور حدود اللہ جن کی ازواج مطہراتؓ

پیغمبرِ مساوات صلی اللہ علیہ وسلم پابند ہیں

(۱)

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ ط (الاحزاب ۶)

"نبیؐ کا مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور اُس (نبیؐ) کی ازواج اُن کی مائیں ہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) کا بھی یہی قول ہے اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی ثابت فرما دیا کہ انہوں نے اپنی وفات حسرت آیات تک ان ازواج مطہراتؓ میں سے نہ تو کسی کو طلاق دی اور نہ ہی کسی اور عورت سے نکاح کیا۔ سنہ ھ کے بعد آپؐ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اس وقت ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہؓ سمیت آپؐ کی دس ازواج مطہرات تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور حیات طیبہ اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ آپ حضورؐ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک خداوند علیم وخبیر کی قائم کردہ ان حدود وقیود کے پابند رہے۔ (مولف)

۲؎ سبائیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ کسی طرح امہات المومنینؓ کو اہل بیت تطہیرؓ سے خارج کر دیا جائے اور اس کے ثبوت میں وضعی روایت بھی پیش کی ہے مگر من اھل بیتہ نساءہ قال لاوایم "حضرت زید بن ارقمؓ سے کسی نے سوال کیا

(۲)

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الاحزاب : ۲۸)

اے نبیؐ! اپنی بیبیوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ۔ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں"

(بقیہ حاشیہ صلہ) اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الاھد ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا اھل بیتہ اصلہٗ و عصبۃ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ

(مسلم ج ۲ صفحہ ۲۸۰ بحوالہ اثبات پنجتن صلہ)

کہ حضورؐ کے اہل بیت کون ہیں! حضورؐ کی بیویاں؟ فرمایا نہیں! خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ گزارتی ہے پھر طلاق دیتا ہے پس اپنے باپ اور قوم کی طرف رجوع کر جاتی ہے اہل بیت آپ کے اصل اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے"

حالانکہ مندرجہ بالا احکام خداوندی میں اس وضعی روایت کا منہ توڑ جواب بھی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم خداوندی سے منع فرما دیا گیا کہ وہ اب ازواج مطہرات رضؓ کو کبھی بھی طلاق نہیں دے سکتے اور نہ ہی اب کسی اور عورت سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اور ازواج مطہرات رضؓ کے متعلق فرمایا کہ وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں بعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی مومن ان سے شادی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ اپنے روحانی بیٹوں

(۳)

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ۔ ۲۹)	"اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنیوالوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے"

(بقیہ حاشیہ صا) سے تا مرگ شادی کر سکتی ہیں فرمایا

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب ۔ ۶)	"نبی کا مومنوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور اس (نبیؐ) کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں"

اور ازواج مطہراتؓ کی تکریم و اکرام کے متعلق فرمایا کہ

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب : ۳۲)	"اے نبیؐ کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو"

جیسے طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَسْتُ كَاَحَدٍ كُمْ ۔ یعنی میں تمہارے جیسا نہیں ہوں" (احسن الہدایات صا ۱۰۴)

اس لئے اس موضوع ہدایت کا کوئی بھی قول امہات المومنینؓ یعنی اہل بیت تطہیرؓ کے متعلق درست نہیں اس لئے کہ نہ اُن کو طلاق ملی اور نہ آپ زندگی بھر رسول اللہ صلعم اُن کو طلاق دے سکتے تھے اور نہ وہ والدین کے گھر گئیں اور نہ کسی اور سے شادی کی جبکہ اُنہوں نے خدا کی رضا کے لئے دنیاوی لذات کو خیرباد کہہ دیا تھا اور اُنہیں تو قیامت تک کے لئے امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا جا چکا تھا لیکن اس کے برعکس

(۴)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (احزاب ۳۰)	"اے نبیؐ کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کھلی بے حیائی کرے گی اُسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صـــ۱۲) مشہور روایت ہے کہ جب سیدنا علیؓ دشمن اسلام ابوجہل کی لڑکی جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ پر سوکن بنانے لگے تھے اس وقت خاتون جنتؓ کے والد محترم سید کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا تھا کہ سیدنا علیؓ اپنے اہل بیت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو طلاق دے دیں اور جو یہ کہا گیا کہ اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے حالانکہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عباسؓ صدقہ رسولؐ کے متولی رہے اور اس کی آمد و تقسیم پر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوئے۔ اور پھر سیدنا علیؓ نے سیدنا عباسؓ کو اس صدقہ پر قابض نہ ہونے دیا بلکہ اس صدقہ کا متولی اپنی آل و اولاد کو مقرر فرمایا۔ بخاری شریف پارہ ۱۶ کتاب المغازی میں ہے کہ

عن عروة بن الزبير	"حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے.....
هذه الصدقة بيد علي منعها	کہ یہ مالِ صدقہ حضرت علیؓ کے قبضے میں
علي عباسا تغلبه عليها ثم كان	رہا انہوں نے حضرت عباسؓ کو غالب پر قبضہ

(۵)

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○

(الاحزاب: ۳۱)

"اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہی اور اچھے عمل کرے ہم اس کا اجر اسے دو چند دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عزت والا رزق تیار کیا ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳)

بید حسن علیؓ ثم بید حسین بن علیؓ ثم بید علی بن حسین وحسن بن حسن کلاهما کانا یتداولانها ثم بید زید بن حسن وهی صدقة رسول الله صلی الله وسلم حقاً۔

ترک نے دیا پھر حضرت علیؓ کے بعد) حسن بن علیؓ کے قبضے میں رہا پھر حسین بن علیؓ کے پھر علی (زین العابدین) بن حسینؓ پھر حسن (حسن مثنیٰ) بن حسنؓ دونوں کے قبضے میں رہا اور دونوں باری باری اس کا انتظام کرتے رہے پھر زید بن حسنؓ کے پاس رہا۔ اور ہر شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صدقہ اسی طریق سے رہا۔"

(مؤلف)

(۹)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ (الاحزاب : ۳۲)	"اے نبیؐ کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کرے اور نیکی کی بات کہو۔"

۱؎ اور جن کے دل میں بیماری ہے اُن کی تشریح رب العزت اِن الفاظ میں فرماتا ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۞ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۞ (الاحزاب ۶۱ : ۶۲)	"منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کے خلاف اٹھائیں گے پھر وہ اس شہر مدینہ میں تیرے (اے نبیؐ) ساتھ رہنے نہ پائیں گے مگر تھوڑا پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے اللہ کا ... قانون پہلو ں کے ساتھ بھی یہی تھا اور تو خدا کے قانون میں قطعی کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔"

(۷)

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ
اَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ
الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی
جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار نہ کرتی
پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ
دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"

(الاحزاب : ۳۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) یہاں رب کائنات نے اپنے واضح قانون کو پیش کیا ہے جو ان کے متعلق ہے جن کے دلوں میں بیماری تھی۔ اس میں ذیل کی شرائط اور حدود و قیود ہیں

(۱) مدینہ میں بُری خبریں پھیلانا
(۲) اُنہیں نبی ؐ کی مجاورت نصیب نہ ہوگی مگر تھوڑا عرصہ
(۳) اُن پر لوگ ملامت کریں گے۔
(۴) وہ جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل ہوں گے۔

اب رب کائنات کے اس بیّن منشور کے شرائط پر ازواج مطہرات ؓ کو پرکھیں اور آپ کو معلوم ہوگا کہ نہ صرف ازواج مطہرات ؓ بلکہ سیّدنا صدیق اکبر ؓ سیّدنا عمر فاروق ؓ اور سیّدنا عثمان ؓ جن کے متعلق سبائی یہ پراپگنڈا کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کے دل میں بیماری تھی کسی ایک پر بھی خدا کی یہ آیات اور قانون کی شرائط چسپاں نہیں ہوتیں پس ثابت ہوا کہ یہ سب مخلص مسلمان جانثاران پیغمبر کائنات صلعم اور پرستاران خدائے احد و واحد تھے اور رب کائنات کے اس کلیہ میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں امت مسلمہ کو دعوت عام ہے کہ امہات المومنین، صحابہ ؓ اور صحابیات ؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و عمل کو اس کلیہ کی شرائط پر پرکھیں اور فیصلہ خود کریں (مؤلف)

حدود اللہ کی پابندی اور بجا آوری کے صلے میں رب کائنات کا انعام و اکرام

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (الاحزاب : ۳۳)	"اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی گھر والیو! وساوس کو دور کرے، اور تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے"

آیت تطہیر اور حدود اللہ جن کے صحابہؓ پابند رہے

(۱)

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب : ۶)	"نبیؐ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں[۱]۔ اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں"

---

[۱] آپ نے خود فرمایا

عن انس لا یؤمن احدکم — "حضرت انسؓ سے روایت ہے"

(۲)

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝ (الاحزاب : ۵۳)	"اور تمہیں مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ اس کی بیبیوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو، یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین (بخاری و مسلم بحوالہ مشارق الانوار صفحہ ۱۳۲) کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں پورا ایمان دار ہونے کا تم میں سے جب تک میں اس کے نزدیک زیادہ تر دوست نہ ہو جاؤں اس کے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے"

لہ صحابہ رضا تمام زندگی ان حدود کے پابند رہے۔ (مؤلف)

نذرِ عقیدت

حقیر پیش کش بارگاہ امہات المومنین رض ازواجِ مطہرات رض و اہلبیت تطہیر رض پیغمبر مساوات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور جن کے تقوٰے و تطہیر سے راضی ہوکر رب العزّت نے انھیں پاک و مطہر فرمایا۔ اور ان پر اپنے روحانی فیوض و انعامات کی چادرِ تطہیر کا سایہ فرمایا، جو پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چادرِ تطہیر میں داخل ہوکر تا زندگی باعزّت و باوقار رہیں۔ جنھوں نے اس چادر تطہیر کے فیوض و انعامات کی خاطر دنیاوی مال و دولت و لذاتِ دنیوی کو خیرباد کہہ کر رضائے الٰہی و خوشنودیٔ پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کو مقدم و افضل سمجھا۔ جن کی چادر تطہیر میں وحی کا نزول ہوا۔ اور قرآن پاک جیسا لاریب کلام نازل ہوتا رہا۔ ہماری ان روحانی ماؤں نے ہمارے روحانی باپ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چادرِ تطہیر کو تا مرگ کبھی غیر مطہر نہ ہونے دیا اور قیامت تک کل اُمّتِ مسلمہ کو موقع دیا کہ وہ سیّد الطاہرین ہونے پر فخر کرے۔ اور جس طرح امہات المومنین رض نے مرتے دم تک اپنے کردار اور نیک سیرت سے اس چادرِ تطہیر کو ہر قسم کے عیب سے پاک اور محفوظ رکھا، تمام اہلِ اسلام کا نمونہ

اور مومن[1] کہلانے والوں کا خصوصاً یہ حق ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے
ان کی چادرِ تطہیر کو ہر داغ سے پاک رکھیں، نیک اولاد کا یہی حق ہے
ایک حقیر و گنہگار فرزند کا یہ نذرانہ قبول ہو،

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

احقر

محمد سلطان نظامی

---

[1] اس لیے کہ ازواج مطہرات صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المومنین کہا گیا ہے، یعنی مومنوں کی مائیں۔ (مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاح

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم۔

ایک محقق جب تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتا ہے تو دشمن اسلام عبداللہ بن سبا یہودی کے علم و فراست اور تدبر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس نے اسلام کی مرکزیت اور اخوت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مردم شناسی اور موقع شناسی کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اموی صحابی اور داماد سیدنا عثمان ذوالنورین رضؓ کے دور راشدہ میں خروج کیا، ایک طرف تو ان کی سخت مخالفت کی اور انھیں غاصب قرار دے کر لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا، اور دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ہاشمی صحابی اور داماد سیدنا علی رضؓ کی مدح سرائی کی۔ ان کو

خلافت کا اصلی وارث اور حق دار ثابت کرنے کے لئے نہ صرف سیدنا عثمان ذوالنورین رض کو غاصبِ خلافت قرار دیا بلکہ حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق رض اور سیدنا عمر فاروق کو بھی غاصب قرار دیا۔ جنھوں نے بعد از وفات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دینِ حق کے فریضہ کو عملی جامہ پہنایا۔ اور ایران و مصر و روما تک پرچم اسلام لہرایا۔ اور اس منافق نے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع اور سیدنا ابوبکر صدیق رض کے خلیفۃ الرسول منتخب ہونے کو غصب خلافت سیدنا علی رض قرار دیا۔ حالانکہ اجماع سقیفہ بنی ساعدہ قرآنِ حکیم کی تعلیم کے عین مطابق ہوا۔ ۱۵۷۵۷

خلیفۃ اللہ کے انتخاب کے موقعہ پر رب کائنات نے اجماع کرایا

عبداللہ بن سبا نے اس امر کو بہت ہوا دی کہ سیدنا علی رض کو خلیفہ بلافصل ہیں، اس لئے اجماع اور شوریٰ غیر قانونی تھے

حالانکہ اسلام دینِ فطرت ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس دین میں داخل ہے اور یہ کارخانۂ قدرت اور دینِ فطرت بلافصل نہیں۔ آدم علیہ السلام جن کو رب کائنات نے خلق فرما کر ان کو اسماء الحسنیٰ سکھائے اور جب ان کو زمین پر خلیفۃ اللہ مقرر فرمانے کا ارادہ کیا فرمایا۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ)
" اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین ایک خلیفہ بنانے والا ہوں " باوجودیکہ وہ قادر مطلق ہے۔ ذرہ ذرہ اس کے حکم و فرمان کا

تابع ہے، اس قادرِ مطلق کو تو کلی اختیار تھا کہ آدمؑ کو بغیر کسی اجماع یا شوریٰ کے خلیفۃ اللہ مقرر فرما دیتا مگر اس ربِ کائنات نے بھی مجلسِ شوریٰ بلائی اور اجماع سے خلیفۃ اللہ کا انتخاب ہوا۔ فرمایا :-

" اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝

(ص ۱۷ تا ۳۷)

" جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں، جب میں اس کی تکمیل کر دوں اور اپنی روح اس میں پھونکوں تو اس کے لئے فرماں برداری کرتے ہوئے جھک جاؤ تو سب نے اس پر اجماع کیا"۔

آدمؑ کی قربت خداوندی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسے مٹی سے خلق کیا، اس میں اپنی روح پھونکی۔ لیکن اسے قرآن میں کہیں بھی خلیفہ بلا فصل قرار نہیں دیا۔ اسے زمین پر خلیفۃ اللہ منتخب کرنے کے لئے فرشتوں کا اجماع کرایا۔ اور آدم کا نام بطور خلیفۃ اللہ پیش کیا اور فرشتوں نے اجماع سے اس کی بیعت کی۔ اللہ نے خلیفۃ اللہ چنا۔ اور اس اجماع کا ذکر "اجمعون" میں صاف طور پر فرما دیا کہ آئندہ زمین پر جب کبھی کوئی میرے خلیفے کا خلیفہ چنے تو "اجماع" سے چنے۔ بصورتِ دیگر انتخاب خلافِ فطرت اور

خلافِ قانونِ الٰہی ہوگا۔

خاتم النبیین کے انتخاب پر اجماعِ انبیاءؑ

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے، اس لئے اس کا نظام بلا فصل نہیں، یہ نظامِ شمسی اور دیگر نظامِ عالم جس میں کائنات کا ذرہ ذرہ منسلک ہے بالفصل ہے بلا فصل نہیں۔ جس طرح ربِ کائنات نے آدم علیہ کو خلیفۃ الارض منتخب کرتے وقت تمام فرشتوں کا اجماع کرایا، اور ان سب نے اجماع سے اس کی بیعت کی اور تابع داری کا حلف اٹھایا اسی طرح پیغمبرِ کائنات اور سب سے افضل خلیفۃ اللہ جناب سید المرسلین امام الانبیاء فخرِ کائنات، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بھی اجماع سے ہوا۔ چنانچہ ربِ کائنات نے تمام انبیاء کی شوریٰ بلائی جسے میثاق النبیین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ؕ

" اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد

قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی	گناہ ہو گی ، اور فرمایا کہ کیا تم اس
ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط	بات کا اقرار کرتے ہو - اس شرط
قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط	پر میرا بھاری عہد لیتے ہو -
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا	انھوں نے کہا ہم اقرار (بیعت) کرتے
مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ	ہیں - فرمایا پس گواہ رہو اور میں بھی
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ	تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ	پھر جو کوئی اس سے پھر گیا تو وہ ہی بدعہد
(آلِ عمران ۸۱ تا ۸۲)	(بیعت سے پھر جانے والا) ہے

ربِ کائنات جب خالقِ کائنات ہے تو اس نے اپنے خلیفہ حضرت آدم علیہ السّلام کے انتخاب کے لئے فرشتوں کی مجلسِ شوریٰ کیوں بلائی؟ اور ان کے اجماع سے خلیفۃ اللہ کی تابعداری کی بیعت کیوں لی؟ اور پھر خاتم النبین صلّی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کے لئے انبیاء علیہم کی مجلسِ شوریٰ کیوں قائم کی - اور ان کے اجماع سے امام الانبیاء کی تابعداری کی کیوں بیعت لی ! کیوں نہ ان کو بلا مشورہ و اجماع ملائکہ و انبیاء کے اپنا خلیفہ نامزد فرما دیا؟ پس ظاہر ہوا کہ شوریٰ اور اجماع عین سنت اللہ ہے جس میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں اور پھر اس اجماع اور شوریٰ کو عین دین فرماتے ہوئے ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ	"تو کیا اللہ کے دین کے
يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ	سوا کچھ اور چاہتے ہیں -

مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ○

اور جو آسمان و زمین میں ہیں خوشی اور ناخوشی اسی کے فرماں بردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے"

(آل عمران ـ ۸۲)

اور جب خلیفۃ اللہ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کے لئے ربِ کائنات نے ملائکہ کی اطاعت اور میثاقِ انبیاء کے ذریعے ان کی تابعداری کی بیعت لی اور اجماع سے ان کو خلیفۃ اللہ منتخب فرمایا، اور اسی اجماع کو ربِ کائنات نے دینِ اسلام قرار دیا تو صحابہؓ جو قرآن پاک کی تعلیم اور اس کے امور سے بخوبی واقف تھے، کس طرح بغیر شوریٰ اور اجماع کے خلیفۃ الرسول منتخب کر سکتے تھے؟ جن کے متعلق خداوند تعالےٰ بالوضاحت فرما چکا کہ:۔

" وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (شوریٰ : ۳۹)

" اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں"

سیدنا عثمان رضؓ کو شہید کرنے کے بعد سبائی مفسدین مختلف صحابہؓ کی خدمت میں پہنچے کہ ان کو خلیفہ نامزد کریں، لیکن سب صحابہ رضؓ نے انکار کر دیا۔ بالآخر سیدنا علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کو بیعتِ خلافت لینے کو کہا، مگر آپؓ نے سنت اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنتِ خلفائے ثلاثہ کی اتباع میں فرمایا۔

ليس ذالك إليكم إنما هو لأهل الشورى وأهل بدر فمن رضي به أهل الشورى وأهل بدر فهو خليفة[1]	"انتخاب خلیفہ تمہارا کام نہیں بلکہ مجلسِ شوریٰ اور اصحاب بدر کا کام ہے، وہی خلیفہ ہوگا جسے مجلس اور اصحابِ بدر منتخب کریں گے"

اور چونکہ سیدنا علی رضؓ تو قرآن پاک کے اسرار و رموز اور تعلیمِ ربانی سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نے خود بھی ربِ کائنات کے مندرجہ بالا قاعدے اور سنت اللہ کی تصدیق ذیل کے الفاظ میں فرما دی تاکہ امتِ مسلمہ عبداللہ بن سبا یہودی کی اسلام دشمنی سے بخوبی واقف ہوجائے۔ فرمایا:۔

"انه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار	"مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے بیعت کی تھی، لہذا نہ تو حاضر کے لیے حق باقی رہ گیا کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیرحاضر کو حق پہنچتا ہے کہ بیعت سے روگردانی کرے شوریٰ تو صرف مہاجرین

---

[1] الامامة والسياسة ج اول ص [illegible]

فإن اجتمعوا على رجل وسموه إماماً كان ذلك لله رضاً فإن خرج عن أمرهم خارج بطعن أو بدعة ردوه إلى ما خرج منه فإن أبى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاه الله ما تولى[۱]

اور انصار کے لئے ہے، اگر انھوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اجماع کرلیا اور اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضامندی کے لئے کافی ہے۔ اب اگر اُمت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنار پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اسے حق کی طرف لوٹاویں گے جس سے وہ خارج ہوا ہے۔ انکار کرے گا تو اس سے جنگ کی جاوے گی کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اسے اس کی گمراہی کے حوالے کردے گا۔"

خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول ؐ کے انتخاب کے لئے شوریٰ کے انعقاد اور بیعتِ خلافت کے لئے اجماع پر اتنی واضح نص قرآنی اور

سلہ ۱۔ منہج البلاغت ترجمہ رئیس احمد جعفری صلك

تصدیق سیدنا علی رضؓ کے بعد اس اختلاف کو سلجھانے کے لئے نہ کسی دوسری نص کی ضرورت ہے، اور نہ تصدیق کی۔

مگر بے علم و ناسمجھ مسلمان اس تیر کا نشانہ بنے رہے عبد اللہ بن سبا یہودی اور اس کے مقلدین نے حتی الوسع یہ کوشش کی کہ "کتاب اللہ" کو بھی نشانہ بنایا جائے اور اسے تحریف شدہ ثابت کرنے کے لئے مختلف متعلق مسائل میں سیدھے سادے مسلمانوں کو الجھا دیا، بلکہ یہاں تک کہنے سے بھی گریز نہ کیا کہ:۔

عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیه السلام الی محمد صلی اللہ علیه واٰله سبعة عشر الف اٰیة¹	"ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرئیل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیات کا ہے"۔

اور اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ مشہور کیا کہ:۔

عن جابر قال سمعت ابا جعفر یقول ما ادعی احد من الناس	جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقرؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعوے کرے کہ اُس

---

¹ اصول کافی صفحہ؟

انه جمع القرآن کلهٗ کما انزل الا کذابٌ وما جمعه وحفظهٗ کما نزله اللّٰہ الا علیؓ ابن ابی طالب والائمۃ من بعدہ[1]

نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کا جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علیؓ ابن ابی طالب اور ائمہ کے کسی نے جمع نہ کیا۔"

اور کمال تو یہ ہے کہ وہ قرآن جو سیدنا علیؓ نے جمع کیا اور بقول سبائیہ جو اصل نسخہ تھا وہ دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں، یعنی خدا کی الہامی لاریب کتاب اور اس کی لاریب روحانی تعلیم دنیا سے اُٹھ گئی۔ اور خود سیدنا علیؓ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔

فقال اما واللّٰہ ما ترونه بعد یومکم هذا ابدا[2]

"(حضرت علیؓ) نے فرمایا خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی بھی نہ دیکھو گے"

یعنی دنیا خداوند تعالٰے کی روحانی تعلیمات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔ حالانکہ حضور پیغمبر کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ جن کا اسوۂ حسنہ قیامت تک کے لیے مشعلِ راہ قرار دیا گیا ہے اور کتاب اللہ وہ جامع کتاب ہے جس کی روحانی تعلیم

---

[1] :- اصول کافی مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۳۹

[2] :- اصول کافی صفحہ ۶۷۱

قیامت تک لوگوں کو صراط المستقیم دکھانے کے لئے نازل کی گئی، مگر سبائیوں نے صحابہ رضؓ کے بغض و عناد اور غصب خلافت کے عن گھڑت قصوں کی اس قدر نشرو اشاعت کی کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں رب کائنات نے جس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے اُن میں سب سے زیادہ ناکام (خاکم بدہن) پیغمبر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جن کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد ہی ان کی اُمت اُن کے ارشادات کو چھوڑ کر مرتد ہو گئی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر مسلمان اپنی حیاتِ مبارکہ میں کئے کوئی پیغمبر بھی اس قدر نہ کر سکا۔ اور جو کتاب گزشتہ کتب کی مصدق اور نسل آدم کی فلاح و بہبود کے لئے مکمل ضابطۂ حیات تھی اسی کو نابود شدہ مشہور کر کے اُمتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی یعنی اُمت مسلمہ سے اصلی ہدایت و تعلیم ربانی گم ہو گئی۔ چنانچہ ــــ " سالم بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق رضؓ کے سامنے قرآن کے بعض حروف عام قرأت کے خلاف پڑھے، اور میں سُن رہا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس قرأت کو بند کرو اور ٹھیک اسی طرح ویسے ہی پڑھو جیسے عام لوگ پڑھتے ہیں، جب امام مہدی[۱] ظاہر ہوں گے

---

[۱] :- جن کے متعلق بعض مسلمانوں میں مشہور ہے کہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے، حالانکہ کائنات کے سب سے بڑے مہدی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ چکے اور سارے دستورِ امت کا سب سے بڑا ہادی قرآن پاک کامل و مکمل نازل ہو چکا اُن

توکتاب کی قرأت الگ ہوگی، وہ اس قرآن کو ظاہر کریں گے جو امیرالمومنین علی علیہ السلام نے لکھا تھا، پھر فرمایا کہ جب حضرت امیر علیہ اپنا قرآن لکھ کر لوگوں کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ ہے وہ کتاب اللہ جو حضور صلعم پر نازل ہوئی تھی اسے میں نے دو تختیوں سے جمع کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس مکمل قرآن موجود ہے ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں تو علی علیہ السلام نے فرمایا

"اَمَا وَاللّٰہِ مَا تَرَوْنَہٗ بَعْدَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اَبَدًا[1]" خدا کی قسم آج کے بعد تم اس قرآن کو نہیں دیکھو گے"

اور بقول سبائیہ حضرت علی رضؓ نے دیگر تبرکات کے ساتھ یہ قرآن بھی ایک صندوق میں مقفل کر دیا۔ اور یہ تبرکاتِ آلِ حسین[2] رضؓ میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت مہدی کو پہنچے اور وہ انہیں لے کر ایسے غائب

(بقیہ حاشیہ ص۳۱) کے بعد بھی اگر کسی مہدی و ہادی کی ضرورت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی دینِ اسلام ہی نامکمل ہے۔ (مؤلف)

[1] ۔ اصول کافی ص۶۳۳

[2] ۔ سمجھ میں نہیں آتا حضرت علی رضؓ کے فرزند محمد بن حنفیہ اور سیدنا حسن رضؓ اور ان کی اولاد نے کیا قصور کیا تھا کی وجہ سے انہیں ان تبرکات سے محروم کر دیا گیا۔ آپ رضؓ کی وراثت کا حق سیدنا حسن رضؓ کو زیادہ پہنچتا تھا۔ اور پھر تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا علی رضؓ کی وفات کے بعد خلافت و امامت صرف انہی کو ملی۔ (مؤلف)

بلوے کر اب قیامت کے قریب ظہور کریں گے۔

حضور نبیِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ربِ کائنات نے
قرآن پاک جیسی لاریب و بے مثل کتاب تو نسلِ آدم کی اصلاح اور فلاح
کے لئے مرحمت فرمائی، مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سبائی حضرات
نے حبِ علی رضؓ کی آڑ میں بغضِ علی رضؓ کا ثبوت دیا۔ یعنی انھیں وصیِ
رسول اللہ اور خلیفہ بلافصل مشہور کرتے ہوئے خود انہی کے ہاتھوں
کتاب اللہ کو مقفل کرا دیا۔ اور جو مشن لے کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے تھے اس کو ملیامیٹ کر دیا، یعنی نسلِ آدم کو اصل قرآن
کی تعلیمات سے تا قیامت محروم کر دیا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

عبداللہ بن سبا کے علم و فراست کا کمال تو اس حقیقت
سے اور بھی نمایاں ہوتا ہے کہ ... اخوتِ اسلامی کے شیرازے کو بکھیرنے
کے لئے جس ہستی پر اس کی نظرِ انتخاب مرکوز ہوئی وہ بھی بنو ہاشم کے چشم و
چراغ سیدنا علیؓ تھے۔ جنھوں نے بچپن بھی حضورؐ کی صحبت میں گزارا
حضورؐ کے زیرِ سایہ ہی بلوغت کو پہنچے۔ آپؐ کی چھوٹی صاحب زادی
سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے رفیقِ حیات بنے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے فدائی اور جاں نثار صحابی تھے۔ ان کے متعلق نہ صرف یہ مشہور کیا کہ
جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے۔ اسی طرح

لہ :۔ اس روایت کے متعلق میں اپنا کتابچہ "وصی رسول اللہ بلا فصل" بحث کر چکا ہوں۔

سیدنا علیؓ ہی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔ اور یہی خلیفہ بلا فصل ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ان کا حق خلافت غصب کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۳) یہاں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ قرآن پاک میں حضرت ہارونؑ کو وزیر کا مقام دیا گیا ہے اور سیدنا علیؓ کو بھی حضورؐ اور خلفائے راشدین کے دور میں "وزیر" ہی کا مقام ملا۔ اور ان کا یہ حق کبھی غصب نہیں ہوا۔ قرآن حکیم میں رب کائنات فرماتا ہے کہ:۔

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۔ "اور میرے اہل میں سے میرے لئے
هَارُونَ أَخِي ۔ (طٰہٰ ۳۱-۳۲) ایک وزیر بنا، میرا بھائی ہارون"

پھر فرمایا:۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ "اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی
وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ اور اس کے بھائی ہارون علیہ کو اس کے
وَزِيرًا ۔ (الفرقان: ۳۵) ساتھ وزیر بنایا"

اور جب سیدنا علیؓ کو منصب خلافت سنبھالنے کے لیے مجبور کیا گیا تو آپؓ نے ببانگ دہل اس حقیقت کا اعلان فرمایا۔

انا لکم وزیرا خیر لکم "خلافت و امامت سے مجھے وزارت
منی امیرا ۔ زیادہ محبوب ہے"

(نہج البلاغہ ترجمہ حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین خطبہ نمبر ۹۱ صفحہ ۲۶۱)

اُس کے تدبّر اور دور اندیشی کا اندازہ اِن دونوں متضاد نظریات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جہاں وہ حبِّ علی رضؓ کی آڑ لے کر اسلام، پیغمبرِ اسلامؐ، کتاب اللہ، صحابہ رضؓ اور امہات المومنین رضؓ پر اعتراض کر کے انھیں جھوٹا اور غاصب ثابت کرتا ہے، وہاں وہ سیّدنا علی رضؓ کے متعلق ایسے نظریات و اعتقادات بھی پیش کرتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وہ سب سے بڑا دشمن بھی تھا۔ غزوۂ خیبر کے بعد یہود کے دل سیدنا علیؓ کے متعلق بغض و عناد سے بھر گئے تھے کیونکہ انھوں نے اِس معرکے میں ان کے بڑے بڑے پہلوانوں اور بہادروں کو ایسا پچھاڑا تھا کہ پھر وہ زندگی بھر نہ اُبھر سکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴: - اور ۹ھ میں اُمتِ مسلمہ نے جو سب سے پہلا حج کیا اس کے امیر اور قافلہ سالار سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کو مقرر فرمایا۔ نقیب (یعنی منادی یا نائب) سیدنا علی رضؓ اور معلم سیدنا سعد بن وقاص رضؓ سیدنا جابر رضؓ اور سیدنا ابوہریرہ رضؓ کو (بخاری کتاب المناسک باب لا یطوف عریان، باب حج ابی بکر بالناس و تفسیر سورۃ البراءۃ) اللہ نے اس حج کو ربِ کائنات نے حجِ اکبر فرمایا۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ	"اور (یہ) اللہ اور اس کے
إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ	رسولؐ کی طرف سے لوگوں کو
أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ	حجِ اکبر کے دن اطلاع ہے کہ اللہ
وَرَسُولُهُ ۚ	اور اس کا رسول ان مشرکوں سے
(التوبۃ : ۳)	بیزار ہیں۔"

اور یہودیوں کی افواج کو اس بری طرح شکست دی کہ ان کی شان و شوکت ختم ہو کر رہ گئی۔ اور انھیں دوبارہ کبھی نبرد آزمائی کی جرأت نہ ہو سکی، چنانچہ محبت علی ابن کہ سیدنا علیؓ کے متعلق اس نے اس امر کی تبلیغ کی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ کے وصی حضرت ہارون تھے[1] اسی طرح حضرت پیغمبر کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ حضرت علیؓ ہیں۔ وہاں امت نے آپؓ پر اس قدر بڑا الزام لگایا کہ ان کو خلافتِ رسول سے قطعاً خارج قرار دیا۔ یعنی خدا کی برگزیدہ کتاب "قرآن حکیم" جو قیامت تک کے لیے امتِ مسلمہ کی مشعل راہ تھی، اس کو سیدنا علیؓ نے مقفل کر کے یوم آخر تک نسلِ آدم کو اس الہامی دستور، ربانی منشور اور سرچشمۂ نور ہدایت سے محروم کر دیا۔ یعنی کل نسلِ آدم کا حق غصب کر لیا۔ اور اس سے یہ ثابت کیا کہ خلفائے ثلاثہؓ نے تو صرف خلافتِ رسول[2] غصب کی لیکن سیدنا علیؓ نے خلافتِ ربانی غصب کی۔ چنانچہ اس کی یہ متضاد پالیسی

حاشیہ ۱۔ حالانکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ کے وزیر تھے، اور ان کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ کے خلیفہ یوشع بن نون منتخب ہوئے تھے نہ کہ حضرت ہارون علیہ۔ (مولف)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیینؐ جو خلیفۃ اللہ ہیں ان کو بشیر و نذیر فرمایا اور کتاب اللہ کو بھی بشیر و نذیر فرما کر اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ بعد از وفات حضرت آیات خاتم الانبیاء کتاب اللہ ہی خلیفۃ اللہ کا حق ادا کرے گی۔ اور تمام خلیفۃ الرسولؐ

اور نظریہ اس کی اسلام دشمنی کا بین ثبوت ہیں۔ وہ نہ محبِّ علیؓ تھا اور نہ دشمنِ شیخینؓ، بلکہ وہ تو دشمنِ اسلام تھا۔ اور اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ امتِ مسلمہ کو اسلام، پیغمبرِ اسلام اور جاں نثارانِ اسلام سے برگشتہ نہ کر دے گا اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا۔

مثل مشہور ہے کہ "نادان دوست سے دانا دشمن اچھا"۔ امتِ مسلمہ کو اس دانا دشمن نے ایسے منطقی مسائل میں پھنسا دیا کہ انھوں نے اسلام کے اصول و فروع کی تعمیل اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اور مسئلہ خلافت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اس کی رشد و ہدایت کی روشنی و تقلید ہی میں امتِ مسلمہ کی رہنمائی کریں گے اور ان کے بعد کتاب اللہ ہی قیامت تک خلیفۃ اللہ ہو گی۔ اور تمام امتِ مسلمہ دین اسی کی پیروی میں صراط المستقیم پر قائم رہے گی۔ خاتم النبیینؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ (الاحزاب ۴۵)" — "اے نبیؐ! ہم نے تجھے گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"

اور قرآنِ حکیم کے متعلق بھی فرمایا۔

"كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ (حٰمٓ السجدۃ ۳، ۴)" — "کتاب جس کی آیات وضاحت سے بیان کی گئی ہیں وہ قرآن ہے عربی زبان میں ہے وہ لوگوں کیلئے خوشی اور ڈر سنانے والا ہے جو علم رکھتے ہیں"

اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ "جب قرآن پڑھو تو یقین جانو کہ خدا تم سے باتیں کر رہا ہے، اور جب نماز پڑھو تو یقین جانو کہ تم خدا سے باتیں کر رہے ہو۔ (مولف)

رسول ؐ کو عین دین سمجھ لیا، اُمّتِ مسلمہ اس مسئلہ کا ایسا شکار ہوئی، کہ جاں نثارانِ اسلام جنھوں نے اپنے تن، من دھن قربان کر کے اسلام کو دُنیا کے شرق و غرب میں پہنچایا اُن کی مدح کے بجائے قدح شروع کر دی۔ اور یہی عبداللہ بن سبا کا مقصد تھا جس میں اُسے اور اس کی ذرّیت کو کافی کامیابی نصیب ہوئی۔

اس کی ذرّیت نے بھی اپنے امام و پیشوا کی تقلید کا پورا پورا حق ادا کیا اور سیّدنا علی رضؓ سے اپنی نادان دوستی اور دانا دشمنی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ ایک محقّق جب ظہورِ اسلام سے لے کر واقعۂ کربلا تک ہر قسم کے فرقہ وارانہ نظریات و تعصبات سے پاک ہو کر صرف بہ نظرِ تحقیق غور کرتا ہے تو یہی دو عملی اور دو متضاد نظریے کارفرما نظر آتے ہیں، جن سے نہ اسلام، اسلام رہ جاتا اور نہ پیغمبر، پیغمبرؐ، نہ صحابہ صحابہ رضؓ نہ اہلِ بیتِ رسولؐ، اہلِ بیتِ رسولؐ اور نہ آلِ علی رضؓ آلِ علی رضؓ بلکہ خدا بھی خدا نظر نہیں آتا، بلکہ اس کے برعکس یہ سب غاصب و بے دین نظر آتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ خدا فرعون دکھائی دیتا ہے۔

اور اگر یہی دین ہے کہ نہ تو پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے پیغامِ حق پہنچایا، نہ صحابہؓ نے آپؐ کے احکامات و ارشاداتِ ربانی کی تعمیل کی، بلکہ وہ سب غاصب و بے دین تھے (استغفر اللہ) اور خود سیّدنا علی رضؓ نے ... کتاب اللہ کو مقفل کر کے اپنی اولاد کو وصیت

فرمادی کہ اِس نورِ ہدایت کو قیامت سے پہلے نہ کھولنا۔ تو ایسے خدا، رسول اِسلام پر ایمان لانے سے تو بے دینی ہی کو ترجیح دینا پڑے گی۔ اور یہی اس دشمنِ خدا عبداللہ بن سبا یہودی کا مقصد تھا۔

جمعِ قرآن

خالقِ کائنات نے اس لاریب الہامی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا	"اِس قرآن کو ہم نے
الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ	اُتارا ہے اور اس کی حفاظت بھی
(الحجر ۹)	ہم خود ہی کریں گے"

قرآن مجید ختم المرسلین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر پر ربِّ کائنات نے جبرئیل امین علیہ کے ذریعے نازل فرمایا اور برابر ۲۳ سال تک بتدریج نازل ہوتا رہا، اِس کلامِ مقدس کی حفاظت کے لئے جب بھی قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کاتبانِ وحی[۱] کے ذریعے اس کو

---

[۱] :۔ کتابت وحی پر تیرہ[۱۳] صحابہ مقرر تھے، زید بن ثابت رضہ ابوبکر صدیق رضہ، علی رضہ، عمر رضہ، عثمان رضہ، معاویہ رضہ، ابی بن کعب رضہ، زبیر بن العوام رضہ، عبداللہ بن سعد رضہ، حنظلہ بن الربیع الاسدی رضہ، معیقیب بن ابی فاطمہ رضہ

لکھوا دیتے اور مشتہر کرا دیتے اور اکثر صحابہ رض کو حفظ بھی کرا دیتے، تاکہ ان کے سینوں میں جس طرح دل محفوظ ہے، کلام اللہ بھی محفوظ ہو جائے اور جس طرح دل پر انسانی زندگی کا مدار ہے، اسی طرح قرآن حکیم کی تعلیمات روحانی زندگی کا مدار ہیں۔ اس طرح سارے کا سارا قرآن حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے سامنے لکھا گیا۔ چنانچہ خود نصاریٰ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں۔ سر ولیم میور، جو ایک مشہور عیسائی مفکر تھا، اپنی مشہور کتاب "لائف آف محمدؐ" کے دیباچے کے صفحہ ۲۸ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ :۔

" قرآن حکیم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں ان کی ذات بابرکات کے سامنے ان کی رہنمائی اور خدا کی ہدایت کے مطابق لکھا گیا، وہ لکھتا ہے :۔

" لیکن اس بات کو ماننے کے لئے بہت زبردست وجوہ موجود ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی متفرق طور پر قرآن شریف کے نسخے لکھے ہوئے موجود تھے، اور ان نسخوں میں سارا قرآن حکیم بلکہ مکمل قرآن لکھا ہوا موجود تھا، اس میں قطعاً شک نہیں کہ حضرت رسالتمآب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) خالد بن العاص رض اور سعید بن العاص رض

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مراسلات لکھوانے کے
لئے کئی صحابہؓ مقرر فرمائے تھے، جو لوگ "بدر" میں
گرفتار ہو کر آئے تھے انھیں اس شرط پر رہائی
دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی صحابہ رضؓ کو لکھنا سکھا دیں
گے، اور اگرچہ اہلِ مدینہ اہلِ مکہ کے برابر تعلیم یافتہ نہ تھے،
لیکن وہاں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود تھے، جو
اسلام سے پہلے بھی لکھنا جانتے تھے"۔

سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اس حقیقت کا شاہد ہے کہ قرآنِ حکیم لکھا جاتا تھا۔

سیدنا عمر رضؓ واقعی فاروق اعظم رضؓ
ہیں، خود آپ رضؓ کے اسلام
لانے میں اس حقیقت کی
بیّن شہادت موجود ہے
کہ قرآنِ حکیم لکھا ہوا
موجود تھا، چنانچہ ابن ہشام
میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے جب دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
شرک و بت پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہیں تو اس جوش میں
آکر ارادہ کیا کہ بہتر یہی ہے کہ ہادیِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی خاتمہ
کر دیا جائے، ایک دن اسی ارادے سے شمشیر بکف گھر سے نکلے
کہ پیغمبر جن و بشر صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ملیں قتل کر دوں گا، راستے میں
ان کو خبر ملی کہ خود ان کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہ رضؓ اور ان کے خاوند سعید بن زید رضؓ

مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں، اس خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اس پر آپ سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے، تاکہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کے ان دو جاں نثاروں کا بھی خاتمہ کر دیں۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جاں نثار صحابی سیدنا خباب رضؓ آپ کی ہمشیرہ محترمہ اور آپ کے محترم بہنوئی کو سورۂ طٰہٰ جو اوراق پر لکھی ہوئی تھی پڑھا رہے تھے اور آپ نے ان کو پڑھتے سن لیا تھا، آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدنا خباب رضؓ کو ایک گوشے میں چھپا دیا گیا، دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو قدم رکھتے ہی پہلا سوال یہ کیا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر چکے ہو، یہ بات کہتے ہی انھوں نے اپنے بہنوئی کو پکڑ کر اس کا کام تمام کر دیں، یہ حالت دیکھ کر آن کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہ رضؓ اپنے خاوند کو چھڑانے کے لیے لپٹ گئیں، اس ہنگامے میں سیدہ فاطمہ رضؓ بُری طرح زخمی ہو گئیں اور دونوں میاں بیوی نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ ہم مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی مرضی ہے، جو چاہیں سلوک کریں۔ ان الفاظ کو سن کر آپ نے انھیں کہا کہ جو کتاب تم پڑھ رہے تھے وہ لاؤ اور مجھے دکھاؤ، کہ میں بھی دیکھوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا لا کر دیا ہے؟

آپ خود پڑھے لکھے تھے۔ جب انھوں نے اصرار کیا تو ان کی

ہمشیرہ ڈریں کہ مبادا وہ کتاب اللہ کو ضائع کر دیں۔ اُن سے عہد لیا۔ آپ نے بتوں کی قسم کھائی کہ وہ اس کتاب کو ضائع نہیں کریں گے۔ بلکہ واپس کر دیں گے۔ اس پر اُن کی ہمشیرہ نے کہا کہ کوئی نجس و ناپاک اس کلام مقدس کو چھو بھی نہیں سکتا۔ پیشتر اس کے کہ آپ اُسے چھوئیں طہارت ضروری ہے۔ آپؓ نے غسل کیا پھر آپ کی ہمشیرہ نے کتاب اللہ کے اوراق آپ کے ہاتھ میں دے جن میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی آپ نے اس میں سے کچھ پڑھا اور بہت تعجب کیا کہ یہ ایسی عجیب کتاب ہے اور بہت عزت و اکرام کیا۔ اس دوران میں حضرت خبابؓ بھی گوشہ سے باہر تشریف لے آئے اور آپ کو دعوت دی کہ آپ بھی اسلام قبول کرلیں۔ چنانچہ آپ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اس بے نظیر واقعہ سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ ابتدائی زمانے میں ہی مسلمانوں کے پاس قرآن شریف کی مختلف سورتیں تحریری شکل میں موجود تھیں اور سیدہ فاطمہؓ کا اپنے بھائی سیدنا عمر فاروقؓ کو یہ کہنا کہ نجس ہونے کی حالت میں کوئی شخص قرآن مقدس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ قرآن شریف کے لکھے ہوئے نسخے اس وقت بھی موجود تھے۔

ترتیب نزول و ترتیب جمع

قرآن حکیم ایک وقت میں اکٹھا نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے ٹھہر ٹھہر کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپؐ کو خود بھی ازبر ہو جائے اور صحابہؓ کو بھی حفظ ہو جائے اور وہ اس کو آسانی سے

لکھ کر محفوظ بھی کر لیں اور یہی وجہ ہے کہ اس میں قطعاً تحریف نہ ہو سکی۔ چنانچہ کفار نے اسی امر کا تقاضا بھی کیا جس کے متعلق رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ٥ (الفرقان ۲۲)

"اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن اکٹھا کیوں نہ اُترا ہم نے اسی طرح اتارا تاکہ تیرا دل اس سے استوار کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے"

مزید فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ٥ (الدهر ۲۳)

"ہم نے تجھ پر آہستہ آہستہ قرآن نازل کیا"

قرآن شریف کی سورتیں اور آیات ۲۳ سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ بتدریج نازل ہوئیں۔ ترتیب نزول ایسی نہ تھی کہ جس سے ہر ایک سورۃ کی آیات علی التواتر نازل ہو کر اس کی تکمیل ہو جاتی اور اس کے بعد دوسری سورت کا نزول ہونا شروع ہوتا بلکہ حالات اور حسب اقتضائے منشائے الٰہی مختلف سورتوں کی آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئیں اور پھر خدا کے حکم کے مطابق حضور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو مرتب فرمایا۔

موجودہ قرآن کریم بعینہٖ وہی ہے جس کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے مطابق کی تھی اور اس کی ترتیب اس قدر عمدہ ہے کہ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جملہ ربط وضبط کلام کے لحاظ سے ایسے معجز نما نظام سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک نقطہ کا تغیر و تبدل بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے جمع و ترتیب

کے متعلق خالق کائنات خود فرماتا ہے کہ

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (القیٰمۃ ۱۷ تا ۱۹)

"اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے پھر ہم اسے پڑھیں تو ہمارے پیچھے پیچھے پڑھ۔ پھر اس کو کھول کر بتانا ہمارے ذمہ ہے"

رب کائنات کے اس فرمان کے بعد مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں آیات مذکورہ بالا میں رب مشرق و مغرب نے جمع قرآن کو ایک الگ فعل بیان فرمایا اور پڑھنے یعنی نزول کو الگ۔ جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وحی الٰہی نے ترتیب جمع اور ترتیب نزول کو الگ الگ رکھا ہے اور جمع اور نزول دونوں کا ذمہ خود لیا ہے پس وحی الٰہی کے مطابق حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ ہی میں قرآن حکیم کی جمع و ترتیب کو خود پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

اس کی لاریب ترتیب کا ایک دعویٰ اور چیلنج آج بھی خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ مگر صدیاں گذر گئیں کوئی اس دعویٰ اور چیلنج کو قبول کرنے والا پیدا نہ ہوا اور قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ رب غفور و رحیم ارشاد فرماتا ہے کہ

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (بنی اسرائیل: ۹۰)

"تو کہہ اگر سب آدمی اور جن بھی ایسا قرآن لانے پر جمع ہو جائیں تو اس کی مانند ہرگز نہ لا سکیں گے اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں"

پھر اس سے بڑا دعویٰ کیا اور کتاب اللہ تو کیا اس کی ایک سورت

بھی تم نہیں بنا سکتے ۔ فرمایا:

اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

"کیا وہ کہتے ہیں کہ (محمدؐ نے) جھوٹ بنا لیا ہے تو کہو تم اس کی مانند ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو اگر سچے ہو۔"

(یونس: ۳۹)

کل نسل انسانی کے پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں، اماموں، صالحین، مجددین، اولیاء بلکہ قیامت تک کے لئے کل جن و بشر سب کو چیلنج ہے کہ اس قرآن کریم کی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دو مگر کسی کو جرات نہ ہو سکی کہ اس چیلنج اور دعویٰ کو قبول کرے اور نہ ہی قیامت تک کوئی ایسی ہستی پیدا ہو گی جو اس دعویٰ کو قبول کرنے کی جرات کر سکے۔

جمع قرآن کا اصل کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں خود ہی سر انجام فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اس لاریب کتاب کی ہر سورت اور ہر آیت نزول کے فوراً بعد آپؐ کاتبان وحی سے لکھوا کر محفوظ کر لیتے تھے مگر جب تک وحی کا آنا جاری رہا یہ تحریریں ایک جلد میں جمع نہ ہو سکتی تھیں، بعض سورتیں، جو ابتدائے مدنی زندگی میں نازل ہوئیں ان کی بعض آیات آخیر تا ہجری تک نازل ہوتی رہیں۔ البتہ جب قرآن شریف کا نزول ہوتا تھا تو آپؐ کاتبان وحی کو بلاتے اور حکم دیتے . کہ اس آیت کو فلاں سورت کے اس مقام پر لگا دو۔ اور اس آیت کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر لگا دو اور

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب قرآنی فرماتے رہے۔ اور صحابہؓ کو اسی ترتیب کے مطابق قرآن پاک حفظ بھی کراتے رہے تاکہ تحریر کے علاوہ صحابہؓ کے قلب و دماغ میں بھی محفوظ رہے[1]

حدیث شریف میں ہے کہ

کان رسول اللہ صلعم مما یاتی علیہ الزمان وھو ینزل علیہ السورۃ ذات العدد وکان اذا نزل علیہ شیٔ دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھٰؤلاءِ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا فاذا نزلت علیہ الآیۃ فیقول ضعوا ھٰذہِ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر کذا وکذا	حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات کثیر الآیات سورتیں نازل ہوتی تھیں۔ جب بھی کوئی شے (آیات) نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیات کو فلاں فلاں سورت میں لکھ دو۔ جب ایک آیت اترتی تو فرماتے اسے فلاں سورت میں درج کر دو۔"

(ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

سیدنا صدیق اکبرؓ کا ایمان افروز کارنامہ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مالک حقیقی

---

[1] اس الہامی کتاب کا زندہ معجزہ ہے کہ آج بھی امت مسلمہ کا بچہ بچہ اس کا حافظ ہے (مؤلف)

سے جاملے تو سنت اللہ کے مطابق مجلس شوریٰ قائم کی گئی اور سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول اللہ منتخب کیا۔ آپؓ نے مسیلمہ کذاب جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے صحابہؓ کی ایک فوج بھیجی۔ جنگ یمامہ میں کئی ایک صحابہؓ جو حافظ قرآن بھی تھے شہید ہو گئے۔ اس پر آپؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر اسی طرح مختلف جہادوں میں قاری اور حافظ قرآن شہید ہوتے چلے گئے تو اس قرآن حکیم کی حفاظت میں بڑی دقت کا سامنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے

۱؎ سبائی حضرات خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو غاصب اور خدا جانے کیا کچھ کہتے ہیں اور سیدنا علیؓ کو رسول اللہ صلعم کا خلیفہ بلافصل اور وصی قرار دیتے ہیں لیکن خدا کی حکمت و مصلحت پر غور کریں کہ جس کو غاصب قرار دیا گیا انہیں تو قرآن حکیم کے حفاظ کی شہادت پر یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر یہ حافظانِ قرآن کریم یونہی شہید ہوتے گئے تو کتاب اللہ کی حفاظت کیسے ہوگی اس کی نشر و اشاعت کا کیا ہوگا۔ انہوں نے تو حضورؐ کے مرتب کردہ نسخوں سے قرآن حکیم کی نقول کرائیں اور مسلمانوں میں پھیلائیں۔ مگر سبائی جن کو وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلا فصل مشہور کرتے ہیں انہوں نے اصل قرآن کو معطل کر دیا بلکہ اپنے زمانہ خلافت میں بھی اصل قرآن چھپائے رکھا۔ اور اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اس قد ہدایت کو قیامت تک معطل ہی رہنے دینا امت مسلمہ کو گمراہ چھوڑ دینا اور نہ ہی جمل و صفین و نہروان میں ہزاروں مسلمان حفاظ کے قتل کے بعد آپ کو حفاظتِ قرآن کا خیال پیدا ہوا۔ اور کل نسل آدم کا حق (قرآن شریف) غصب کر کے بطور وراثت اپنی اولاد کو دے دیا۔ (باقی صفحہ ۴۹ پر)

بھی قرآن پاک کی حفاظت کا مشورہ دیا۔ خلیفۃ الرسولؓ نے اجماعِ صحابہ سے حضرت زید بن ثابتؓ کو اس اہم کام کے لئے منتخب فرمایا کہ وہ قرآن حکیم کی تحریروں کو اکٹھا کریں اور پھر وہ صحابہؓ جن کے قلب و دماغ میں کلام مقدس محفوظ تھا ان کی موجودگی میں اس کو اسی طرح ترتیب دیا گیا جس طرح حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حفظ کرایا تھا۔ چنانچہ اس قدر حفاظت سے قرآن کریم جمع کیا گیا اور لکھا گیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ نے آنکھیں جھکا لیں۔ قریب تھا کہ حضورؐ کا سر اقدس زمین کو چھو لیتا پھر آپؐ نے آنکھ اٹھائی اور فرمایا۔

اتانی جبریل علیہ السلام فامرنی ان اضع ھذہ الایۃ بھذا الموضع من ھذہ السورۃ ان اللہ یامر بالعدل ... الخ	"میرے پاس ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میں اس آیت (ان اللہ یامر بالعدل) کو فلاں سورۃ کے فلاں مقام پر رکھوں"

بقیہ حاشیہ صفحہ یعنی سبائی حضرات نے حب علیؓ میں اگر ایک طرف خلفائے ثلاثہؓ کو غاصب خلافت رسولؐ ٹھہرایا ہے تو دوسری طرف بغض علیؓ میں خود سیدنا علیؓ کو اصل قرآن حکیم مقفل کرنے کے جرم میں غاصب خلافت المبین اور ان کی اولاد کو غاصبان حقوق نوع انسانی ٹھہرایا ہے۔ ہر ان مقدس ترین صحابہؓ پر بہتان عظیم ہیں خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ سب ان جرائم سے پاک تھے (مولف)

سلہ مسند امام احمد حنبل جزو چہارم: صفحہ ۲۱۸

تحریف قرآن حکیم

جمع قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف لکھا ہوا موجود نہیں تھا بلکہ آپ کی اہل بیت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی کے پاس ایک نسخہ موجود تھا جس کو منگوا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی نے اس کی نقول کرائیں۔ اور سنن نسائی میں عبداللہ بن عمر رضی کا یہ قول درج ہے کہ

قال جمعت القرآن فقرأت به کل لیلة فبلغ النبی صلعم فقال اقراۂ فی شھر	کہتے ہیں کہ میں نے قرآن جمع کیا تھا جسے میں ہر رات ختم کر دیتا تھا حضور کو اطلاع ملی تو ہدایت کی کہ مہینے میں ایک ختم کر دیا

ابن سیرین رح کا بیان ہے کہ

جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلعم اربعة	عہد رسول میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا"

"اسی طرح ابن داؤد میں محمد بن کعب القرظی کی روایت ہے کہ

قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلعم خمسه من الانصار	عہد رسول اللہ صلعم میں پانچ انصار نے قرآن جمع کیا تھا"

جناب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے عظیم الشان اور عدیم النظیر معجزہ قرآن پاک کا ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہنا ہے اور یہ وہ دائمی معجزہ ہے جو آپ کی حیات طیبہ سے لے کر قیامت تک قائم و دائم رہے گا صدیاں گذر گئیں مگر کسی سورۃ یا آیت تو کیا کسی شد و مد تک کو بدلا نہیں گیا اور نہ قیامت تک بدلا ہی جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کلام مقدس اور ام الکتاب کے نازل کرنیوالے

رب کون و مکان نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلعم، صحابہؓ اور دیگر بزرگان دینؒ نے اس کلام پاک اور لاریب کتاب کی حفاظت یہاں تک کی کہ اس کے پارے۔ سورے۔ رکوع بلکہ زیر، زبر اور نقطوں تک کو جمع کر کے ان کی تعداد درج کر دی تاکہ اس میں کسی قسم کی تحریف کبھی بھی واقع نہ ہو سکے۔

تعداد آیات اور حروف قرآن شریف

قرآن کریم کے کل پارے تیس ۳۰ ہیں۔ ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ رکوع ۵۵۸، کلمات ۸۶۴۳۰، زبریں ۵۳۲۴۳۰، زیریں ۳۹۵۸۲، پیش ۸۸۰۴، تشدید ۱۲۵۳، مد ۱۷۷۱، نقطہ ۱۰۵۶۸۴ (بستان الفقر ابو اللیث سمرقندی)۔

تفصیل آیات قرآن شریف

آیات بہ تفصیل ذیل ہیں۔ سورہ فاتحہ ۷، بقرہ ۲۸۶، آل عمران ۲۰۰، نساء ۱۷۷، مائدہ ۱۲۰، انعام ۱۶۵، اعراف ۲۰۶، انفال ۷۵، برات ۱۲۹، یونس ۱۰۹، ہود ۱۲۳، یوسف ۱۱۱، رعد ۴۳، ابراہیم ۵۲، حجر ۹۹، نحل ۱۲۸، بنی اسرائیل ۱۱۱، کہف ۱۱۰، مریم ۹۸، طٰہٰ ۱۳۵، انبیاء ۱۱۲، حج ۷۸، مومنون ۱۱۸، نور ۶۴، فرقان ۷۷، شعراء ۲۲۷، نمل ۹۳، قصص ۸۸، عنکبوت ۶۹، روم ۶۰، لقمان ۳۴، سجدہ ۳۰، احزاب ۷۳، سبا ۵۴، فاطر ۴۵، یٰسین ۸۳، صافات ۱۸۲، صٓ ۸۸، زمر ۷۵، مومن ۸۵، حٰم ۵۴، شوریٰ ۵۳، زخرف ۸۹، دخان ۵۹، جاثیہ ۳۷، احقاف ۳۵، محمد ۳۸، فتح ۲۹

حجرات ۱۸، ق ۴۵، ذاریات ۶۰، طور ۴۹، نجم ۶۲، قمر ۵۵، رحمٰن ۷۸، واقعہ ۹۶، حدید ۲۹، مجادلہ ۲۲، حشر ۲۴، ممتحنہ ۱۳، صف ۱۴، جمعہ ۱۱، منافقون ۱۱، تغابن ۱۸، طلاق ۱۲، تحریم ۱۲، ملک ۳۰، قلم ۵۲، حاقہ ۵۲، معارج ۴۴، نوح ۲۸، جن ۲۸، مزمل ۲۰، مدثر ۵۶، قیامہ ۴۰، دھر ۳۱، مرسلات ۵۰، نبا ۴۰، نازعات ۴۶، عبس ۴۲، تکویر ۲۹، انفطار ۱۹، تطفیف ۳۶، انشقاق ۲۵، بروج ۲۲، طارق ۱۷، اعلیٰ ۱۹، غاشیہ ۲۶، فجر ۳۰، بلد ۲۰، شمس ۱۵، لیل ۱۵، ضحیٰ ۱۱، انشراح ۸، التین ۸، علق ۱۹، قدر ۵، بینہ ۸، زلزال ۸، عادیات ۱۱، قارعہ ۱۱، تکاثر ۸، عصر ۳، ہمزہ ۹، فیل ۵، قریش ۴، ماعون ۷، کوثر ۳، کافرون ۶، النصر ۳، لہب ۵، اخلاص ۴، فلق ۵، الناس ۶،

(تقریباً ہر قرآن شریف میں یہ تعداد آیات موجود ہے)

اوامر و نواہی اور حروف وغیرہ

اوامر ۱۰۰۰، نواہی ۱۰۰۰، مثالیں ۱۰۰۰، قصص ۱۰۰۰

حلت و حرمت ۵۰۰، دعائیں ۱۰۰، الفاظ ۷۰۴۳۶، کل حروف ۳۲۷۰۰۰ جن میں سے الف دو) ۴۸۸۷۲، ب ۱۰۴۲۸، ت ۱۰۱۹۹، ث ۱۲۷۶، ج ۳۲۷۳، ح ۳۹۷۳، خ ۲۴۱۶، د ۵۶۴۲، ذ ۴۶۹۹، ر ۱۵۷۹۳، ز ۱۵۷۰، س ۵۸۹۱، ش ۲۲۵۳، ص ۲۰۱۳، ض ۱۶۰۷، ط ۱۲۷۴، ظ ۸۴۲، ع ۹۲۲۰، غ ۲۲۰۹، ف ۸۴۹۹، ق ۶۸۱۳، ک ۹۵۲۲، ل ۳۲...

م ۲۶۵۶۰، ن ۴۵۱۹۰، و ۲۵۵۳۶، ہ ۱۹۰۷۰،
لا ۴۷۲۰، ی ۲۵۹۱۹۔

(مقدمہ تفسیر القرآن از مرزا حیرت دہلوی صفحہ ۳۵)

اب کس کی مجال ہے کہ قیامت تک کتاب اللہ میں کسی قسم کی تحریف کی جراُت کر سکے۔ احسان خدائے رب کائنات نے اپنی آخری اور مصدق الہامی کتاب قرآن حکیم کی ایسی حفاظت کی جس کی مثال نہیں۔ چنانچہ ایک عیسائی مفکر سر ولیم میور اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے دیباچے کے صفحہ ۲۱ (طبع سوم) پر رقمطراز ہے کہ

"جہاں تک ہمارے معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن حکیم) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"

تحریف شدہ کتاب اور اختلاف

تحریف شدہ کتاب میں سخت اختلاف واقع ہو جاتا ہے

کلام ربانی میں کلام انسانی اگر داخل کر دیا جائے تو وہ خود بخود نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ اس کتاب کی تعلیم میں تضاد اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے خدا جو خالق کائنات ہے اور ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے پاک و مبرا ہے وہ چاہتا ہے کہ مخلوق اس کے احکام کے مطابق عمل کر کے صراط المستقیم پر گامزن ہو۔ لیکن مخلوق یہ چاہتی ہے کہ خدا کا کلام اور اس کے احکامات اس کی مرضی ارادے اور خواہش نفسانی کے مطابق ہوں اور جب مخلوق کتاب اللہ میں تحریف کرتی ہے تو یہ تضاد خود بخود

نمایاں ہو جاتا ہے اور کتاب اللہ کے اصول و فروع پر جب نظر کی جاتی ہے تو یہ اختلاف روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتا ہے کہ کہاں کہاں تحریف ہوئی ہے چنانچہ اسی کلیہ کے متعلق خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝	کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے غیر سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے ۝

(سورہ نساء ۸۵)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی کی فضیلت

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے صرف چھ ماہ بعد ہی جمع قرآن حکیم کا مقدس فریضہ شروع ہو گیا تھا۔ اور ابھی عشرہ مبشرہ کے علاوہ دیگر لاتعداد صحابہ رض جن میں سے اکثر قرآن مقدس کے حافظ تھے سب کے سب موجود تھے۔ یہ وہ قدسی صحابہ تھے جنہوں نے پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا تھا۔ آپ کی صحبت طیبہ میں بیٹھ کر حفظ کیا تھا آپ کی ہدایات کے مطابق تحریر کیا تھا۔ اور وحی ربانی کے مطابق جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب کا حکم دیا۔ اسی طرح مرتب کیا تھا۔ اور سیدنا صدیق اکبر جیسے امام برحق اور خلیفۃ الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو تمام مسلمانوں سے زیادہ قرآن حکیم کو جانتے تھے اور فہم قرآن سمجھنے میں اعلیٰ و افضل ترتھے اُن

لہ سبائیوں کو تو غصب خلافت کی فکر پڑی اور امت مسلمہ کو حفاظت قرآن کی۔ ۲ مؤلف

کی سرکردگی میں جو مرتب شدہ قرآن جمع ہوا اور اس کی نقلیں کی گئیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی جناب رسالتمآب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے ساتھی تھے۔ کمالات ظاہری و باطنی میں یار غار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ثانی اثنین تھے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرآن فہمی کو سب سے افضل و فائق سمجھتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ ہی میں آپؓ کی فضیلت کو صحابہؓ پر واضح بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ جب سورہ النصر نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی رو پڑے حالانکہ دوسرے تمام صحابہؓ بھی آپؐ سے یہ آیت مبارکہ سن رہے تھے۔ جب بعض لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی کے رونے پر تعجب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی تم سے بہتر قرآن سمجھتے ہیں[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عن ابو الدردا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق وداسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکون لی صاحبی[2]	حضرت ابو درداؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے مجھے سچا کہا۔ اور اپنے مال اور جان سے میری خدمت کی تو کیا تم میرے دوست کو ستانا چھوڑ دو گے یا نہیں؟"

---

[1] کیونکہ اس سورہ میں حضورؐ کی وفات حسرت آیات کے متعلق اشارہ تھا جسے ماسوا صدیق اکبرؓ کوئی صحابیؓ نہ سمجھ سکے (مؤلف)

[2] صحیح بخاری چودہواں پارہ باب مناقب ابوبکر صدیقؓ۔

ان ارشادات نبوی صلعم سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اظہر من الشمس کی طرح عیاں ہے اور صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں صدیق اکبرؓ کو خلیفۃ الرسول سمجھتے تھے۔

سید کائنات نے حبیب صدیق اکبرؓ کو "ثانی اثنین" فرمایا اور "معنا" فرما کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی امداد کا وعدہ فرمایا اس کے متعلق روایت ہے کہ

کان معهما وثالثهما باللفظ والمعنى اما باللفظ فكان يقال له يا رسول الله ويقال لابي بكر يا خليفة رسول الله ﷺ واما بالمعنى فكان مصاحبا لهما بالنصر والهداية والارشاد[1]

اللہ ان دونوں یعنی اکرم صلعم اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تھا ان دونوں کا تیسرا لفظاً بھی تھا اور معناً بھی۔ لفظاً یوں کہ حضورؐ کو کہا جاتا تھا یا رسول اللہ (صلعم) اور حضرت ابوبکرؓ کو کہا جاتا تھا یا خلیفۃ الرسول اللہ اور معناً اس طرح کہ اللہ تعالیٰ یا تھیا یعنی نصرت اور ارشاد و ہدایت کے حضورؐ اور صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں امامت کا حکم سیدنا صدیقؓ کو فرمایا کیونکہ آپؓ علم قرآن اور فہم قرآن میں سب صحابہؓ سے افضل تھے۔ اور نماز کی امامت وہی صحابیؓ کرا سکتے تھے جو سب صحابہؓ سے قرآن دانی میں فوقیت رکھتے ہوں۔ اپنی بیماری میں حضورؐ نے حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔

---

[1] سیرۃ الحلبیہ جزء ثانی ص ۴۱

فضلتی ابوبکر ثلاث الایام | ان ایام میں سیدنا ابوبکرؓ نماز پڑھاتے
(متفق علیہ) | رہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

چنانچہ ہزاروں صحابہؓ جو حافظان قرآن تھے اُن کی موجودگی اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ جیسے قرآن دان خلیفۃ الرسول کی سرکردگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ قرآن کریم کے نسخوں کو یکجا اکٹھا کیا گیا اور اُن کی نقول کی گئیں اور مملکت اسلامیہ میں پھیلائی گئیں۔ اور فتح الباری میں خود سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہ:۔

عن عبد خیرۃ الی سمعت علیا یقول اعظم الناس فی المصاحف اجرا ابوبکر رحمہ اللہ علی ابی بکر ھو اول من جمع کتاب اللہ۔	"قرآن شریف کے جمع کرنے والوں میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں وہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم جمع کیا۔"

اور اس حدیث کا عملی ثبوت خود سیدنا علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دیا جبکہ آپؓ مملکت اسلامیہ کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپؓ کے دورِ حکومت میں بھی یہی قرآن حکیم تھا جو آج اور قیامت تک موجود رہے گا۔ تمام اُمتِ مسلمہ اور خود سیدنا علیؓ اسی کے احکام کے سامنے سرنگوں رہے اسی کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ اگر سبائیوں کے قول کے مطابق انہوں نے خود کوئی قرآن حکیم مرتب کیا ہوتا تو دنیا کی کون سی طاقت تھی جو شیر خدا کو اُسے رائج کرنے سے روک سکتی۔ مگر آپؓ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپؓ بھی اُن بزرگوں میں شامل تھے جنہوں نے مل کر سیدنا ابوبکر

صدیقؓ کی قرآن حکیم کے اُن نسخوں کے جمع کرنے میں مدد کی جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود مرتب کرا چکے تھے۔ مگر وہ کتاب کی شکل میں لکھے نہ تھے۔ مگر کتاب اللہ سے امت مسلمہ کو منحرف کرنے کے لئے سبائی حضرات نے جو قصے وکہانیاں تراشی ہیں اُن سے تو بہ ہی بھلی۔

صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں انہیں نسخوں سے مزید نقول کرا کر مملکت اسلامیہ میں پھیلائیں۔

قرآنِ حکیم کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مرتب فرمایا تھا

خلفائے ثلاثہؓ یا صحابہؓ کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کبھی احکامات ربانی سے روگردانی کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ قرآن کو خود ترتیب دینے کی جرأت کرتے۔ بلکہ جس آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کچھ نہ فرمایا اُسے اس کے مقام سے ہٹانے کی بھی جرأت نہ کی۔ ان کے اس جذبہ اور عقیدت کو ذیل کی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی[1]

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا آپؓ (صحابہؓ) نے کیوں سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے

---

[1] قرآن مجید کی سورتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے طوال، مئین، مثانی اور مفصل چنانچہ سورہ بقرہ سے سورہ توبہ تک کو طوال "یعنی لمبی یا طویل سورتیں کہا جاتا ہے
(باقی اگلے صفحہ پر)

الى براءة وهى من المئين فقرنتهما	سورہ براۃ جو مئین میں سے ہے کے
بهما ولم تكتبوا بينهما سطر	پاس رکھا ہے اور اُن کے درمیان بسم اللہ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور اس طرح
ووضعتموهما فى السبع الطوال	دونوں سورتوں کو سات لمبی سورتوں میں
فقال عثمان كان رسول الله	شامل کردیا ہے حضرت عثمانؓ نے کہا
عليه وسلم كثيرا ما ينزل	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ
عليه السور ذوات العدد وكان اذا	تھا کہ جب ایک ہی وقت میں بہت سی
نزل عليه الشئ يعنى منها	سورتیں آپ پر نازل ہوتیں اور اُن میں

(بقیہ حاشیہ ص۵۸) اور سورۂ یونس سے سورہ فرقان تک کو "مئین[۲]" یعنی سو سو آیت والی یا سو آیات سے زیادہ والی سورتیں کہا جاتا ہے۔ اور سورہ شعراء سے سورہ فتح تک کو "مثانی[۳]" کہتے ہیں۔ اِن سورتوں میں آیات سو سو سے کم ہیں اور قصے ان میں مکرر ہیں اسلئے ان کا نام مثانی ہے یعنی بار بار والی سورتیں اور سورہ حجرات سے آخر قرآن حکیم تک کو "مفصل[۴]" کہتے ہیں اس لئے کہ ان سورتوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا فاصلہ قریب ہے یعنی فاصلہ رکھنے والی سورتیں۔

اس چوتھی قسم یعنی "مفصل" کی پھر تین قسمیں ہیں۔ طوال[۱]، اوساط[۲] اور قصار[۳] سورۂ حجرات سے سورۂ انشقاق تک کو "طوالِ مفصل" کہتے ہیں یعنی لمبی اور فاصلہ والی سورتیں سورہ بروج سے سورہ البینۃ تک کو "اوساطِ مفصل" یعنی درمیانی فاصلہ والی سورتیں کہا جاتا ہے اور یہاں سے اخیر قرآن حکیم تک کو "قصارِ مفصل" یعنی چھوٹے فاصلے والی سورتیں کہا جاتا ہے۔ (مؤلف)

دعا بعض من يكتب فيقول ضعوا هؤلا الايٰت فی السورة التی يذكر فيها كذا و كانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدينة وبرأة من آخر القرآن وكانت قصتها شبيهة بها فظننت انها منها فقبض رسول الله صلی الله عليه وسلم ولم يبين لنا انها منها[1] ...

کی کسی سورت کی آیت کا نزول ہوتا تو کسی کاتب وحی کو بلا لیتے اور اس کو حکم دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت کے فلاں موقع پر لکھ دو سورہ انفال مدینہ میں ابتدائی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور برأۃ کا نزول آخری زمانہ میں ہوا اور ان دونوں کا مضمون باہم مشابہ و متوافق تھا اس لئے ہم نے یہ خیال کیا کہ دوسری سورہ پہلی سورت میں سے ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور انہوں نے ہمیں واضح طور پر یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ سورہ اسی میں سے ہے پس رسول اللہ صلعم کے بیان نہ کرنے کے سبب اور دونوں سورتوں کا قصہ مشابہ ہونے کے باعث ہم نے دونوں کو پاس پاس رکھا اور دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کا فاصلہ نہ دیا اور پھر ہم نے ان دونوں سورتوں کو طوال میں شامل کر لیا اور دونوں کو الگ الگ اس خیال سے رکھا کہ دونوں کے ایک ہونے میں بھی شبہ تھا اور دو ہونے میں بھی)

---

[1] احمد، ترمذی، ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ باب جمع القرآن۔

سبحان اللہ! کیا ایمان تھا صحابہؓ کا کہ جو ترتیب قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اسی ترتیب کو قائم و دائم رکھا اور جس آیت یا سورہ کے متعلق آپ خاموش رہے اس کو صحابہؓ نے بھی اسی مقام پر رہنے دیا۔ یہ تھا وہ ایمان۔ تقویٰ اور جذبہ عشق کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ قرآن کریم کے نسخوں کی نقول کی گئیں۔ اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ قرآن شریف کی مرتب شدہ سورتیں اکٹھی کرتے وقت صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب ہی کو مقدم رکھا۔ اسی تقویٰ اور تقلید پیغمبر ساوات صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا حق ادا کرنے کے صلہ میں رب کائنات نے ان کو "رضی اللہ" کے لقب سے نوازا۔

محققینِ تشیع بھی حفاظتِ قرآن کے قائل ہیں

پیشتر اس کے کہ محققین تشیع کے حفاظت قرآن حکیم کے متعلق دلائل پیش کئے جائیں یہ از بس ضروری ہے کہ سبائی حضرات کی تحریف کتاب اللہ کے متعلق روایات بھی پیش کر دی جائیں تاکہ ناظرین کو حق و باطل کے تمیز کرنے میں سہولت رہے۔

سبائی حضرات میں قرآن حکیم کے کامل اور صحیح ہونے اور ناقص، غلط اور غیر صحیح ترتیب ہونے کے متعلق کافی اختلاف ہے۔ چنانچہ ذیل کے اکابر سبائی علماء تو قرآن حکیم کو تحریف شدہ مانتے ہیں)۔

(۱) ابو یعقوب محمد بن اسحاق الکلینی مصنف اصول[1] و فروع کافی

(۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی شیخ الکلینی

(۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی

(۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب

(۵) شیخ مفید

(۶) محقق داماد

(۷) علامہ مجلسی

اور ذیل کے علماء سبائیہ قرآن حکیم کو کامل و صحیح مانتے ہیں جو بین الدفتین موجود ہے۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد

(۲) شریف مرتضیٰ

(۳) ابو جعفر طوسی مصنف تبیان

(۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان

سبائی حضرات نے اُمت مسلمہ کو قرآن حکیم جیسی لاریب کتاب سے برگشتہ کرنے کی غرض سے عجیب و غریب حکایات و روایات تراشیں مثلاً۔

---

[1] اس کی کتاب اصول کافی کے ٹائیٹل یا سر ورق پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے "قال امام العصر رحجۃ اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کاف لشیعتنا" (یعنی امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے) یہی وجہ ہے کہ اس کا نام کافی مشہور ہو گیا (مؤلف)

قال یا ابا محمد وان عندنا الجامعة	”امام جعفر صادقؓ نے فرمایا اے محمد
وما یدریھم ما الجامعة	ہمارے پاس ایک جامعہ ہے اُن کو کیا معلوم
قال قلت جعلت فداك	ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ
وما الجامعة قال صحیفة	پر قربان فرمائیں جامعہ کیا ہے آپ نے
طولھا سبعون ذراعاً[1]	فرمایا ایک قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے“۔

سمجھ نہیں آتا اتنے لمبے چوڑے قرآن کو کس طرح پڑھا جاتا ہوگا

مزید سنئے۔

وان عندنا لمصحف فاطمة	”امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک
علیھا السلام وما یدریھم	مصحف فاطمہؓ بھی ہے اور تم جانتے ہو۔
ما مصحف فاطمة قال مصحف	مصحف فاطمہؓ کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک
فیه مثل قرآنکم ھذا ثلاث	قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ
مرات واللہ ما فیه من قرانکم	گنا زیادتی ہے اور خدا کی قسم اس میں
ھذا حرف واحد[2]	تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں“

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے جو بقول بابائے اصل قرآن حکیم مقفل کیا تھا یہ وہی تھا یا جنابِ سیدہ کے پاس علیحدہ کوئی قرآن تھا۔

ایک اور دلچسپ روایت ملاحظہ فرمائیں

---

[1] اصول کافی صفحہ ۱۴۶

[2] اصول کافی صفحہ ۱۴۶۔

عن احمد بن ابی نصر قال دفع
الیّ ابوالحسن علیہ السّلام مصحفاً
وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ و
قرأت فیہ لم یکن الذین
کفروا فوجدت فیھا اسم
سبعین رجلا من قریش
باسمائھم واسماء اباھم
قال فبعث الیّ ابعث بالمصحف[1]

"احمد بن محمد بن نصر سے روایت ہے کہ
امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن
دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا پس میں
نے جو اُسے پڑھا اور سورہ لَمْ یَکُنِ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پڑھی تو اس میں
قریش میں سے ستر شخصوں کے نام
بمعہ ولدیت پائے۔ راوی کہتا ہے کہ
امام نے مجھے کہلا بھیجا کہ وہ قرآن مجھے واپس کر دے"

مزید روایت ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السّلام
قال نزل القرآن اربعۃ
ارباع ربع فینا وربع
فی عدونا وربع سنن
وامثال وربع فرائض
واحکام[2]

"امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا قرآن
چار حصوں پر نازل ہوا۔ ایک چوتھائی
ہمارے فضائل میں نازل ہوا۔ اور
ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں
کے بارے میں اور ایک چوتھائی
سنن اور امثال میں
اور ایک چوتھائی فرائض و احکام میں"[3]

---

[1] اصول کافی کتاب فضل القرآن ص ۶۳۱

[2] اصول کافی ص ۶۲۷

[3] اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نصف قرآن تو فضائل سیدنا علیؓ اور آل علیؓ پر باقی مشتمل

(حاشیہ بقیہ صفحہ) کے لئے وقف تھا۔ قرآن کیا تھا سیرت سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ ہوگا۔ حالانکہ کتاب اللہ تو احکام اوامر و نواہی اور حلت و حرمت کا مجموعہ ہے نہ کہ سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ کے محامد و محاسن رب کائنات نے اتمام حجت کے طور پر سیدنا علیؓ کو خلافت راشدہ کے آخری دور میں حکومت اسی لئے دی تاکہ اگر خلفائے ثلاثہؓ نے کوئی غلط و ناقص قرآن امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا تھا تو اس کو نیست و نابود کر دیتے اور اس کی جگہ اصل اور غیر تحریف شدہ قرآن جو بقول سبائیہ خود انہوں نے جمع کیا تھا پیش کرتے اور اس کی نقلیں کرا کر مملکت اسلامیہ میں نشر کر کے دین حق سے لوگوں کی ہدایت فرماتے آپؓ کے بعد سیدنا حسنؓ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے انہوں نے بھی اپنے والد محترم کے جمع کردہ قرآن سے امت مسلمہ کو روشناس نہ کرایا۔ اور پھر سیدنا حسینؓ جیسے حق پرست جن کو وراثت کے طور پر یہ قرآن ملا انہوں نے کربلا کے میدان میں سبائی بے وفاؤں کے خطوط کے تھیلے تو دکھائے اور اپنے ہر خطبے میں ان کو پڑھ پڑھ کر سنایا مگر رب کائنات کی یہ امانت و خلافت یعنی کتاب اللہ جو زمین پر اللہ کی خلیفہ ہے، جس کی رشد و ہدایت اور تعلیم کو پھیلانے کے لئے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر امت مسلمہ کے اجماع کو گواہ بنا کر فرمایا تھا کہ میں تم کو پیغام حق پہنچا کر اتمام حجت کر چکا ہوں اور اپنے بعد رب کائنات کی۔ یہ غیر فانی خلافت "کتاب اللہ" تم میں چھوڑے جاتا ہوں اس کو مضبوطی سے پکڑنا" اسے پیش نہ کیا

اس مسئلہ پر علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر اخباری (ارباب حدیث)

(بقیہ حاشیہ ۶۵) اور سیدنا علیؓ اور آل علیؓ نے کتاب اللہ کو ایسا مضبوطی سے پکڑا کہ کسی اور کو نہ تو اُسے ہاتھ لگانے دیا اور نہ آج تک زیارت کرنے دی اور نہ ہی اس کی تعلیم و رشد و ہدایت سے دنیا کو منور کیا اور آل علیؓ نے اپنے پیغمبر بزرگوار کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ "اس قرآن کو اب تم کبھی بھی نہ دیکھو گے" اس کتاب اللہ یعنی خلافتِ الٰہیہ کو مقفل ہی رہنے دیا اور قیامت تک کے لئے نسل انسانی کو گمراہ چھوڑ دیا۔ واستغفر اللہ

حالانکہ نہج البلاغہ طبع بیروت جزء اوّل میں حضرت علیؓ نے اہل بصرہ کو یوں نصیحت فرمائی۔

وعلیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری النافع والعصمۃ للمتمسک والنجاۃ للمتعلق	"اے اہل بصرہ! تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ یہ ایک مضبوط رسی، روشن نور مفید شفا اور پیاس دور کرنے والا پانی ہے ایسے جو تھامے گا بچ جائیگا اور عمل کریگا نجات پائے گا"

سبائی حضرات نے حب علیؓ میں جس بغض علیؓ کا ثبوت دیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے جو ان نیک سیرت بزرگانِ دین پر سراسر بہتان ہے۔ انہوں نے اگر خلفاء ثلاثہ کو غاصبانِ خلافت رسول قرار دیا ہے تو سیدنا علیؓ اور تمام آل علیؓ کو کتاب اللہ کو مقفل کر کے انہیں غاصبانِ خلافتِ الٰہیہ اور غاصبان حقوقِ نسل انسانی قرار دیا۔ خدا کے لئے ان حقائق پر غور کریں۔ ان سبائی روایات حکایات اور تعلیمات پر لعنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ایمان والے نے سینے پہلے عقل و حمد سے کام لیں۔ عبداللہ بن سبا، نہ تو محب علیؓ تھا اور نہ ہی دشمنِ صحابہؓ — تو یہودی تھا اور یہودی کو بنو ہاشم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرنے کی وجہ سے مدینے کو چھوڑنا پڑا۔ مدینے کے بعد انہوں نے خیبر کو اپنا وطن قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے مطابق کہ "آج میں علم میں اس کو دوں گا جو خیبر کو فتح کرے گا" سیدنا علیؓ نے "درِ خیبر" اکھاڑا بلکہ یہودیوں کو سرزمینِ عرب سے اکھاڑ باہر پھینکا۔ یہ تھا وہ بغض و حسد و تعصب جس کو سینہ میں دبائے ہوئے۔ عبداللہ بن سبا اور کئی ایک یہودی تقیہ کر کے مسلمان ہوئے انہوں نے حبِ علیؓ کی آڑ میں اسلام، پیغمبر اسلام سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ سے اپنے آباؤ اجداد کا ایسا بدلا لیا۔ جو قیامت تک کے لئے قائم و دائم رہے گا۔ اگر خیبر کا دروازہ اکھاڑ کر سیدنا علیؓ نے یہودیوں کو بے گھر کیا۔ تو انہوں نے بھی سیدنا علیؓ کو مدینۃ الرسول چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور وہاں سے اپنے محبوب ترین نبیؐ کی رفاقت ایسی چھڑائی کہ دوبارہ کوفے سے مدینہ کی زیارت کو بھی آنا نصیب نہ ہوا۔ سیدنا حسنؓ کو ایسے دکھ اور تکالیف پہنچائیں کہ ان کو خلافت چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور زندگی بھر چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ سیدنا حسینؓ اور دیگر آلِ علیؓ کو خطوط پر خطوط لکھ کر ان سب کو اہل و عیال سمیت مدینے سے بے گھر کیا اور میدانِ کربلا میں جو ان کا حشر کیا وہ قیامت تک کیلئے اس حقیقت کا شاہد ہے کہ اگر سیدنا علیؓ نے درِ خیبر اکھاڑ کر یہودیوں کو بے گھر کیا تو یہودیوں نے بھی سیدنا علیؓ کے در کو ایسا اکھاڑا کہ اس سارے خاندان کو زندگی بھر کے لئے بے گھر ہونا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ اور دیگر بزرگانِ آلِ علیؓ کے مزارات مدینے کی بجائے عراق و ایران میں ہیں۔ (مؤلف)

لیکن علم الہدیٰ، شیخ صدوق، محقق طبرسی بن الفضل اور تمام جمہور مجتہدین شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں۔"[1]

"میں ببانگ دہل تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شیعہ موجودہ قرآن کو منزل من اللہ اور غیر محرف مانتے ہیں۔ جو شخص قرآن میں کمی زیادتی ہونا ہماری طرف نسبت کرتا ہے وہ کاذب اور مفتری ہے۔ تمام اصولی شیعوں کا یہی اعتقاد ہے۔"[2]

بعض متعصب شیعہ حضرات بھی اس قدر جامع اور لاریب کتاب کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے کچھ حصے گم ہو گئے بقول سبائی حضرات "بکری کھا گئی" بعض سورتوں کے نام بدل دیئے گئے اور وہ سورتیں جو حضرت علیؓ کے دعووں کی مؤید تھیں اُن کو عمداً چھوڑ دیا گیا۔[3] لیکن خدا اس

---

[1] قوانین الاصول طبع ایران ۱۳۱۶ باب ۲ صفحہ ۶۱۱ بھائی بھائی ص ۸۳، ۸۴

[2] موعظ تحریف القرآن طبع اپریل ۱۹۲۳ء ص ۷ بھائی بھائی ۸۴

[3] قرآن پاک تو کیا محققین حدیث کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

قال المحققین ان وصایا المصدرة بیا علی کلها موضوعة غیر قوله علیه السلام یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبی بعدی۔ موضوعات کبیر صفحہ ۱۵۸

"اور محققین کا فیصلہ ہے کہ وصیتیں علیؓ کی جو ندا کے ساتھ ہیں وہ سب موضوع سوائے اس قول آنحضرت صلی اللہ علیہ کے کہ اے علیؓ! تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر میرے بعد نبی نہیں"

جماعت میں بھی بعض اہل علم و بصیرت اور محققین اس حقیقت کے معترف ہیں کہ "کتاب اللہ" جس کو بعد از وفات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مرتب کردہ نسخوں سے جمع کیا۔ جو قرآن پاک کی شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہی وہ اصل قرآن حکیم ہے جو سرکار رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہی وہ قرآن پاک ہے جس کی نشر و اشاعت خلفائے ثلاثہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کی اور تمام بزرگان دین اسلام اسی قرآن مقدس کو غیر محرف اور لاریب مانتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی جو اہل تشیع کی ایک بہت ہی معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں ملا محسن صاحب متعصب و جاہل شیعوں کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

فقد روی جماعۃ من اصحابنا	ہمارے دوستوں کی ایک جماعت اور عوام
وقوم من حشویۃ العامۃ ان	حشویہ نے یہ روایت کی ہے کہ قرآن شریف
فی القرآن تغییراً ونقصاناً	میں تغیر اور نقصان ہوا اور ہمارے
والصحیح من مذھب اصحابنا	اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف
خلافہ وبلغت حد الم	ہے۔ اور نیز ان لوگوں کی رائے اس حد تک
تیلعہ فیما ذکرناہ لان القرآن	پہنچی ہے کہ ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے اور
معجزۃ النبوۃ ومأخذ	اصل بات یہ ہے کہ قرآن نبوت کا
العلوم الشرعیۃ والاحکام	اعجاز اور علوم شرعیہ اور دینی احکام
الدینیۃ وعلماء المسلمین	کا ماخذ ہے اور علمائے اسلام نے بیان تک

قد بلغوا في حفظه وحمايته	اس کی حفاظت اور حمایت کی ہے
الغاية حتى عرفوا كل شيء	کہ انہوں نے ہر چیز پر جس پر اختلاف
اختلف فيه من اعرابه	ہے اعراب اور قرأت اور حروف
وقرأته وحروفه وآياته	اور آیات کے بارہ میں عرفان تام
فكيف يجوز ان يكون	اور واقفیت عام پیدا کر لی ہے
مغيراً او منقوصاً مع	پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسے ضبط شدید
العناية الصادقة	اور حفاظت صحیحہ کی موجودگی میں کسی قسم
والضبط الشديد	کا تغیر یا کمی ہونے پائی ہو"۔

آگے چل کر اسی تفسیر صافی کے صفحہ ۱۴ پر ملا محسن صاحب رقمطراز ہیں کہ:-

ان القرآن على عهد رسول	"یہ قرآن شریف رسول اللہ صلعم کے
الله مجموعاً مؤلفاً على ما	زمانہ میں اسی طرح جمع شدہ تھا اور
هو عليه الآن واستدلال	اکٹھا تھا جس طرح آج کل ہے اور
على ذالك بان القرآن	یہ دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مکمل
كان يدرس ويحفظ جميعه	و مجموعی طور پر اس زمانہ مبارک میں
في ذالك الزمان حتى عين	پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا تھا یہاں
على جماعة من الصحابة	تک کہ صحابہؓ کی ایک جماعت حفظ
في حفظهم له وانه كان	قرآن پر متعین تھی۔ یہ لوگ حضور
يعرض على النبي و	صلعم کے سامنے قرآن پیش کرتے

يتلى عليه وان جماعة
من الصحابة مثل عبدالله
ابن مسعود وابي بن كعب
وغيرهما ختموا القرآن على
النبي عدة ختمات وكل ذالك
يدل بادنى تامل على انه
كان مجموعا غير مبتور و
مبثوث وذكران من خالفه
في ذلك من الامامية والحشوية
لا يعتد بخلافهم فان
الخلاف في ذلك مضاف
الى قوم من اصحاب الحديث
نقلوا اخبارا ضعيفة۔

پڑھتے تھے اور صحابہؓ کی ایک جماعت
مثل عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن
کعبؓ وغیرہ نے چند مرتبہ قرآن کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سامنے ختم کیا۔ اور ان باتوں پر ذرا
تامل و فکر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
قرآن شریف مرتب و مدون تھا۔
تتر بتر نہیں تھا۔ اور یہ بات بھی
یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ امامیہ
یا حشویہ میں سے جن لوگوں نے اس رائے
کی مخالفت کی ہے اُن کی اس کے مقابل
میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ خلاف حرف
اصحاب احادیث سے ہوا ہے جنہوں نے
ضعیف خبریں نقل کر دی ہیں۔

شعیہ امامیہ کے مجموعہ ہائے حدیث چار ہیں جو صحاحِ اربعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

نام کتاب	نام مؤلف
(۱) کافی	ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (وفات ۳۲۹ھ)

(۲) تہذیب الاحکام	شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن ابن بن علی الطوسی، شاگرد علم الہدیٰ (وفات ۴۶۰ھ)
(۳) استبصار فیما اختلف من الاخبار	ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ ابن بابویہ القمی الملقب بہ الصدوق (وفات ۳۸۱ھ)

ان میں سے کافی میں تحریف قرآن کے متعلق احادیث زیادہ نظر آتی ہیں۔ باقی کے مؤلفین قرآن حکیم کی صحت کے قائل معلوم ہوتے ہیں چنانچہ شیخ صدوق اپنی تصنیف "رسالۃ فی الاعتقادات" طبع ایران ۱۲۷۴ھ میں لکھتے ہیں کہ

اعتقادنا ان القرآن الذی انزله الله تعالیٰ علی نبیه محمد هو ما بین الدفتین وهو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک ... ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب	ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو قرآن اللہ نے حضور صلعم پر نازل فرمایا تھا وہی ہے جو دفتین میں محفوظ لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اس سے زیادہ قطعاً نہیں تھا۔ جو لوگ ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کرتے ہیں کہ ہم کسی بڑے قرآن کے قائل ہیں وہ جھوٹے ہیں[1]

---

[1] اصول کافی باب النوادر کتاب فضل القرآن جزو ششم ص ۴۴ پر روایت ہے

عن ابی عبدالله علیه السلام ان القرآن الذی جاء به جبرئیل الی محمد سبعة عشر الف آیة	جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو قرآن رسول اللہ صلعم پر بوساطت جبرئیل نازل ہوا اس میں سترہ ہزار آیات تھیں۔

خدا بہتر جانتا ہے ان دونوں میں سے کون سچے ہیں (مؤلف)

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن علی الطوسی کے اُستادِ اجل علامہ علم الہدیٰ مرتضیٰ (وفات ۴۳۶ھ) کی رائے شیخ ابو علی طبرسی نے اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں یوں درج کی ہے کہ

وذکر فی المواقع ان العلم بصحة	کئی مواقع پر (علم الہدیٰ) نے لکھا ہے
نقل القرآن کالعلم بالبلدان	کہ قرآن کی صحیح نقل ہونے کا علم یقینی
والحوادث الکبار والوقائع	ہے جیسا کہ شہروں، مشہور واقعات،
العظام والکتب المشهورة	حادث اور مشہور کتابوں اور اشعارِ
واشعار العرب المسطورة	عرب کا۔ قرآن کی کتابت و حفاظت
فان العنایة اشتدت و	کے وسائل اس قدر زیادہ تھے اور
الدواعی توفرت علی نقله	اس معاملہ پر اتنی زبردست توجہ دی
وحراسته وبلغت الی حد لم	گئی کہ مذکورہ بالا میں سے کسی پر
یبلغه فیما ذکرناه لان القرآن	آج تک نہیں دی گئی۔ بات یہ ہے
معجزة النبوة وماخذ	کہ قرآن معجزۂ نبوت اور احکام
العلوم الشرعیة والاحکام	دینیہ کا ماخذ ہے۔ علمائے اسلام
الدینیة والعلماء قد بلغوا	نے اس کی حفاظت اس حد تک
فی حفظه وحمایته الغایة	کی ہے کہ انہیں قرآن شریف
حتی عرفوا کل شیء اختلف	کے اعراب، قرأت، [illegible] و
فیه من اعرابه وقراءته	آیات کا چھوٹا بڑا اختلاف
وآیاته فکیف یجوز ان	تک معلوم تھا۔ اس زبردست

یکون مغیراً او منقوصاً مع
العنایة الصادقة والضبط
الشدید ..... وذکر ایضاً
رضی الله عنه ان القرآن کان
عہد رسول الله مجموعاً
مؤلفاً علی ما ھو علیه الآن و
استدل علی ذالک بان القرآن
کان یدرس یحفظ جمیعه
فی ذالک الزمان حتی عین علی
جماعة من الصحابة مثل
عبد الله ابن مسعود ابی بن کعب
وغیرھما ختموا القرآن علی النبی
عدة ختمات وکل ذالک یدل
بادنی تامل علی انه کان مجموعاً
مرتباً غیر مبتور ولا مبثوث و
ذکر ان من خالف فی ذالک
من الامامیة والحشویة لا
یعتد بخلافهم فان الخلاف
فی ذالک مضاف الی قوم من

ترجمہ اور انتہائی ضبط و اہتمام کے
بعد کسی بیشی کا احتمال تک باقی نہیں
رہتا۔ مزید لکھا ہے کہ قرآن حضورؐ
کی زندگی ہی میں جمع ہو گیا تھا اور اس
کی ترتیب بالکل وہی تھی جو آج ہے
اور دلیل یہ دی کہ عہد رسولؐ میں
قرآن پڑھا اور حفظ کیا جاتا تھا
یہاں تک کہ صحابہؓ کی ایک جماعت
حفظِ قرآن پر متعین تھی مثلاً عبداللہ
ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ وغیرہ
جنہوں نے حضورؐ کے سامنے کئی دفعہ
قرآن ختم کیا تھا۔ ان واقعات سے
بالکل عیاں ہے کہ عہدِ رسولؐ میں
قرآن باقاعدہ مرتب تھا۔ وہ بکھرا
ہوا یا ناقص نہیں تھا۔ مزید فرمایا
کہ امامیہ و حشویہ سے جو لوگ صحت
قرآن کے منکر ہیں ان کی رائے قابل
اعتماد نہیں صحت قرآن سے
اختلاف دراصل ارباب حدیث کے

اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفة ظنّوا صحتها

سے ہوا ہے جنہوں نے ضعیف روایات نقل کر دی تھیں اور لوگ انہیں صحیح سمجھ بیٹھے ہیں

اما استاد اجل علامہ علم الہدیٰ مرتضیٰ جن کا بیان جمع قرآن کے متعلق آپ نے ابھی پڑھا ان کے شاگرد رشید شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی اپنی کتاب "تبیان" میں یوں فرماتے ہیں۔

وقال شیخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسی فی تبیانه واما الکلام فی زیادة نقصانه فمما لا یلیق به لان الزیادة فیه مجمع علی بطلانه والنقصان منه فالظاهر من مذهب المسلمین خلافه وهو الالیق بالصحیح من مذهبنا وردّ ما یزید من اختلاف الاخبار فی الفروع وعرضها علیه فما وافقه عمل علیه وما خالفه یجتنب ولم یلتفت الیه وتروود عن النبی

شیخ الطائفہ محمد بن الحسن الطوسی اپنی کتاب "تبیان" میں فرماتے ہیں کہ قرآن میں کمی بیشی کی بحث نامعا ہے جہاں تک بیشی کا تعلق ہے اسے کوئی بھی نہیں مانتا، رہی کمی تو ظاہر مذہب المسلمین خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے مطابق ہے رہی وہ متصادم روایات جو فروع کافی میں پائی جاتی ہیں۔ انہیں قرآن پر[1] پرکھو جو قرآن کے مطابق ہوں انہیں لے لو اور جو مخالف ہوں انہیں مسترد کر دو، حضور صلعم کی اس حدیث پر سب متفق ہیں کہ آپ

---

[1] اسی طرح سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حسینینؓ کے متعلق اہلبیت تطہیرؓ کی جو احادیث وضع کی گئی ہیں انہیں بھی قرآن پر پرکھیں (مؤلف)

روایۃ لا یبید فیھما احد انہ
قال انی متخلف فیکم الثقلین
ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا
کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی
وانھما لن یفترقا حتی یردا علی
الحوض وھذا یدل علی انہ
موجود فی کل عصر لانہ لایجوز
ان یامرنا بالتمسک بما لا
نقدر علی التمسک بہ

آپؐ نے فرمایا تھا میں اپنے بعد
چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔
کتاب اللہ اور اہل بیتؓ[1] اگر ان
تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے
دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی
نہیں ہوں گی اور میرے پاس حوض کو
پر اکٹھی وارد ہوں گی اس حدیث سے
پتہ چلتا ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجو
تھا اور رہے گا ورنہ ایسے قرآن سے جو مو
نہ ہو (غائب ہو چکا ہو) تمسک کیا

---

[1] اہل بیت قرآنی یعنی ازواجِ مطہراتؓ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کو نساء العا
پر بلحاظ تقویٰ اور فوقیت دیتے ہوئے فرمایا یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء (احزاب: ۳۲)
"اے نبی کی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو" پھر فرمایا کہ تم قیامت تک کے لئے تمام
مسلمان مردوں اور عورتوں کی مائیں ہو اور پھر سب سے اعلیٰ مقام دیتے ہوئے فرمایا
واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللہ والحکمۃ (احزاب: ۳۴) "اسے
دیکھو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا ہے" یعنی تمہار
ہی گھروں میں قرآن حکیم نبی اکرم صلعم پر نازل ہوتا ہے اور تمہارے ہی گھرو
سے نورِ ہدایت دنیا میں پھیلتا ہے اور ان مقاماتِ عالیہ کی رفعت و بلند
کے لئے پاکیزگی از حد ضروری تھی اس لئے فرمایا انما یرید اللہ لیذھب

شیعہ حضرات کے فرقہ امامیہ کے لاتعداد محققین صحتِ قرآن کے قائل اور اس کی تحریف کے مخالف ہیں۔ عبداللہ بن سبا یہودی جس کا مقصد ہی کتاب اللہ سے بھولے بھالے مسلمانوں کو برگشتہ کرتا تھا۔ اس کے مقلدین نے اس کا پروپیگنڈا اور تبلیغ باقاعدہ جاری رکھی۔ ان بندگانِ امامیہ کے گزر جانے کے بعد سبائیہ کی تبلیغ پھر رنگ لائی اور بعض علماء امامیہ پھر سے تحریفِ قرآن کے چکل میں پھنس گئے اور انہوں نے حُبِ علیؓ کی آڑ میں پھر سے تحریفِ قرآن کے عقیدے کو پھیلانے کے لیے تگ و دو کی۔ جن میں مشہور ملا خلیل قزوینی (وفات سنہ ۱۰۸۹ھ) سید نعمت اللہ الحسینی الجزائری (وفات سنہ ۱۱۱۲ھ) سید محمد باقر بن سید محمد صلوی مصنف "بحر الجواہر" سید علی اکبر بن علی اصغر ایرانی اور ہندوستان میں سید محمد اسماعیل الہ آبادی تھے۔

امامیہ کے آئمہ بھی تحریف کے قائل نہ تھے

قرآنِ مقدس جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶) عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (الاحزاب ۳۳) "اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے اے اہلِ بیت رسول (نبی کی بیبیو! اے امتِ مسلمہ کی ماؤں!) رجس کو دور کرے اور تمہیں پاک صاف کر دے" سبائی حضرات نے یہاں پر اہلِ بیت حقیقی یعنی حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو اہلِ بیت قرآنی یعنی امہات المؤمنینؓ پر فوقیت دے دی اور خود اپنے ہی پیش کردہ کلیہ کے مطابق بعض احادیث کو قرآن پاک کی کسوٹی پر نہ پرکھا کہ یہاں اپنی عقیدت اور محبت کے تحت اہلِ بیت قرآنی کو اسقدر نیچے گرا دیا (مؤلف)

مرتب فرمایا سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کی نقول کرائیں اور سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ نے ان نقول سے مزید نقول کرا کر انہیں مملکت اسلامیہ کے کونے کونے میں پھیلایا۔ اسی قرآن حکیم کے متعلق سیدنا علیؓ اہل بصرہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وعلیکم بکتاب اللہ فانہ	(اے اہل بصرہ) تم کتاب اللہ کو مضبوط
الحبل المتین والنور المبین	پکڑو یہ ایک مضبوط رسی اور روشن نور مفید
والشفاء النافع والری النافع	اور پیاس بجھانے والا پانی ہے اسے جو تھامے
العصمۃ للمتمسک النجاۃ للمتعلق[1]	گا بچ جائیگا اور جو عمل کریگا نجات پائیگا

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعدؓ کو فرمایا

یا سعد تعلموا القرآن[3]	"اے سعد قرآن سیکھو"

اور امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ

ان ھذا القرآن فیہ منار	"اس قرآن میں ہدایت کے چراغ اور
الھدیٰ ومصابیح الدجیٰ[4]	اندھیروں کو دور کرنے والے مشعل ہیں"

---

[1] نہج البلاغہ طبع بیروت جزو اول ص۱۶۲

[2] سیدنا علیؓ تو کتاب اللہ کو کلام حق، مضبوط رسی، دین حق اور روشن نور، مفید شفا اور بے چینی کو چین سے بدل کر سکون بخشنے والی کتاب فرما رہے ہیں مگر ایک غالی سبائی فرماتا ہے

در مذہب ما کلام حق نادِ علیؓ است	طاعت کہ قبول حق بود یادِ علیؓ است
از جملہ آفرینش کون و مکان	مقصودِ خدا علیؓ و اولادِ علیؓ است

یعنی سبائی مذہب میں کلام حق قرآن حکیم نہیں بلکہ نادِ علیؓ ہے اور عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ نہیں بلکہ اصل عبادت خالق حقیقی کی یاد نہیں بلکہ سیدنا علیؓ کی یاد ہے۔ اور اس دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد اللہ کو اور پیغمبروں کے مبعوث کرنے کا مقصد دین حق پیش کرنا نہ تھا بلکہ سیدنا علیؓ اور اولاد علیؓ کے مناقب و محاسن پیش کرنا تھا۔ [3] ...موعظۃ [4] ...اصول کافی ص۳۵۳ [5] ...اصول کافی ص۶۰۶

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں ۔

ان ھذا القرآن ھو النور المبین والحبل المتین والعروۃ الوثقیٰ والدرجۃ العلیا والشفاء الاشفیٰ والفضیلۃ الکبریٰ و السعادۃ العظمیٰ[1]	"یہ قرآن نور مبین ہے، حبل المتین عروۃ الوثقیٰ درجہ علیا ۔ زبردست شفاء، فضیلت کبریٰ اور سعادت عظمیٰ ہے"

قرآن حکیم کی صحت کے متعلق آپ نے سبائی حضرات اور شیعہ حضرات کے تضاد و اختلاف کو ان پیش کردہ روایات سے ملاحظہ فرمایا جو ان کے امام فرماتے ہیں وہ یہ نہیں مانتے اور جو یہ مانتے ہیں ۔ ان کے امام اس کے قائل نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں بھی عبداللہ بن سبا یہودی کی روح اور اس کی ذریت سرگرم عمل ہے کہ جو حب علی کی آڑ میں بغض علیؓ کی تبلیغ کر رہی ہے خدا اس سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک جیسی لاریب کتاب کو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ و پاک رکھا ۔ یہ کلام مقدس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی محفوظ رہا ۔ خلفائے راشدین کے دورِ راشدہ میں اس محفوظ قرآن حکیم کی خوب نشر و اشاعت ہوئی اور ہر قسم کی دستبرد سے محفوظ رہا ۔ آج تک بالکل محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا ۔

---

[1] تفسیر امام حسن عسکری طبع مطبع جعفری صہ ۲۲۳

چنانچہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ٥ (حٰمٓ: ۴۲)	"یہ (قرآن حکیم) یقیناً غالب آنے والی کتاب ہے جھوٹ نہ اس پر اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے وہ صاحب حکمت اللہ کی طرف سے اتاری گئی"

ناسخ و منسوخ

قرآن کریم ایک جامع و مکمل اور لاریب الہامی کتاب ہے۔ اس کے نازل کرنے والا خالق کائنات اور رب العالمین ہے۔ جن کے قلب پر اس کا نزول ہوا وہ سید المرسلین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جن کی وساطت سے نازل ہوئی وہ مقرب ترین فرشتہ جبرئیل امین ہے۔ اور جن قدسی صحابہؓ کے ذریعے اس کلام مقدس کی تبلیغ و نشر و اشاعت ہوئی ان کے متعلق خالق کائنات فرماتا ہے۔

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل (الفتح: ۲۹)	"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں تو انہیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ کے فضل اور رضامندی طلب کرتے ہیں۔ سجدہ کے اثر سے ان کی پہچان ان کے چہروں سے ہوتی ہے یہ صفت ان کی توریت میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت ایسی بیان ہے"

ایسے بے نظیر تسلسل کے بعد بھی قرآن حکیم کے اندر ناسخ و منسوخ ماننا درحقیقت رب کائنات کی قدرت کاملہ، پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار اور قدسی صحابہؓ کے ایمان و عمل پر بہتان عظیم ہے۔ جو بہت بڑی بے ادبی ہے۔ اس مسئلہ ناسخ و منسوخ کی نشر و اشاعت کر کے سبائی مفسدین کا مقصد امت مسلمہ کو خدا کی ذات پر بداء[1] ثابت کرنا ہے۔ وہ خالق ہی کیا جو مخلوق کی طرح اپنے کلام پر قدرت نہ رکھتا ہو اور بلا مقصد ہی آیات کا نزول کر کے بعد میں رد و بدل کرتا رہا ہو۔ رد و بدل تو صرف انسان کے کلام میں ہو سکتی ہے جس کی عقل محدود ہے۔ یہ اپنی عقل کی رسائی تک اپنے علم و عقل کے مطابق کوئی کتاب لکھتا ہے جب اس کو دوبارہ پڑھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ اس کی یہ تحریر کئی پہلو سے تشنہ ہے وہ پھر اس میں کانٹ چھانٹ کرتا ہے اس کے پہلے ایڈیشن کے طبع ہونے پر اُسے خود محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی نامکمل ہی ہے پھر اس کے دوسرے ایڈیشن کے موقع پر اُس میں کچھ مضمون زیادہ کرتا ہے کچھ کم۔ اسی طرح ہر ایڈیشن پر اس مصنف کا یہی حال ہوتا ہے یہاں تک کہ کتاب رہ جاتی ہے اور مصنف مر جاتا ہے۔

لیکن رب کائنات کی عقل و علم لامحدود ہیں۔ اس کے علم و عقل کی رسائی کل کائنات کو محیط کئے ہوئے ہیں وہ ازل سے لے کر کائنات کے نظام کے ہر شعبہ سے واقف ہے کیونکہ وہ خود اُس کا خالق ہے ■ تو کن کہتا ہے۔

---

[1] یعنی قرآن نازل کرتے وقت بے معنی آیات کا نازل کرنا اور بعد میں منسوخ کرنا وغیرہ (مؤلف)

اور اس کے ارادے کی تکمیل فوراً ہو جاتی ہے۔ اگر وہ کائنات کے اس نظام کو بناتا اور بگاڑتا پھر بناتا اور بگاڑتا تو وہ خالق نہ تھا بلکہ یہ نظام کائنات کبھی مکمل ہی نہ ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ آخری الہامی کتاب ایسے نبیؐ پہ نازل ہو رہی ہے جو خاتم النبیینؐ ہے اس کے بعد نہ کوئی نبی مبعوث ہونا ہے اور نہ کسی اور الہامی کتاب ہی کی ضرورت ہے۔ اس لئے خالقِ کائنات نے ایسی بے نظیر کتاب یعنی قرآن حکیم نازل فرمائی جس کے متعلق خود فرمایا کہ وہ لاریب ہے یعنی ہر قسم کے شک و شبہ، تحریف اور ناسخ و منسوخ ہونے سے پاک ہے اور اس کی حفاظت اپنے ذمے لیتے ہوئے فرمایا کہ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹:۱۵)

"اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے اور اس کی حفاظت ہم خود ہی کریں گے"

اور پھر فرمایا

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ (البروج ۲۱:۸۵-۲۲)

"بلکہ یہ قرآن جو بڑی شان والا ہے۔ لوح محفوظ ہے"

اس کے باوجود کوئی قرآن حکیم میں ناسخ و منسوخ کا قائل رہ جائے تو وہ اس کی لاعلمی پہ مبنی ہوگا۔ اگر چند روایات ناسخ و منسوخ کے متعلق ملتی بھی ہیں تو ان میں سے کوئی روایت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی یعنی کسی روایت میں یہ نہیں کہ آپؐ نے کسی آیت کو منسوخ فرمایا ہو اور پھر آپؐ نے تو ہر آیت کو قابل عمل فرمایا ہے اس لئے کسی صحابیؓ کی طرف ناسخ و منسوخ کی روایت منسوب کرنے سے قرآن حکیم کی کوئی آیت منسوخ قرار نہیں دی جا سکتی

اور پھر کمال تو یہ ہے کہ خود بخاری میں بھی اکثر روایات کی حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ جہاں ایک صحابیؓ کی رائے ایک آیت کو منسوخ کرتی ہے وہاں دوسرے صحابیؓ کی رائے اُسی آیت کو غیر منسوخ قرار دیتی ہے اور علماء کا اتفاق ہے کہ ایسی کل روایات ضعیف ہیں چنانچہ خود امامیہ کے علامہ طبرسی کا قول ہے کہ الروایات فی النسخ کلھا ضعیفۃ اور اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں رب کائنات نے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝

اور اگر وہ اللہ کے غیر سے ہوتا تو اس میں ضرور بہت اختلاف پاتے۔

(النساء : ۸۲)

پس ظاہر ہوا کہ قرآن کریم میں اگر اختلاف قبول کیا جائے تو وہ من عند اللہ نہیں اور اگر بقول قرآن شریف اختلاف نہیں تو نسخ کی ضرورت نہیں ہاں قرآن شریف میں سابقہ شرائع کے نسخ کا ذکر ضرور ہے اور اگر اسی سے مسئلہ ناسخ و منسوخ وضع کیا جائے تو یہ باطل اور سراسر ذات باری تعالیٰ پر بہتان عظیم ہے۔

کیا کلام نبیؐ کلام اللہ کو منسوخ کر سکتا ہے

علاوہ بریں سبائیوں نے امت مسلمہ کو قرآن شریف سے منحرف کرنے کے لئے پھر یہ مسئلہ تراشا کہ کلام نبیؐ کلام اللہ کو منسوخ کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک حکم نازل

فرماتا تھا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف عمل کرتے تھے۔ (نعوذ باللہ) اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نبیؐ کی دلجوئی کی وجہ سے اپنے احکامات کو بدلنا پڑتا تھا۔ استغفر اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تو قرآن پاک کی تعلیماتِ مقدسہ کے عین مطابق تھی اسی واسطے فرمایا۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ (الانعام: ۵۰) "میں (محمدؐ) کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اس کے جو میری طرف وحی کی جاتی ہے"

اور اس اطاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو امت مسلمہ کے لئے مشعلِ راہ قرار دیا۔ فرمایا

لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ (الممتحنہ: ۶) "یقیناً تمہارے لئے ان (محمدؐ) میں اچھا نمونہ ہے"

پس ثابت ہوا کہ سبائی مفسدین کا قرآن کریم کے متعلق یہ دعویٰ بھی باطل ہے۔ دار قطنی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی[1] "میرا (محمدؐ) کلام کلامِ خدا کو منسوخ نہیں کرسکتا ہاں کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کرسکتا ہے"

پھر فرمایا

خطب النبی صلعم فقال حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو

[1] منقول از کنز الاثار

ایھا الناس ما جاء عنی یوافق کتاب اللہ فانا قلتہٗ وما جاء کم یخالف کتاب اللہ فلم اقلہٗ[1] "میری کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے اور وہ قرآن کے مطابق ہو تو اُسے میرا قول سمجھو اور اگر مخالف پاؤ تو مسترد کردو"

اور ربّ کائنات قرآن شریف کی آیات کے متعلق فرماتا ہے۔

کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ ۲۰) "یہ کتاب (قرآن) ہے جس کی آیات وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ قرآن عربی میں ہے اُن لوگوں کیلئے جو علم و فراست رکھتے ہیں"

قرآن مجید کی تفسیر

نزول قرآن سے لے کر آج تک اس کی ہزارہا تفاسیر لکھی گئیں مگر ہر دور میں اُن میں تشنگی محسوس کی گئی۔ کسی مفسّر کو یہ دعویٰ نہیں کہ اُس نے قرآن حکیم کی تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنی ہو اور نہ ہی کسی مفسر نے آج تک یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی تفسیر ہر پہلو سے جامع اور مکمل ہے یا حرف آخر ہے بلکہ قرآن حکیم تو ایسی لافانی کتاب ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا چلا جائے گا اس کی تعلیمات اور بھی نمایاں سے نمایاں تر ہوتی چلی جائیں، جوں جوں علوم و فنون اپنی انتہا کو پہنچیں گے اور انسان اپنی ارتقائی منازل طے کرتا چلا جائے گا قرآن حکیم کے حقائق روشن سے روشن تر ہوتے چلے جائیں گے جس قدر علوم و فنون

---

[1] اصول کافی کتاب الفضل حصہ اوّل صفحہ ۱۲۳

آج تک پیدا ہوئے اور جس قدر مزید قیامت تک پیدا ہوں گے ان سب کا ذکر کتاب اللہ میں موجود ہے جس کے متعلق خالق کائنات فرماتا ہے :-

تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ط (ابراھیم: ۲۵) ٥ وہ (قرآن حکیم) اپنے رب کے حکم سے ہر وقت (دور) میں اپنا پھل دیتا ہے

اس لئے قرآن مجید کی باریکیاں علوم وفنون اور حقائق خداوند خالق کی ذات کی طرح لامحدود ہیں کسی مفسر و محقق کی کوئی بھی تفسیر و تحقیق حرف آخر نہیں ہو سکتی اور اس کی تفسیر و تحقیق گذشتہ مفسرین ومحققین ہی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر انسان کو دعوت عام ہے کہ وہ اس بحر علوم و فنون میں غوطہ زن ہو کر گوہر مراد حاصل کرے کل امت مسلمہ پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں گذشتہ اختلافی واقعات کی تحقیق کرے اور جن احادیث اور روایات سے ان اختلافی واقعات کو سچا ثابت کرنے کے لئے وضع کی گئی ہیں اُن کو قرآن پاک کی لاریب کسوٹی پر پرکھے۔ اور حق و باطل میں تمیز کرے تاکہ نسل انسانی کو عموماً اور اُمت مسلمہ کو خصوصاً ان حقائق سے روشناس کرا کر اختلاف اور گمراہی سے بچایا جائے۔

سبائی حضرات نے قرآن مجید کا محرف شدہ ہونا مسئلہ ناسخ ومنسوخ مسئلہ خلق قرآن وغیرہ خلق قرآن اور مسئلہ ناطق قرآن[1] وغیرہ کی تبلیغ و نشر و اشاعت کے

---

[1] سبائی مفسرین کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ قرآنِ ناطق ہیں اور یہ قرآن جو بین الدفتین موجود ہے یہ قرآن صامت ہے۔ (مؤلف)

امت مسلمہ کو قرآن پاک سے برگشتہ کیا اور خدا پہ بداء (بھول جانا) ثابت کرکے اس کلام پاک کو اختلاف شدہ اور تحریف شدہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کرکے بے دین بنانا چاہا۔ امت مسلمہ کو رب کائنات سبائی مفسدین (جو اہل کتاب ہیں) کے ان برے ارادوں سے یوں مطلع فرماتا ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا۔ — اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں جو پر حق ظاہر ہو چکا اور وہ اپنے دل میں حسد کرتے ہیں کہ کسی طرح تمہارے ایمان کو کفر سے بدل دیں۔

(البقرۃ: ۱۰۹)

مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلمانوں کا وہ طبقہ جسے رب کائنات نے فہم و فراست قرآن حکیم مرحمت فرمایا ہے۔ وہ ان فضول روایات و حکایات کے قائل نہیں بلکہ وہ ہر وضعی روایت کو قرآن حکیم کی کسوٹی پہ پرکھنے اور اس کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کرکے امت مسلمہ کو اس سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اور قیامت تک اس فریضے کو ادا کرتے رہیں گے۔

خدائے علیم و خبیر سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے علم و حکمت سے نوازے اور اختلافی مسائل کو قرآن حکیم کی کسوٹی پہ پرکھنے کے بعد اخوت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

سورۂ احزاب اور آیت تطہیر

سورہ احزاب مدنی ہے اور قرآن حکیم .... کی ۳۳ ویں سورت ہے اس کے ۹ رکوع اور ۷۳ آیات ہیں۔ اور مثانی سورتوں میں شمار ہوتی ہے اس سورت کا نزول جنگِ احزاب کے زمانہ یعنی ۵ھ سے شروع ہوا اور ۹ھ تک یہ سورت مکمل ہوئی۔ کیونکہ اس میں اُن تمام واقعات کا تذکرہ ہے جو ۹ھ میں پیش آئے مثلاً واقعہ ایلاء اور تخییر وغیرہ۔

اس سورت کا نام احزاب دشمنان اسلام کی اُس عظیم الشان جمعیت اور لشکر جرار کے پیش نظر رکھا گیا۔ جبکہ عرب کی مختلف قومیں مجموعی طور پر اس نیت سے مدینۃ الرسول پر حملہ آور ہوئی تھیں کہ اسلام، پیغمبر اسلام اور جانثاران اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ خدائے واحد کو پکارنے والا کوئی بھی کائنات میں زندہ نہ رہے یہ لشکر جرار جس کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی مشرکین قریش اور یہود وغطفان کی مجموعی طاقت پر مشتمل تھا جس میں قریش، بنو اسد، غطفان، بنو عامر، بنو سلیم بنو نضیر اور بنو قریظہ سب قبائل تھے۔ ان کی اس زبردست مجموعی طاقت کو شکست دے کر خالق کائنات نے نسل آدم پر اس حقیقت کو واضح کر دیا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا (ظفر علیخان)

غزوہ احزاب میں فتح دے کر رب کائنات نے ثابت کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت کسی وقت بھی اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا نہ سکے گی اور حق ہمیشہ باطل پر غالب آ کر رہے گا۔ غزوہ احزاب میں رب کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے کچھ ایسے معجزنما اسباب و حالات پیدا فرمائے کہ کفار کا یہ لشکر عظیم خود ہی بھاگ کھڑا ہوا۔

اس سورہ کے پہلے رکوع میں بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہر مسلمان سے روحانی ہے جسمانی نہیں خواہ وہ آپ کے منہ بولے بیٹے سیدنا زید ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدنا حسن و سیدنا حسین ہوں۔ چنانچہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ	"اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کر تے ہو تمہاری مائیں بنایا ہے اور نہ تمہارے لے پالک کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ تمہاری اپنی منہ کی بات ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ انہیں
وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ	ان کے باپوں کی طرف منسوب کریں

۱؎ بخاری میں ہے کہ صحابہ حضرت زید بن حارثہ کو "زید بن محمد" کہا کرتے تھے

يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ (الاحزاب ۳۳: ۵)

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹) یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی یعنی ادعوھم لآبائھم یعنی ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو جس سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی بیٹا صرف وہ کہلاتا ہے جو خود ایک آدمی کا اپنا نطفہ ہو۔ اسی لئے جب سیدنا زید بن حارثہؓ نے اپنی بیوی سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دی تو منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کو جائز کرتے ہوئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب ۳۷)

یعنی "جب زیدؓ (رسول اللہ صلعم کے منہ بولے بیٹے ہیں) اس سیدہ زینبؓ سے قطع تعلق کر لیا تو ہم نے اُسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب ▪ ان سے قطع تعلق کر لیں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے"

پس ثابت ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو پیغمبر خدا صلی علیہ وسلم کے نواسے تھے مگر حقیقی بیٹے نہیں تھے بلکہ وہ اولاد

سورہ احزاب کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں جنگ احزاب کا ذکر ہے جس کا نقشہ محافظ اسلام نے ذیل کے الفاظ میں مسلمانوں کی کامیابی اور آئندہ بقا کے متعلق پیش فرمایا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) سیدنا علیؓ ہی شمار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا کہ ادعوھم لاباءھم ھو اقسط عند اللہ × یعنی "انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کریں یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے" اس لئے ان صاحبزادگان کو مسلمان عموماً آل نبیؐ اور اولادِ علیؓ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حسنینؓ حقیقی بیٹے تو سیدنا علیؓ کے ہیں اور آل نبیؐ میں اسی طرح شامل ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ، سیدنا علیؓ کے علاوہ دیگر صحابہؓ اور قیامت تک کے لئے تمام کلمہ گو شامل ہیں۔

اور پھر شروع میں یہ فرمایا کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ کہ "اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر دو دل نہیں بنائے اس حقیقت کی وضاحت فرما دی کہ جس طرح کسی انسان کے اندر دو دل نہیں ہوتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی شخص کے دو حقیقی باپ ہوں اس لئے سیدنا زید بن حارثہؓ یا سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ اپنے حقیقی باپ کے بیٹے ہی کہلائیں گے یعنی سیدنا زیدؓ، زیدؓ بن حارثہؓ ہی کہلائیں گے اور حسنینؓ ابنائے علیؓ ہی کہلائیں گے۔

قرآن کریم کے ان الفاظ کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان خواہ مخواہ کسی کو ابن رسول اللہ کہے تو اس کے متعلق قرآن حکیم میں خداوند عالمین کا اٹل فیصلہ موجود ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

(الاحزاب ۹ تا ۱۱)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو جب تم پر لشکر آپہنچے سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور اللہ اسے جو تم کرتے تھے دیکھتا تھا جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آگئے اور جب آنکھوں میں اندھیرا آگیا اور دل (دہشت سے) منہ کو آتے تھے اور تم اللہ پر مختلف قسم کا ظن کرنے لگے تھے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت مصائب میں ڈالے گئے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱) ذلکم قولکم بافواہکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (الاحزاب ۴)
"یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے رستہ پر چلاتا ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ کے نواسے ہونے کی بجائے آپ کے حقیقی بیٹے سمجھ لئے جائیں جس کی نفی خود خالق کائنات نے مندرجہ ارشادات سے فرما دی ہے بیشک ہر نانا اپنے نواسوں کو بیٹا کہہ کر ہی پکارتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور انسان بھی اپنے خسر کو اسی رشتہ سے پکارتا ہے جو رشتہ اس کی بیوی کا اس کے خسر سے ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ خسر واقعی اس کے حقیقی باپ ہیں اور اگر یہی سمجھ لیا جائے تو بہن بھائی کی شادی کس طرح جائز ہو سکتی ہے (مؤلف)

اس سورہ کے تیسرے رکوع کے شروع میں امت مسلمہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ایک کامل نمونہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ (الاحزاب : ۲۱، ۲۲)

"یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول (محمد) میں نیک نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔ اور جب مومنوں نے جماعتوں کو دیکھا انہوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس نے انہیں صرف ایمان اور فرمانبرداری میں بڑھایا"

اس سورہ مبارکہ کے چوتھے رکوع میں اہل بیت تطہیر یعنی ازواج رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہے اور اس سورہ کی ابتدا میں یہ جو فرمایا تھا کہ " اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ " کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ؓ تمام امت مسلمہ کی مائیں ہیں اس کی تشریح رب کائنات نے اس رکوع میں اس حقیقت کو آشکارا فرمایا کہ جس طرح رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں ان کے اہل بیت ؓ (گھر والیاں) بھی بے مثل ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ کہ بنی آدم میں کوئی میرے جیسا نہیں اَيُّكُمْ مِثْلِي اور تم میں کون میرے جیسا ہے۔ اسی طرح آپ ؐ کی ازواج مطہرات ؓ کے متعلق

ربّ کائنات نے بڑے زوردار الفاظ میں فرمایا یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ (الاحزاب : ۳۲) اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو" یعنی دنیا کی کوئی عورت آپؓ جیسی نہیں آپؓ سب بے مثل ہیں اور ان اہل بیتؓ رسولؐ کے درجات اس لئے بلند فرمائے تاکہ امت مسلمہ کو اپنے روحانی باپ (پیغمبر سادات ؐ) اور اپنی روحانی ماؤں (امہات المومنینؓ) کی فضیلت و بزرگی پر نجیب الطرفین ہونے کا فخر ہو۔

اہل بیت تطہیرؓ

بیت کے معنی گھر اور اہل اس میں رہنے والے یعنی گھر کے رہنے والے کسی گھر میں رہنے والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے اور یہ لفظ روزانہ ہم اپنے گھر کے متعلق کئی بار استعمال بھی کرتے ہیں اس سے مراد عموماً بال بچے اور خصوصاً بیوی ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم جب کسی دوست سے اس کے گھر کے حالات دریافت کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں آپ کی بچی کا کیا حال ہے۔ بچہ کیسا ہے اور گھر سے کیسے ہیں یعنی آپ کی رفیقۂ حیات کیسی ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں اہل وعیال کیسے ہیں جس میں اہل کا مطلب بیوی اور عیال سے مراد بچے ہوتے ہیں پھر اگر بہن بھائی آپس میں جھگڑ پڑیں تو ہمیشہ اس کی بہن کو مظلوم قرار دیتے ہیں اور اس کے بھائی کو کہتے ہیں کہ بیٹا اس بیچاری کو کیوں ستاتا ہے۔ دو دن کی تو مہمان ہے۔ کل ہی اپنے گھر چلی جائے گی یعنی اس کا تعلق اس گھر سے نہیں بلکہ اس کا تعلق اپنے خاوند کے گھر سے ہے اور جب ہم اپنے بچے کی شادی کی خانہ آبا

کر دیتے ہیں تو کسی کے پوچھنے پر یہی کہتے ہیں کہ اب وہ اپنے گھر والا ہے۔ یا اُس نے اپنا گھر آباد کر لیا ہے۔ اور جب بیٹی کو بیاہ دیتے ہیں تو کیا اُس کو نصیحت نہیں کرتے کہ اب تمہارے خاوند کا گھر تمہارا گھر ہے اس کی عزت تمہاری عزت ہے اس کے گھر سے اب تیرا قدم نکلے تو موت کے بعد نکلے وغیرہ وغیرہ۔

پس ظاہر ہوا کہ اہل بیت سے متعلق اس گھر کے رہنے والے عموماً اور ازواج خصوصاً ہوتے ہیں اور پھر بیٹی بیچاری کی تو کوئی ذات نہیں ہوتی جس کے ساتھ بیاہی گئی اُس کی اور اس کی اولاد کی وہی ذات ہو گئی۔

اس سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نہ تھیں اور کون مسلمان اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ سیدنا علی رضی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بچپن نہیں گزارا۔ یقیناً جب تک یہ دونوں میاں بیوی نابالغ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتے تھے اہل بیت رسول ؐ تھے مگر جب یہ بالغ ہو گئے اور ان کی شادی خانہ آبادی ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو چھوڑ کر انہیں علیحدہ گھر بسانا پڑا۔

اس حقیقت سے بھی کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ سورہ احزاب جس میں آیت تطہیر اور اہل بیت تطہیر کا ذکر ہے اس کے نزول کا زمانہ ۵ھ سے ۹ھ تک ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اور سیدنا علی رضی کی شادی خانہ آبادی ۲ھ میں ہو گئی تھی اور ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر چھوڑنا پڑا پس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں جو اہل بیت رضی

رسولؐ کو خطاب ہے وہ صرف وہ ازواج مطہرات رضؓ ہیں جو بیت رسولؐ کی محافظ و نگہبان تھیں۔

علاوہ ازیں آیۂ تطہیر کے مخاطب ازواج مطہراتؓ کے علاوہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہؓ اور داماد حضرت علیؓ اور اُن کے صرف دو نواسے حسنینؓ سمجھے گئے مسلمانو سنی ہو یا شیعہ حضرت علیؓ و سیدتنا فاطمۃ الزہرا کی اولاد کے متعلق یوں لکھتے اور کہتے ہیں۔ آل نبیؐ اولادِ علیؓ یعنی جس طرح تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے اسی طرح حضرت علیؓ اور ان کی اولاد بھی حضورؐ کی آل ہے مگر یہ سب اولاد صرف سیدتنا علیؓ ہی کی ہیں، تو آپؐ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ جو سنہ ۱۰ھ تک زندہ تھے اُن کو کس طرح اہل بیتؓ رسولؐ سے خارج کیا جا سکتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ ابراہیم (حضورؐ کے صاحبزادے) نے سہ شنبہ کے دن وفات پائی۔ ربیع الاول کی دس شبیں گذر چکی تھیں اور دسواں سال تھا (یعنی ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ)[1]

اور پھر آپؐ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ جو سیدہ فاطمہؓ کی بہن تھیں ۹ھ تک زندہ رہیں اور اُن کے رفیق حیات داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ بھی حیات تھے اُن کو کیوں اہل بیتؓ رسولؐ میں شامل نہیں کیا گیا۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزو اول صفحہ ۱۶

شعبان ۹ھ (سیدہ ام کلثومؓ) نے وفات پائی۔ آنحضرتؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو طلحہؓ، حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اتارا۔[1]

علاوہ ازیں آپؐ کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی دختر نیک سیرت سیدہ امامہ بنت ابو العاص جو بعد وفات سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سیدنا علیؓ کی زوجیت میں آئیں اور جن کے بھائی اور خاتم الانبیاءؐ کے نواسے سیدنا علیؓ جو جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعد از وفات والدین یہ دونوں بچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و سرپرستی میں آپ ہی کے گھر پر پرورش پا رہے تھے ان کو اہل بیت رسولؐ سے کس طرح خارج کیا جا سکتا ہے۔

• آنحضرت صلعم کو امامہؓ سے نہایت محبت تھی آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد میں امامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے اسی طرح نماز ادا فرمائی۔ اللہ اکبر۔[2]

• آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیے میں بھیجیں جن میں ایک زریں ہار بھی تھا۔ امامہؓ ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں۔

---

[1] طبقات جلد ۸ ص ۲۵/۲۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱ سیر الصحابیات ص ۹۳
[2] سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۶

آپؐ نے فرمایا میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا لیکن آپ نے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔ بعض روایتوں میں ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے[1]

سیدہ امامہؓ کے بھائی سیدنا علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ "حضرت ابو العاص کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک فرزند علیؓ اور ایک دختر امامہؓ۔ علیؓ ہجرت کے قبل پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو اپنی گود میں لیا اور وہ آپؐ کے سایۂ عاطفت میں فیض تربیت حاصل کرتے رہے فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو علیؓ آپؐ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ سن بلوغ اپنے والد ابو العاصؓ کی زندگی میں انتقال کیا لیکن ابن عساکر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علیؓ جنگ یرموک تک زندہ رہے۔ اسی جنگ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا"[2]

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کے متعلق وہ احادیث کساء جن میں صرف سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت حسنینؓ کو اہل بیتؑ میں داخل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ساری اولاد اور نواسے نواسیوں اور داماد وں کو خارج کیا گیا ہے موضوع ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل بیتِ تطہیرؓ جن کے متعلق آیتِ تطہیر

---

[1] سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۷ ، زرقانی ج ۳ ص ۲۲۵ بروایت مسند ابن حنبل

[2] اصابہ صفحہ ۵۰۱ ، صحابیات مؤلفہ مولینا نیاز محمد خاں فتح پوری صفحہ ۴۲

نازل ہوئی صرف ازواج النبیؐ ہیں اور انہیں کو خطاب کرتے ہوئے خالق کائنات نے اہل بیت رضی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

مگر سبائی مفسدین نے امہات المومنینؓ کو اہل بیت رسولؐ سے خارج کرنے کی غرض سے احادیث کساء وضع کر کے ان ازواج مطہراتؓ کو اہل بیتؓ رسولؐ سے خارج کرنے کی نہ صرف بے جا کوشش کی ہے بلکہ اہل بیت رسولؐ کے متعلق امت مسلمہ میں بھی افتراق و تفریق پیدا کر دی ہے اور یہی عبداللہ بن سبا یہودی کا مقصد اور اس کی ذریت کی تبلیغ و عمل ہے۔

بے مثل نبی

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے عظیم الشان نبی ہیں جن کی زندگی کا ہر گوشہ بے مثل و بے عدیل ہے۔ آپؐ کو رب کائنات نے بچپن ہی سے والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔ آپ کو یتیم کرنے میں بھی راز خداوندی پنہاں ہے۔

حضرت عبداللہ کی وفات میں راز ربانی

سرکار رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کا نام عبداللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد محترم اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انہیں اپنے پاس بلا لینے میں بھی ایک راز پنہاں تھا اور وہ یہ کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ممکن تھا ان کی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اور بھائی بہن پیدا ہوتے یا وہ عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کی والدہ محترمہ کے علاوہ اور عورتوں سے تعلقات ازدواجیت جوڑتے۔ اور آپؐ کی دوسری ماؤں سے آپؐ کے بھائی بہن پیدا ہوتے مگر خداوند تعالیٰ نے آپؐ کو بے مثل پیدا کیا تھا اور بے مثل ہی رکھنا تھا۔

حضرت آمنہ کی وفات میں رازِ خداوندی

آپؐ جب چھ برس کے ہوئے۔ تو آپؐ کی والدہ محترمہ آپؐ کو لے کر والد کی قبر دکھلانے مدینے گئیں۔ مگر ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ آپؐ کی والدہ محترمہ کی وفات میں بھی رازِ خداوندی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عرب کے دستور کے مطابق اور آپؐ کی پرورش کی خاطر بھی کسی اور سے شادی کر لیتیں تو عین ممکن تھا کہ اُن کے بطن سے اولاد پیدا ہو جاتی اس لئے آپؐ کے والدین کو بھی اللہ نے اپنے پاس بلا لیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہی ہیں

سیدنا علیؓ آپؐ کے حقیقی بھائی نہیں بلکہ آپؐ کے چچا ابوطالب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ابوطالب نے حضورؐ کی مکمل حمایت کی مگر وہ نہ تو خود ہی مشرف بہ اسلام ہوئے اور نہ ہی اُن کے بڑے لڑکے طالب، جن کے نام سے اُن کی کنیت مشہور ہے اسلام لائے۔ کثیر الاولاد ہونے کی وجہ سے تمام خاندان کا بوجھ اُٹھانا ابوطالب کے لئے بہت مشکل تھا چنانچہ قحط کے موقعے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی۔ داماد۔ مرید اور صحابیؓ ہونے پر بھی اُمت مسلمہ نے جو مقام سیدنا علیؓ کو دیا ہے وہ روزِ روشن

کی طرح عیاں ہے یہاں تک کہ سبائی حضرات نے آپؓ کو خدائی کا مقام دے دیا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب چچازاد بھائی کو یہ مقام دے دیا ہے اگر آپؐ کے کوئی حقیقی بھائی ہوتے تو خدا بہتر جانتا ہے امت مسلمہ اُن کو کیا مقام دیتی اسی لئے آپ کو بچپن ہی میں یتیم کر دیا تاکہ آپؐ کا مثل کائنات میں پیدا ہی نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بیٹوں کی وفات میں مشیت ایزدی

کو ربّ کائنات نے چار صاحبزادیاں سیدہ رقیہؓ، سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ مرحمت فرمائیں اوّل الذکر تینوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پاگئیں اور سیدہ فاطمۃ الزہرؓ بھی ۱۱ھ میں آپؐ کی وفات کے چھ ماہ بعد آپؐ سے جاملیں۔

ان کے علاوہ رب کائنات نے آپ کو تین صاحبزادے بھی مرحمت فرمائے قاسم، طیب، اور طاہر مگر خالق کائنات نے ان تینوں صاحبزادوں کو بھی بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا تاکہ کل کو کوئی خاتم النبیین کی وراثت کا دعویٰ ہی نہ کر بیٹھے۔

سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ تو فرزندانِ سیدنا علیؓ اور آپؐ کے نواسے ہیں لیکن امتِ مسلمہ نے جو مقام اُن کو دے دیا ہے اسی سے اندازہ لگائیں کہ اگر آپؐ کے حقیقی فرزندان زندہ رہتے تو اُمتِ مسلمہ ان کو کیا مقام دیتی اور سبائی حضرات نے آپؐ کے نواسوں کو وارثانِ نبوت قرار دے کر خود

خاتم النبیین کی بے حرمتی کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حضورؐ کے سایہ نہ ہونے میں راز

مسلمانوں کے ایک طبقے کا ایمان ہے کہ رسول مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ایسے ہی بے مثل ہیں جیسے ذات ربانی۔ لیکن فطرت خداوندی نے اپنی وحدانیت کو قائم و دائم رکھنے کے لئے سیدنا علیؓ کو اسی نور سے خلق فرمایا جس نور سے پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق فرمایا تھا۔ مگر کائنات کا ذرہ ذرہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ حضرت علیؓ کا سایہ تھا اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ اسی نور سے پیدا ہوئے ہوں جس نور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق ہوئے کیونکہ وہ تو ایسے نور سے پیدا ہوئے جس کا سایہ نہیں تھا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ نور ہیں کہ جن کے لعاب دہن نے غزوہ خیبر کے موقعہ پر سیدنا علیؓ کی مشکل کشائی فرمائی اور ان کا آشوب چشم اچھا ہوا۔ اور اسی نور کی برکت دعا سے خیبر فتح ہوا۔ ورنہ بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر فتوحات حضرت علیؓ نے کی ہیں ان کی تاریخ شاہد ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اس نور سے پیدا نہیں جس نور سے پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ بلکہ آپؓ تو اس نور سے پیدا ہیں جس کی کل کائنات قیامت تک محتاج ہے۔ روایت ہے کہ:۔

• اسی طرح کفار نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں کو کہا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تم ہمارے جیسے بشر ہو۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں

اَیُّکُمْ مِثْلِی تم میں کون میرے جیسا ہے (مسند احمد حنبل وغیرہ) اسی کتاب کی
فصل ثانی باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سے مروی ہے لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ (ترمذی) کہ میں نے آپ کی
مثل نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا ہے اور نہ ہی بعد۔ آپ کی دو حدیثیں ہیں آپ
کی یہ شان اور معجزہ ہے مَا وَقَعَ ظِلُّہٗ عَلَی الْاَرْضِ قَطُّ آپ کا سایہ زمین
پر نہ واقع ہوتا تھا (کیونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا) مَا نُظِرَ
بَوْلُہٗ عَلَی الْاَرْضِ قَطُّ۔ آپ کا پیشاب وغیرہ ہرگز نظر نہیں آتا تھا (کہ
زمین تبرک کے طور پر نگل لیتی تھی) لَمْ یَجْلِسِ الذُّبَابُ عَلَیْہِ قَطُّ
آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی (ورنہ مر جاتی تھی یا ایسا نہ ہو کہ ناپاک
جگہ بیٹھ کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بیٹھے) لَمْ
یَحْتَلِمْ قَطُّ آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ (یہ شیطانی کام ہوتا ہے
نبی اس سے معصوم ہیں) لَمْ یَتَثَاءَبْ قَطُّ آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی
لَمْ یَهْرُبْ مِنْہُ دَابَّۃٌ رَکِبَهَا قَطُّ کوئی وحشی جانور آپ سے
بھاگتا نہ تھا جس پر سوار ہوتے بلکہ حضور کے لئے گردن جھکا دیتا تھا —
تَنَامُ عَیْنَاہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل کبھی نہیں
سویا (اسی لئے سونے سے آپ کا وضو باقی رہتا تھا) وُلِدَ مَخْتُوْنًا
آپ مختون پیدا ہوئے۔ یَنْظُرُ مِنْ وَّرَائِہٖ کَمَا یَنْظُرُ مِنْ اَمَامِہٖ
آپ پیچھے سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا آگے سے۔ کَانَ اِذَا جَلَسَ
بَیْنَ قَوْمٍ کَانَ کَتِفَاہُ اَعْلٰی مِنْهُمْ آپ جب لوگوں میں بیٹھتے تو

ان سب سے اونچے معلوم ہوتے تھے[1]

خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کلام نے ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر پہلو سے لاثانی تھے۔

انبیاء اور لاثانی نبی

آپ ہی وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے لیے ربِ کائنات نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور آپ کی امداد کریں گے یہ عظیم الشان عہد "میثاق النبیین" کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ○

(آل عمران: ۸۱)

اور جب خدا نے سب نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس رسول (محمد) آئیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں۔ تو ضرور اس پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس شرط پر ہمارا عہد لیتے ہو۔ سب بولے کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ خدا نے کہا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں

---

[1] احسن الہدایات اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف ترجمہ مولوی نذیر الحق صاحب میرٹھی ص ۱۰۵)

آپؐ کے متعلق حضرت ابراہیمؑ جیسے برگزیدہ نبیؑ نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ :-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا	"اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان
مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ	انہیں میں سے ایک رسول اٹھا جو تیری آیات
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	ان پر پڑھے اور انہیں کتاب اور حکمت
وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ	سکھلائے اور انہیں سنوارے تو ہی زبردست
الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ (البقرہ ، ۱۲۹)	حکمت والا ہے"

اور حضرت عیسٰیؑ نے بھی آپؐ کا خیر مقدم کیا اور آپؐ کی بعثت کی پیشگوئی کی جس کو خالق جن و بشر ذیل کے الفاظ میں پیش فرماتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ	"اور جب عیسٰی ابن مریمؑ نے کہا کہ
يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ	اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ
اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا	کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھ سے آگے
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ	جو توریت ہے میں اس کا مصدق ہوں
مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي	اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں
اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ (صف ۶)	جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد ہوگا"

اور پھر رب کائنات نے فرمایا کہ احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایسے برگزیدہ نبی ہیں کہ ان کا ثانی یعنی وارث کوئی نہ ہوگا جو خاتم النبیین ہوں گے۔ اس کے بعد دنیا میں نسل آدم کی اصلاح کے لئے اور کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ان کی اولاد نرینہ ہوگی مگر زندہ نہ رہے گی تاکہ کل کو وراثت و خلافت

کا حیثیت ہی نہ رہنے فرمایا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝

"محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں"

(الاحزاب : ۴۰)

کتاب اللہ اور بے مثل نبیؐ

حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خود بے مثل ہیں۔ رب کائنات نے آپ پر قرآن شریف جیسی الہامی کتاب نازل فرمائی وہ بھی لاریب و بے مثل ہے اور اس بے مثل کتاب کے متعلق رب کائنات نے ایک عظیم الشان اور معجز نما دعویٰ بڑے زوردار الفاظ فرمایا کہ :۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

"تو (اے محمدؐ) کہہ اگر سب آدمی اور جن ایسا قرآن لانے پر جمع ہو جائیں تو اس کی مانند ہرگز نہ لا سکیں گے اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں"

(بنی اسرائیل ۹۰)

رب کائنات اور اس کے بے مثل پیغمبرؐ کا دعویٰ کتاب اللہ جیسی بے مثل کتاب کے متعلق آج تک موجود ہے اور قیامتؐ تک قائم و دائم رہے گا۔ نسل آدم نے پہاڑوں کی چوٹیاں تو سر کر لیں۔ زمین کے دفینوں کو تو کھود ڈالا

سمندر کی گہرائیوں کو تو ناپ لیا تسخیر فطرت کے لئے تو دوڑ دھوپ شروع کردی مگر کسی دور میں بھی تمام مخلوق میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوسکی کہ خدا کے دعویٰ کو چیلنج کرسکے۔ پوری کتاب تو کیا ایک آیت ہی بنا دے جسطرح پیغمبر کائنات بے مثل ہیں اسی طرح جو کتاب آپؐ کو دی گئی وہ بھی بے مثل ہے

اسلام اور لاثانی نبیؐ

خالق کون و مکان نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو دین بھی دیا تو اسلام جیسا بے مثل دین جو کل کائنات کا دین ہے فرمایا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ”دین خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے“

(آل عمران: ۱۷)

پھر اس دین مقدس کے متعلق فرمایا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۚ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○

(آل عمران: ۸۴)

”اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

پھر فرمایا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی تعلیم و تبلیغ کو مکمل فرمایا اسی طرح اسلام نے دین کو مکمل کیا اس کے بعد اب دین میں کسی قسم کی ترمیم و تجدید کی ضرورت نہیں۔ اس بے مثل دین کے متعلق فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

”آج میں تمہارا دین تمہیں پورا دے چکا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط — اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کی

(المائدۃ : ۵)

صحابہؓ اور بے مثل نبیؐ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بے مثل نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضہ بھی دیئے تو بے مثل حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبیؑ کو ایسے جانثار صحابہؓ نہ ملے جیسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ایسے عدیم النظیر صحابہؓ کی شان و عظمت کے متعلق رب کون و مکان فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط

(الحجرات : ۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو
ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت
ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں
رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ سے فضل
اور رضامندی طلب کرتے ہیں سجدہ کے
اثر سے اُن کی پہچان اُن کے چہروں سے ہوتی
یہ صفت اُن کی توریت میں ہے اور
انجیل میں اُن کی صفت ایسی ہے جیسے
کھیتی جس نے پہلے سوئی نکالی پھر اُس کی
کمر مضبوط کی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنی
نال پر کھڑی ہو گئی کسان کو بھی معلوم ہوتی
ہے تاکہ اُن سے کافروں کا جی جلائے"

خلیفۂ رسول اللہ اور بے مثل نبیؐ

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے خلیفہ و بزرگ ترکے بے مثل خلیفہ ہیں

اور چونکہ خاتم النبیین ہیں لہذا خلافتِ ربانی کے آخری خلیفہ ہیں آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد رب کائنات نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو آپ کا جانشین و خلیفہ مقرر فرمایا جسے دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت بھی موت کے گھاٹ نہ اتار سکی۔ آپ وہ بے مثل خلیفہ ہیں جن کے احسانات ہمیشہ ہمیشہ امت مسلمہ پر رہیں گے۔ آپؐ کی خلافت کی پیشگوئی ذلِک الکتاب لاریب الفاظ میں فرمائی :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النسآء : ۶۹)	"اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے رسول کا تابعدار ہوا سو وہی لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور یہ عمدہ ساتھی ہیں۔"

چنانچہ اس آیت مبارکہ کی ترتیب کے مطابق ہی خلافت راشدہ کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے اور جس طرح رب کائنات کے بے مثل خلیفہ سرکار رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی طاقت قتل نہ کر سکی۔ آپؐ کے بے مثل خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بھی کوئی طاغوتی طاقت قتل نہ کر سکی۔ آپؐ کے متعلق سرمد کونین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

عن ابی سعید خدری قال	"ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان من امن الناس
علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر
ولو کنت متخذا خلیلا غیر
ربی لاتخذت ابابکر ولکن
اخوة الاسلام ومودتہ لا
لا یبقین فی المسجد باب
الا سد الا باب ابابکر[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا سب لوگوں میں ابوبکرؓ کا
احسان مال اور صحبت کی رو سے مجھ
پہ زیادہ ہے اور جو میں اپنے پرو
کے سوا کسی کو جانی دوست بناتا تو
ابوبکرؓ کو بناتا۔ اسلام کا بھائی چارہ
اسلام کی محبت اُن سے ہے اور
مسجد کی طرف کسی کا دروازہ نہ رہے
بند کر دیئے جائیں ماسوا ابوبکرؓ کے د

اور سیدنا علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ شیخینؓ کی بہت عزت

عن ابن ابی ملیکۃ انہ سمع
ابن عباس یقول وضع عمر
علی سریرہ فتکنفہ الناس
یدعون ویصلون قبل ان یرفع
وانا فیھم فلم یرعنی الا رجل
اخذ منکبی فاذا علیؓ فترحم
علی عمر وقال ما خلفت احدا

ابن ابی ملیکہؓ سے مروی ہے کہ ا
نے ابن عباسؓ سے سنا جب حضرت
جنازے پہ رکھے گئے تو تمام لوگ ا
گرد جمع ہو گئے اُن کے لئے دعا کرتے
جنازے کی نماز پڑھتے تھے ابھی
جنازہ اٹھایا نہیں گیا تھا کہ ایک شخص
نے میرا کندھا تھام لیا دیکھا تو

۱؎ صحیح بخاری کا چودھواں پارہ کتاب المناقب

احب الی ان القی الله بمثل عمله منك وایم الله ان كنت لاظن ان یجعلك الله مع صاحبیك وحسبت انی كنت كثیرا اسمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول ذهبت انا وابوبكر وعمر ودخلت انا وابوبكر وعمر وخرجت انا وابوبكر وعمر[1]

ہوں حضرت علی ہی کہنے لگے عمرؓ! اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم کرے آپؓ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا کہ میں اُس کے سے اعمال پر اللہ سے ملنے کی آرزو کروں قسم خدا کی مجھ کو تو یہی گمان غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کو آپؓ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھیگا میں جانتا ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا ہے کہ جب میں جاتا تو ابوبکرؓ وعمرؓ فرماتے حتی کہ اندر باہر آتے جاتے ابوبکرؓ وعمرؓ ہی فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلعم کے خسر اور بے مثل نبیؐ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خسر بھی ملے تو بے مثل۔ ان میں سے زیادہ مشہور سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا ابوسفیانؓ ہیں ان تینوں بزرگان دین نے خدمت اسلام میں تن من دھن کو قربان کردیا۔ حضرات شیخینؓ کے متعلق تو آپ پڑھ چکے۔ لیکن سیدنا ابوسفیانؓ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اپنی موت تک مشرکین اور کفار سے برسرپیکار

---

[1] صحیح بخاری چودہواں پارہ باب المناقب

رہے یہاں تک کہ غزدہ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی اور یرموک میں وہ بھی جاتی رہی۔ بلکہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں کعبۃ اللہ کو جائے امن قرار دیا وہاں سیدنا ابوسفیانؓ کے مکان کو بھی دار الامن قرار دیا اور بعد میں خلفائے اسلام کے دور میں یہ مکان واقعی حدود کعبۃ اللہ میں شامل کر لیا گیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے خلیفۃ الرسول منتخب ہوتے ہی آیت استخلاف کے ایک ایک حکم کو پورا کر کے ثابت کر دیا کہ آپؓ واقعی خلیفۃ النبی منتخب ہونے کے مستحق واہل تھے آپؓ کی وفات کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے اور آپؓ نے جو خدمات انجام دیں دوست دشمن قیامت تک اُن کے مداح رہیں گے۔

دامادِ رسولؓ اور بے مثل نبیؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے دو بیٹیاں بھی دیئے تو لاثانی آپؐ کی دو صاحبزادیاں سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ یکے بعد دیگرے سیدنا عثمانؓ کے حبالۂ نکاح میں آئیں اور آپؓ ذوالنورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؓ نے اپنے مال و دولت سے اسلام کی وہ خدمت کی جس کی تاریخ اسلام شاہد ہے بلکہ غزدہ عسرت تو آپؓ ہی کے مال و دولت کا نتیجہ تھا۔

وقال النبی صلی اللہ وسلم من "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"

لہ سیرت النبی جلد ا ص ۲۷۷

من يحفر بئر رومة فله الجنة فحفرها عثمان وقال من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهزه عثمان

جو شخص رومہ کا کنواں کھدوا دے اُس کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضی نے اس کو کھدوا دیا اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص جیش عسرت (یعنی افواج تبوک) کا سامان کر دے اس کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضی نے اس کا سامان بھی کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کردہ قرآن شریف سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی نے جو نقل کرا کر نسخے تیار کیے اُن سے مزید نقول کرا کر سیدنا عثمان رضی نے قرآن پاک کو ممالکت اسلامیہ کے مشرق و مغرب میں پھیلایا اور "ناشر القرآن" کے لقب سے ملقب ہوئے۔

آپ کے دوسرے داماد سیدنا علی رضی آپ کی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی کے رفیق حیات تھے آپ بہت ہی بہادر تھے حیات نبوی میں اسلامی فتوحات میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور دشمنان اسلام کے بڑے بڑے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ آپ کی بہادری کے کارناموں کی تاریخ اسلام مداح ہے۔ آپ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اما ترضى ان یکون منی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی کو فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں کہ

---

[1] بخاری پارہ چودھواں باب المناقب

بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ ‫ تمہارا درجہ مجھ سے ایسا ہو جیسا حضرت ہارونؑ کا درجہ حضرت موسیٰؑ کے پاس تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے رفیقِ حیات سیدنا ابو العاصؓ تھے جن سے آپؐ بہت خوش تھے۔ جس وقت سیدنا علیؓ دشمنِ اسلام ابو جہل کی لڑکی جویریہ سے شادی کرنے لگے تو آپؐ نے سیدنا ابو العاصؓ کے متعلق ارشاد فرمایا

انکحت ابا العاص بن الربیع فحدثنی وصدقنی[1] ‫ "میں نے ایک بیٹی (سیدہ زینبؓ) کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے کیا اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا کر دکھایا"

حضورؐ کے سالے اور بے مثل نبیؐ

پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے سالے بھی ویسے ہی لاثانی جن میں سے مشہور ترین سیدنا عبد الرحمٰن بن سیدنا ابو بکر صدیقؓ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ بن ابو سفیانؓ ہیں ان تینوں حضرات کی سیرت طیبہ و زریں واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے ہر ایک بزرگ اپنے اپنے کردار کے لحاظ سے لاثانی ہیں۔

حضورؐ کی صاحبزادیاں اور بے مثل نبیؐ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کائنات

---

[1] صحیح بخاری پارہ چودھواں باب المناقب

نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ چاروں صاحبزادیاں نہایت نیک سیرت تھیں اور اپنے زمانہ میں اپنی سیرت طیبہ کے لحاظ سے لاثانی تھیں۔

سیدنا علیؓ اور بے مثل نبیؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں سیدنا علیؓ کو جس محاذ پہ بھیجا آپؐ کی دعائیں ان کے شامل حال رہیں۔ فتح و کامرانی نے اُن کے قدم چومے۔ خیبر کے محاذ پر بھیجتے وقت آپؐ کا لعاب دہن ان کی مشکلکشائی کا موجب ہوا۔ آپؐ کی دعاؤں سے خیبر فتح ہوا۔ لیکن آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد خود سیدنا علیؓ کی اپنی وفات تک ان کو ہر موقع و محاذ پر نامرادی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ خود ان کے اپنے ایک محب ابن ملجم نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن حضورؐ کو رب العزت نے ہر موقع اور ہر محاذ پر فتح و کامرانی بخشی بلکہ سیدنا علیؓ کی فتوحات جو آپؐ کی حیات اقدس میں ہوئیں وہ تو آپؐ ہی کا معجزہ ہیں نہ کہ سیدنا علیؓ کا کمال۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ:۔

"ایک روز جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے حاضرین پر خاموشی چھائی تھی کہ سامنے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نمودار ہوئے اور آتے ہی قدم بوس ہوئے۔ ابھی اپنی جگہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ حضور سرور کائنات صلعم نے دریافت کیا "کیوں علیؓ! تم نے کبھی ہمیں بھی دیکھا ہے؟" عرض کیا "یارسول اللہ! میری جان صدقے اور میرے والدین قربان ہو جائیں میں نے آپؐ کو جیسے دیکھنے کی طرح دیکھا ہے! جنگ اُحد میں، جنگ بدر میں،

جنگ حنین میں۔ غرضیکہ بڑے بڑے معرکوں میں حضورؐ کی دلیری، شجاعت اور نبوت کی نشانیاں دیکھ چکا ہوں۔ اپنی خوش نصیبی سے ہر وقت حضورؐ کے ہمرکاب بھی رہتا ہوں اور اس وقت بھی حضورؐ کو دیکھ رہا ہوں" جناب رسالت پناہیؐ نے فرمایا کہ "نہیں! علیؓ تم نے ہمیں نہیں دیکھا! نہیں دیکھا!! نہیں دیکھا!!!" ان الفاظ کی تپش اور انداز کے جذبے نے علیؓ کو بے قرار کیا اور اسی وقت ان کو بخار آگیا جسم میں لرزہ تھا۔ قلب پر دہشت تھی۔ رسول مقبول صلعم سے اجازت لی اور گھر واپس آ گئے۔ جناب خاتون جنتؓ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور گریہ وزاری شروع کر دی۔ جناب سیدہ نے آپؓ کو ایک کمبل اوڑھا دیا اور آپؓ لیٹ گئے۔ جناب سیدہ نے ایک کنیز کو بلا کر خدمت والا میں بھیجا کہ ابا جان سے کہو اگر فرصت ہو تو گھڑے گھڑے ذرا یہاں ہو جائیں کنیز گئی اور پیغام پہنچایا۔ آپؐ اسی کے ہمراہ مسجد نبوی سے اٹھ کر چلے آئے۔ گھر پر آ کر پوچھا کہ "فاطمہؓ! کیوں بلایا ہے؟" بنت رسول نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ "ابا جان آج آپ نے شیر خداؓ کا دل توڑ دیا۔ انہیں بخار آگیا ہے۔ اب میری خاطر سے انہیں اپنا جمال باکمال دکھا دیجیے" جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت صحن مبارک میں کھڑے ہو گئے۔ ایک ہاتھ دوش فاطمہؓ پر رکھا اور فرمایا کہ "علیؓ! آؤ اس ہاتھ کے نیچے سے نکل کر ہمیں دیکھو" حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا جس وقت سامنے آئے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو عرض کیا کہ "ماشاء اللہ! میں نے اس سے پہلے حقیقت

میں آپ کو نہیں دیکھا"[1]

"حق ذاتی میں چھپا تھا پرتو رازِ الست
جلوۂ حسن قدم آئینۂ فانی میں تھا"[2]

آپؐ کے نواسے، نواسیاں اور بے مثل نبیؐ

پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کائنات نے نواسے نواسیاں بھی دیں تو بے مثل امت مسلمہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کی جو عزت و توقیر کرتی ہے وہی ان کی عظمت و شان کی گواہ ہے۔ اور سیدہ زینبؓ وسیدہ ام کلثومؓ کی حیاتِ طیبہ کے متعلق کون نہیں جانتا۔ سیدہ زینبؓ تو اپنے بھائی سیدنا حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شریک تھیں اور سیدہ ام کلثومؓ زوجہ سیدنا عمر فاروقؓ تھیں۔ اور آپ کی نواسی سیدہ امامہ بنت ابوالعاصؓ بعد از وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا خود سیدنا علیؓ کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔

ازواج مطہراتؓ اور بے مثل نبیؐ

اب آپ ہی اندازہ لگائیں کہ جس نبیؐ کو خداوند بزرگ و برتر نے تمام روحانی و جسمانی رشتوں سے بے مثل بنایا ہو اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کی سیرت طیبہ کس عظمت و شان کی ہونی چاہیئے۔ وہ ازواجِ مطہراتؓ رسول اکرم صلعم جنہیں مسلمانوں کی مائیں کہا گیا ان کی

---

[1] خاتون جنت صفحہ ۱۴۴/۱۴۵
[2] ایضاً صفحہ ۱۴۵

حیاتِ طیبہ میں تو اولاد کے لئے نمونہ ہونی چاہیے تھی تاکہ تمام اولاد کو اپنی روحانی ماؤں پر فخر ہو۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس زندگی کے ہر شعبے میں بے مثل ہے۔ ربِ کائنات نے آپ کے لئے ایسی ازواج مطہرات کا انتخاب فرمایا جو کل نسل انسانی کی خواتین سے اشرف و اعلیٰ ہیں جس طرح پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ مسلمہ کے روحانی باپ ہیں اسی طرح آپ کی ازواج مطہراتؓ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب : ۶)	نبیؐ کا مومنوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور اُس کی ازواجؓ اُن سب (مومنوں) کی مائیں ہیں "

پھر اُن کی شان کو اور دوبالا کرنے اور اُن کی شان و عظمت کو بلند کرنے کے لئے فرمایا۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب : ۳۲)	اے نبیؐ کی بیبیو ! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو "

یعنی دنیا کی کوئی عورت بھی آپ کی ازواج مطہراتؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی جس طرح آپؐ لاثانی ہیں اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات بھی بے مثل ہیں۔

آیت تطہیر اور اہل بیت رسولؐ، قرآن کی روشنی میں

سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع میں اہل بیت رسول مقبولؐ یعنی ازواج مطہراتؓ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اس رکوع میں جو آیت خاص طور پر قابل غور ہے وہ آیت تطہیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شروع میں چند حدود اللہ کا ذکر فرمایا اور ان حدود کا مکلف گھر والے اور گھر والیوں اور کل امت کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو، امہات المومنینؓ کو اور صحابہؓ کو۔ اور ان حدود اللہ کا ذکر آپ کتاب کے شروع میں پڑھ چکے جن کے یہ سب تاحیات پابند رہے۔ ازواج مطہراتؓ و اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پابندیوں پر ثابت قدم رہنے کے صلہ و انعام میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا :۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝	"اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی گھر والیوں نجاست کو دور کر دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔"

(الاحزاب ۳۳)

سبائی مفسدین نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور نبوت میں کامیاب ترین نبی ہونے کو ناکامیابی سے بدلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہاں انہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ ان کے اسوہ حسنہ اور حیات طیبہ کو جھٹلانے کے لئے ذیل کے امور کا خاص طور پر خیال رکھا اور ان امور

کے پراپیگنڈا اور تبلیغ کو اپنی طاغوتی سرگرمیوں میں کامیابی کا ذریعہ سمجھا۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں یعنی سیدہ فاطمۃ الزہرا لیکن بقیہ لڑکیاں سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ آپ کی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔

(۲) آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کے بدترین دشمن تھے بلکہ فاسق و فاجر و غاصب تھے (استغفر اللہ) مرد مومن تو صرف ایک ہی تھے اور وہ تھے سیدنا علیؓ یعنی آپؐ اسقدر ناکامیاب نبی تھے (نعوذ باللہ) کہ ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں صرف اپنے چچا زاد بھائی اور داماد کو ہی مشکل سے مسلمان کر سکے۔

(۳) کتاب اللہ جو ملی تو وہ بھی نامکمل اور تحریف شدہ، اصل کتاب صرف سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ کے پاس ہے۔

(۴) اسلام کے خدا کا علم محدود ہے۔ اسے بداء ہوتا رہا اور وہ بھی لگا ہے آیات کو اتارتا رہا بدلتا رہا

(۵) دین اسلام جو ملا تو وہ بھی نامکمل و ناقص۔

(۶) ازواج مطہراتؓ جن کا انتخاب رب کائنات نے خود فرمایا وہ بھی غیر مطہر (استغفر اللہ) یعنی پارس چھونے سے پتھر تو سونا ہو سکتا ہے مگر یہ ازواجؓ کچھ ایسی غیر مطہر مٹی کی بنی ہوئی تھیں کہ دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور ان کے حجرات میں جبرئیل امین کی آمد اور قرآن حکیم جیسی الہامی کتاب کا نزول

بھی انہیں پاک و مطہر نہ کرسکے۔ بلکہ وہ اہل بیتِ رسولؐ سے خارج ہیں

(۷) اصحابِ ثلاثہؓ غاصبانِ خلافتِ رسولؐ ہیں۔ (نعوذ باللہ) نبیؐ کی وراثت چچا کی اولاد کا موروثی حق تھا۔

(۸) مباہلہ جو کبھی واقع ہی نہیں ہوا اُس میں صرف رسول اللہ صلعم اور اور آپؐ کے ساتھ سیدنا علیؓ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنینؓ شامل تھے۔ حالانکہ عیسائی جزیے کی بات طے کرنے آئے تھے کہ اس اثنا میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق باتیں چل نکلیں جس پر ربِ کائنات نے حضورؐ کو مباہلہ کے متعلق حکم فرمایا جس سے وہ عیسائی ڈر گئے اور نہ ہی وہ بال بچوں اور بیویوں کو لے کر آئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کریں اور پھر تمام صحابہؓ ہی آپؐ کی روحانی اولاد تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہؐ تو مباہلہ کریں اور وہ جانثارانِ پیغمبر کھڑے کھڑے تماشہ دیکھتے رہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں کہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ گرا صحابہ نے وہاں اپنا خون بہایا۔

(۹) مباہلہ میں سیدنا علیؓ و سیدتنا فاطمہؓ کی بیٹیوں سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کو جان بوجھ کر شامل نہیں کیا گیا۔ کیں تو فاطمہؓ کی برتری ثابت کرنے کے لئے ان کی بہنوں سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ، اور سیدہ رقیہؓ کو دخترانِ پیغمبرؐ سے خارج کر دیا اور یہاں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی برتری ثابت کرنے کے لئے خود ان

کی بیٹیوں سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہ کو مباہلہ اور چادر تطہیر سے خارج کر دیا۔

(۱۰) آیت تطہیر میں خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں یعنی اہل بیتؓ سے ہے لیکن اُن کو تو اہل بیتؓ سے خارج کر دیا ہے اور آیت تطہیر میں اہل بیت علیؓ کو داخل کر دیا ہے حالانکہ ہم خود روزمرہ اہل بیت گھر والیوں ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً جب دو صاحب ملاقات کرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں آپ کے لڑکے کا کیا حال ہے۔ لڑکی کا کیا حال ہے اور بیوی کے لئے کہتے ہیں گھر سے کیسے ہیں یا گھر کا کیا حال ہے مگر جہاں یہ لفظ اہل بیت امہات المومنینؓ کے لئے استعمال ہوا وہاں اُن کو خارج از اہل بیتؓ کی تبلیغ شروع کر دی۔

پیشتر اس کے کہ ہم کچھ عرض کریں چند بزرگانِ دین کی تفاسیر جو آیت تطہیر کے متعلق ہیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبیؐ کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک صاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاق ستھرائی عطا فرمائی جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو۔ جس کی طرف یطہرکم کے تطہیرا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے۔ یہ تطہیر و اذہاب اس قسم کی نہیں جو آیت وضو میں ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم (مائدہ رکوع ۲۰) سے یا "بدر" کے قصہ میں لیطھرکم بہ ویذھب عنکم

رجز الشیطان (انفال رکوع : ۲) سے مراد ہے بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ یرید اللہ لیذہب الخ فرمانا اور اراد اللہ نہ فرمانا خود اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت (تنبیہ) نظم قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لئے اس میں شک وشبہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطا[illegible]ت انہیں سے ہوئے ہیں اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے "وقرن فی بیوتکن" میں اور آگے "واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن" میں اُن کی طرف کی گئی ہے اس کے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت (ھود رکوع ۷) مطلقہ عورت باوجودیکہ نکاح سے نکل چکی مگر عدت منقضی ہونے سے پہلے بیوت کی نسبت اُسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا ولا تخرجوھن من بیوتھن (الطلاق رکوع : ۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا "وراودتہ التی ھو فی بیتھا" (یوسف رکوع ۳:) بہرحال اہلبیت میں اس جگہ ازواج مطہراتؓ کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً اُن ہی سے ہے۔

(قرآن مجید مترجم ومحشی از حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ وحضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

(۲) یعنی معصیت و نافرمانی کی آلودگی سے پاک کر کے عقیدہ، عمل، ظاہر، باطن ہر چیز میں خوب جلا پیدا کر دے۔ شریعت الٰہی نے انسان کی آزادی پر جو بھی قیود و حدود عائد کئے ہیں سب کا منشا یہی ہے کہ انسان کو بہتر انسان بنا دے۔ انما یرید اللہ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب اللہ نے ارادہ کر لیا تو وہ اپنے ارادہ کو پورا کر کے ہی رہا۔ سیاق سے بالکل ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج نبی صلعم ہیں اور یہی مفہوم سلف سے منقول ہے نزلت فی نساء النبی صلعم خاصۃ (ابن جریر عن عکرمہ) ارادہ باھل البیت نساء النبی نزلت فی نساء النبی خاصۃ (ابن کثیر عن ابن عباس)

اہل سنت کا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ آیت کا سبب نزول ازواج نبی ہی ہیں اور اہل بیت سے اولاً وہی مراد ہیں۔

(قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر ماجدی النصف الثانی صفحہ ۸۴۹)

(۳) "اگر ہم خود قرآن کریم پر غور کریں تو بات صاف ہو جاتی ہے، یہاں ساری وہ ہدایات جو موجب تطہیر ہو سکتی ہیں یعنی زینت دنیوی کا ترک کرنا اور رسول کی اطاعت۔ امر بالمعروف۔ گھروں میں ٹھہرنا۔ محاسن کی نمائش نہ کرنا۔ نماز کا قائم کرنا وغیرہ سب بیبیوں کے لئے ہیں اور اس ٹکڑے سے پہلے بھی انہی کا ذکر ہے اور بعد میں انہی کا واذکرن ما یتلی تو یہ سیاق اس خیال کو رد کرتا ہے کہ یہاں مراد بیبیاں نہیں۔ پھر لغت کی رو سے اہل بیت کا لفظ اوّل بی بی پر آئے گا اور ثانیاً اولاد پر اور قرآن کریم میں خود بی بی پر یہ لفظ بولا گیا ہے دیکھو ہود ۷۳ رحمۃ اللہ و برکاتہ

علیکم اھل البیت جہاں اہل بیت سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہیں اور یہ خیال کہ لیذھب عنکم اور یطھرکم میں ضمیر مذکر ہے اس لئے بیبیاں مراد نہیں، نہایت ہی بودا ہے۔ ضمیر بلحاظ لفظ مذکر ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم کی بی بی کے لئے فرمایا برکتہٗ علیکم اھل البیت"

بیان القرآن جلد سوم تالیف مفسر قرآن مولانا محمد علی صفحہ ۱۵۱۰

(۷) "انما یرید لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا)

(اے گھر والو! بیشک اللہ تعالیٰ تم سے گندی باتوں کو دور کرکے تمہیں اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔

یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے اہل بیت میں داخل ہونے کے واسطے نص صریح ہے کیونکہ اس آیت کا سبب نزول تو اتفاقاً (آیت کے حکم میں) داخل ہوتا ہے اختلاف ہوتا ہے تو امر میں کہ بعض کے نزدیک حکم سبب نزول پر ہی موقوف رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سبب نزول مع غیر کے اپنے حکم میں داخل ہوا کرتا ہے۔ ابن جریر نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں پکارا کرتے تھے کہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا خاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی ایسا ہی روایت کیا کہا کہ علی بن حرب موصلی نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حسن بن واقد نے یزید نحوی سے انہوں

نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت خاص کر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی اور عکرمہ نے کہا کہ اس بارے میں اگر کوئی مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے تو میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہوں"

(ترجمان القرآن تفسیر پارہ ۱۹ تا ۲۲ از نواب سید محمد صدیق الحسن خان)

"ازواج مطہراتؓ نے جب دیکھا کہ عسرت اور تنگ دستی کا زمانہ گزر گیا مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہو رہی ہیں مال غنیمت آتا ہے اور لوگوں میں تقسیم ہوتا ہے سب لوگ آسودہ حال ہو رہے ہیں مگر ہم لوگوں کی اب بھی وہی حالت ہے کئی کئی دن کے فاقے اور فاقوں کے بعد جَو کی روٹی تو انہوں نے یہ نیت حال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حالت بیان کی اور اپنے نان ونفقہ میں زیادہ کی درخواست کی۔ حضرت سید المرسل کی مقدس ازواج کا دنیا کی طرف اتنا التفات بھی حق سبحانہ کو خوش نہ آیا۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیتوں میں حضرتؐ کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں سے پوچھو کہ وہ دنیا چاہتی ہیں۔ یا اللہ و رسول کی اور آخرت کی طلب گار ہیں۔ اگر وہ دنیا کی طرف

ف یہ حاصل مطلب آیت کا ہے۔ مگر الفاظ آیت کے بہت زیادہ سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور نہایت غور و تامل چاہتے ہیں خاص کر دو باتیں اوّل یہ فرمایا کُنْتُنَّ تُرِدْنَ معلوم ہوا کہ خداوند کریم عالم الغیب جل شانہ نے ازواج

تو انہیں طلاق دے دو اور کچھ مال دے کر رخصت کر دو اور اگر اللہ و رسول کی طالب ہوں تو ان سے کہہ دو کہ دنیاوی عیش و عشرت سے ہاتھ دھو لیں۔ ہاں آخرت میں اُن کے لئے بڑی تیاریاں کی گئی ہیں۔ ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی حضر

(بقیہ حاشیہ صـــ۱۲۶ــ) کی حالت واقعی پر بنیاد حکم کی رکھی ہے نہ ان کے زبانی قول پر۔ یعنی فی الواقع اگر ان کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت اور دار الآخرت کی طلب نہ ہو بلکہ دنیا کی خواہش ہو تو نبیؐ کو حکم ہے کہ ان کو طلاق دے دیں اگر ان کے زبانی قول پر بنیاد حکم کی ہوتی تو عبارت یوں ہوتی کہ ان قلن نحن نرمید پس نتیجہ یہ نکلا کہ اس کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبیؐ کا ان کو طلاق نہ دینا خدا کی طرف سے گواہی اس بات کی ہے کہ ان ازواج مقدسات کے قلوب لوث دنیا سے بالکل پاک ہیں۔ چہ جائیکہ اس آیت کے بعد ان کو طلاق دینے کی ممانعت بھی قرآن مجید میں ہے۔ دوم یہ کہ فرمایا الحیوۃ الدنیا و زینتھا پس معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو صرف دنیا کے عیش و آرام کی خواہش سے نہیں رد کیا گیا بلکہ دنیا میں جینے اور زندہ رہنے کی خواہش کا بھی ان کے قلب میں آنا خدا کو ناپسند ہے۔ انصاف سے بتاؤ کہ نبیؐ کی بیبیاں کس قدر سخت اور شدید کامل، مکمل زہد و ترک دنیا کے ساتھ مکلفت کی گئیں اور پھر خدا کی طرف سے یہ شہادت بھی دی جا چکی ہے کہ یہ اعلیٰ و اکمل زہد ان میں موجود تھا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی اور عورت کیسی زاہدہ و عابدہ ہو ان کی ہم رتبہ بھی ہو سکتی ہے۔ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ اس آیت کی تسلیم پر منکران اسلام غور کریں تو ان کو ایک روشن دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس ازواج رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ابتدا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے کی۔ فرمایا کہ اے عائشہ رضؓ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والد ابوبکر صدیق سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ بعد اس کے یہ آیتیں آپؐ نے انہیں سنائیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) برحق ہونے کی معلوم ہوگی۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی کامل العقل راسخ الحکمۃ انسان آئندہ کے عظیم الشان منافع اور مدارج کا کسی مضبوط اور قطعی بنیاد پر یقین کئے بغیر نہ صرف اپنے کو تعدد وقت عیش و آرام سے محروم کر دے۔ بلکہ اپنے متعلقین کو بھی سختی کے ساتھ یہ تعلیم دے کہ نہ فقط عیش و آرام کو ترک کرو۔ بلکہ دنیا میں جینے کی خواہش بھی دل میں نہ لاؤ نیز یہ آیت ہوا پرستوں کے اس اعتراض کا بھی جواب دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت ازدواج کا سبب کوئی نفسانی امر تھا۔ معاذ اللہ منہ۔ اولاً تو یہ اعتراض یوں بھی قابل سماعت نہ تھا کیونکہ ترپن برس کی عمر کے بعد یہ کثرت ازدواج عمل میں آئی۔ جوانی کی تمام عمر کچھ تو بے نکاح اور کچھ ایک بڑھی خاتون حضرت خدیجہؓ کی معیت میں بسر ہوئی۔ پہلا کوئی نفسانی امر ہوتا تو اس کا وقت سن شباب تھا۔ نہ کہ سن شیخوخت۔ ثانیاً یہ امر ثابت ہوا بھی ہے کہ آپؐ اپنی ازواج کی زیب و زینت آرام و راحت میں دیکھنا پسند نہ فرماتے تھے بڑی سختی کے ساتھ ان کو زہد کی تعلیم دیتے تھے نفسانی لوگ ہمیشہ عورت کی رضامندی تابع اس کی فرمائش کے غلام رہتے ہیں۔ (ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا)

الختصر یہ آیت بڑے بڑے مطالب دینیہ پر حاوی ہے

رسالہ تفسیر آیۂ تطہیر از مولانا عبد الشکور صاحب مجددی لکھنوی صفحہ ۶۵-۶۸

حضرت صدیقہؓ نے سنتے ہی بے تامل کہا۔ اس میں مشورے کی کیا بات ہے ہم تو آپ ہی کے طالب ہیں۔ دنیاوی تکالیف کی شکایت اگر ناگوار خاطر ہے تو اب کبھی کچھ نہ کہیں گے حضرت عائشہؓ کے بعد آپؐ نے اور سب سے یہی گفتگو کی سب نے یک زبان ہو کر ایسا ہی جواب باصواب دیا۔ سب کی زبانِ حال پر اس شعر کا مضمون جاری تھا ؎

از فراق تلخ مے گوئی سخن
ہرچہ خواہی کن ولیکن ایں مکن

فی الحقیقت حضرت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی سے بڑھ کر اور کون دولت ہو سکتی ہے۔ اس دولت کا حصول ازواجِ مطہرات کے لئے حق سبحانہٗ نے صرف ترکِ دنیا پر معلق فرمایا اگر دنیا و آخرت دونوں کے ترک پر اس کے حصول کا وعدہ ہو جائے۔ تو ازواج مطہراتؓ کا رتبہ تو بہت عالی ہے۔ اس زمانہ میں بھی شاید ایسے مسلمان بہت ہوں گے جو اس وعدہ کو سنتے ہی بے ساختہ نہایت ذوق و شوق میں بار بار اس شعر کا مضمون عرض کریں گے ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ازواج مطہراتؓ کا یہ جواب سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے حضرتؐ کی خوشنودی کا صلہ بارگاہ رب العزت سے یہ ملا کہ ان اقدس ازواجؓ کو طلاق دینے کی قطعی ممانعت نازل ہو گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سردار دو عالمؐ کی زوجیت میں رہنے کی بشارت سے ان کے قلوب مطمئن کر

دیئے گئے۔ اس وقت تو بلند اقبال خواتین آپؐ کی زوجیت کا شرف رکھتی تھیں جن کے نام نامی یہ ہیں۔ عائشہ صدیقہؓ، حفصہؓ، ام حبیبہؓ، سودہؓ، ام سلمہؓ، صفیہؓ، میمونہؓ، زینبؓ اور جویریہؓ۔ ان آیتوں میں پہلے تو ازواجِ نبیؐ کی آزمائش کی گئی۔ اس کے بعد انہیں یہ بتا دیا گیا کہ اگر وہ برا کام کریں گی تو انہیں دوگنا عذاب ہوگا اور نیک کام کریں گی تو انہیں ثواب بھی دوگنا ملے گا۔ اس کے بعد انہیں بشارت دی گئی کہ اگر وہ پرہیزگاری کریں گی تو آخرت میں ان کے مرتبہ کو کوئی عورت نہ پہنچ سکے گی۔

اب ان سب آیات پر ایک غائر نظر ڈالو۔ خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ اور یہ کہ اس جملے سے مقصود حضرت متکلم جلشانہٗ کیا ہے۔

ایک سمجھ دار بچہ بھی ان آیات کے سلسلہ مضامین کو دیکھ کر کہہ دے گا۔ کہ اہل بیت سے ازواجِ نبیؐ مراد ہیں۔ کیونکہ آگے پیچھے برابر انہیں سے خطاب ہو رہا ہے۔ اب درمیان میں ایک پوری آیت بھی نہیں بلکہ آیت کے ایک ٹکڑے میں کسی دوسرے کا ذکر کیوں کر آسکتا ہے۔ باقی رہا اس جملہ کا مقصود کیا ہے اصل یہ ہے کہ ناصح مشفق جب اپنے کسی محبوب کو نصیحت کرتا ہے تو نصیحت کی تلخی کے ساتھ کچھ شیرینی بھی ملا دیتا ہے تاکہ طبیعت متنفر نہ ہو۔ اور اس نصیحت کا اثر دل و دماغ پر اچھا پڑے۔ روزمرہ یہ بات مشاہدہ میں آتی رہتی ہے کہ باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو جب نصیحت کرتا ہے تو نصیحت سے آگے یا پیچھے یا درمیان میں دو ایک جملے اس قسم کے کہہ دیتا ہے کہ یہاں ہم تو یہ چاہتے

ہیں کہ تم سنور جاؤ۔ لوگ تمہیں اچھا کہیں۔ تمہاری نیک نامی کا شہرہ ہو یہی عادت کلام الٰہی میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی کو بھی بعض بعض مقام پر اس قسم کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ پس اسی عادت کے موافق ازواج مطہرات رض کو نصیحت کرکے حق تعالیٰ نے غایت محبت سے یہ فرمایا کہ ہمارا مقصود ان نصائح سے یہ ہے کہ تم سنور جاؤ۔ گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ ان نصائح پر عمل کرنے سے ہم تم کو گناہوں سے پاک کر دیں گے۔ پس اس آیت کا مقصود صرف اسی قدر ہے۔

بے شک اس آیت سے ازواج مطہرات رض کی بہت بڑی فضیلتیں ثابت ہوتی ہیں۔ از انجملہ یہ کہ جن باتوں کا ذکر فرما کر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر ان باتوں پر عمل کرو تو تمہارے برابر کوئی دوسری عورت نہیں ہو سکتی ان باتوں کے خلاف ان سے کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ دشمنوں نے بہت کوشش کی مگر کوئی خفیف واقعہ بھی نہ بتا سکے جن سے ان باتوں کی مخالفت ثابت ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ اور کوئی عورت خواہ کتنے ہی بڑے رتبے کی ہو ازواج نبی رض کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی دوسرے ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور خدا کی مراد پوری نہ ہونا اہل اسلام کے اصول پر تو محال ہے۔

(تفسیر آیۂ تطہیر از مولانا عبدالشکور صاحب مجددی بحوالہ تفسیر آیات قرآنی صفحہ نمبر ۶۶۹ تا ۶۷۰)

۶-۵ اوپر سے ذکر ازواج مطہرات رض کا چلا آتا ہے اس واسطے یہ آیت خاص کر

ازواج مطہراتؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ وہ حقیقی طور پر رسولؐ کے اہلِ بیتؓ ہیں یعنی گھر والے۔ ہر آدمی کے اہلِ بیت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا نان نفقہ اُس کے ذمہ لازم ہوتا ہے بیوی کا نان نفقہ مرتے دم تک آدمی کے ذمہ لازم ہوتا ہے مگر اولاد کے بالغ ہونے کے بعد نہیں ہوتا۔ حضرت لوطؑ کی قوم کے عذاب کے فرشتے جبرائیل وغیرہ حضرت ابراہیمؑ کے یہاں اُترے اور اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو تعجب ہوا اور فرشتوں نے سارہؓ سے کہا کہ اے اہلِ بیت تم تعجب نہ کرو خدا کا فیصلہ اسی طرح ہو چکا"

(ابن کثیر، خازن، فتح الباری بحوالہ معجزنما حمائل شریف مترجم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی حاشیہ صفحہ ۶۷۱۔)

۷۔ "امرھن امرا خاصا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ثم جاء بہ عاما فی جمیع الطاعات لان ھاتین الطاعتین البدنیۃ المالیۃ ھی اصل سائر الطاعات من اعتنی بھما حق اعتنائہ جرتاہ الی ماوراءھما ثم بین انہ انما نھاھن وامرھن ووعظھن لئلا یتعارف اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المآثم

"اللہ نے ازواج النبی کو پہلے خاص طور پر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر ایک عام حکم جمیع عبادات کے متعلق دیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں بدنی اور مالی تمام عبادات کی ہیں۔ جو شخص ان دونوں عبادتوں کی طرف کامل توجہ کرے تو یہی دونوں عبادتیں اس کو دوسری عبادات تک پہنچا دیں گی۔ پھر خدا نے بیان فرمایا کہ اس نے انہیں امر و وعظ اس لئے کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولتصونوا عنها بالتقوىٰ و
استعار الذنوب الرجس و
للتقوىٰ الطهر لان عرض
المقترف للمقبحات يتلوث
بها ويتدنس كما يتلوث بدنه
بالارجاس واما المحسنات
فالعرض معها نقي مصون
كالثوب الطاهر وفي هذه
الاستعارة ما ينفر اولوا الالباب
عما كرهه الله لعباده ونها
هم عنه ويرغبهم فيما
رضي لهم وامرهم به
واهل البيت نصب على
النداء وعلى المدح وفي هذا
دليل بين على ان نساء النبي
صلى الله عليه وسلم من اهل
بيته ثم ذكرهن ان بيوتهن
مهابط الوحي وامرهن ان
لا ينسين ما يتلى فيها من

کہ اہل بیت گناہوں کا ارتکاب نہ کریں
اور بذریعہ تقویٰ گناہوں سے بچیں اور
خدا نے گناہ استعارۃً ناپاکی سے تعبیر کیا
اور تقویٰ کو طہارت سے۔ اس لئے کہ جو
شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کی
آبرو ملوث اور مکدر ہو جاتی ہے جس
طرح بدن نجاست سے ملوث ہو جاتا
ہے اور نیکوکار عورتوں کی آبرو ایسی محفوظ
رہتی ہے جیسے پاک کپڑا اور یہ استعارہ
عقل والوں کو ان چیزوں سے نفرت دلانے
کیلئے ہے جو چیزیں اللہ نے اپنے بندوں
کے لئے ناپسند کی ہیں اور ان سے منع کیا ہے
اور پسندیدہ چیزوں کی رغبت دلانے کیلئے
ہے۔ اور لفظ اہل بیت کو نصب یا ندا کی وجہ
سے یا مدح کے سبب سے اور یہ آیت روشن
دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیبیاں آپؐ کی اہل بیت ہیں
پھر خدا نے ازواج مطہرات کو یہ بات یاد
دلائی کہ ان کے گھر نزول وحی کے مقام ہیں
اور ان کو حکم دیا کہ جو کتاب مقدس

الکتاب الجامع بانت امرین ھو آیات بینات تدل علی صدق النبوۃ لانہ معجزۃ بنظمہ وھو حکمۃ وعلوم وشرائع ان اللہ کان لطیفاً خبیراً حین علم ما ینفعکم ویصلحکم فی دینکم فانزلہ علیکم او علم من یصلح النبوۃ ومن یصلح لان یکونوا اھل بیتہٗ او حیث جعل الکلام الواحد جامعاً بین الغرضین ۔"

فلاح دارین کی جامع ہے اور ان کے گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس کو فراموش نہ کریں اس کتاب میں واضح دلائل صدق نبوت کے ہیں۔ وہ اپنی عبادت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے اس میں حکمت ہے علوم ہیں شرائع ہیں اللہ باخبر ہے خوب جانتا ہے کہ تمہارے حق میں کون چیزیں دین میں نافع ہیں لہذا وہی چیزیں نازل کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص نبوت کے لائق ہے اور کون لوگ اس کے اہل بیت بننے کے لائق ہیں

(تفسیر کشاف تفسیر آیۃ تطہیر از علامہ زمخشری جو لغت عرب کے مسلم الکل امام ہیں)

ہ ۔ آیت تطہیر میں ازواج رسولؐ کے ضرور داخل ہونے پر قرآن سے تین طرح استدلال ہے ۔ اول یہ کہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ازواج رسولؐ سے خطاب ہے ۔ پس سیاق کلام اور ترتیب قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی ازواج نبیؐ سے خطاب ہے ۔ دوسرے یہ کہ معنی لفظ اہل بیت میں بیبیاں درجہ اولیٰ داخل ہیں ۔ اس لئے کہ اہل بیت گھروالوں کو کہتے ہیں اور بیبیاں بے شک رسول کی گھروالی تھیں ۔ تیسرے یہ کہ سورہ ہود کی

آیت و التعجبین من امر اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت)
سے ظاہر ہو گیا کہ استعمال قرآن میں دوسری جگہ بھی لفظ اہل بیت سے بی بی
مراد ہیں "

(نصیحۃ الشیعہ مصنفہ مولانا احتشام الدین صاحب صفحہ ۳۰۴)

اہل بیت قرآنی رضی اللہ عنہم

پس ظاہر ہوا کہ قرآن حکیم میں جن حضرات کو اہل بیت کہہ کر رب کائنات نے خطاب فرمایا ہے وہ صرف نبی آخر الزمان صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور اُن کی ازواجِ مطہرات ہیں جو نہ صرف سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کے لئے واجب الاحترام ہیں بلکہ کل امتِ مسلمہ کیلئے بھی واجب التعظیم و تکریم ہیں اور سب کے روحانی والدین ہیں۔

ہر وہ شخص جس کے والدین نیک سیرت ہوں وہ بھی قابلِ عزت اور فخر ہوتا ہے اور اگر وہ اپنے والدین کی نیک سیرت اور اسوہ حسنہ کو مشعلِ راہ بنائے تو وہ بھی واجب صد ستائش ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر ربِ کائنات نے امتِ مسلمہ کو اس نعمتِ عظمیٰ سے بھی نوازا اور نجیب الطرفین سربلند و سرفراز فرمایا۔ اگر اُن کے روحانی باپ کو رحمت للعالمین فرمایا تو اُن کی روحانی ماؤں کو امہات المومنینؓ کے لاثانی القاب سے نوازا اور اُنہیں کل نسل انسانی کی عورتوں سے سربلند و ممتاز کرتے ہوئے فرمایا یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ اے نبیؐ کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو" یعنی دنیا کی کوئی عورت بھی تمہارے رتبہ کو قیامت تک نہیں پہنچ سکتی۔

رجس اور اہلبیتؓ رسول

اہل بیتؓ رسولؐ کو ہر قسم کی پاکیزگی سے منور کرنے کی غرض سے رب کائنات اپنے ارادہ کا یوں اظہار فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ؕ

"اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے رسولؐ کی بیویوں (ہر قسم کے) وساوس کو دور کر کے تمہیں پاک صاف کر دے۔" (الاحزاب: ۳۳)

آیت تطہیر کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپ کئی ایک مفسرین کی تفسیر ملاحظہ فرما چکے ہیں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تقریباً ہر عالم و مفسّر نے آیت تطہیر میں "رجس" کے معنی "ناپاکی" ہی کئے ہیں جو خود ذات نبویؐ پر بہتان عظیم ہے، حالانکہ لغت میں "رجس" کے معنی جہاں گندگی، پلیدگی، برا فعل ہیں وہاں اس کے معنی وسوسہ اور خفیف حرکت بھی ہیں، اس لئے یہاں رجس کے معنی "ناپاکی" نہیں ہو سکتے بلکہ یہاں معنی "وساوس" ہوں گے یعنی اللہ ازواج مطہراتؓ کو خفیف سے خفیف وسوسہ سے بھی پاک و صاف کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے اور یہی معنی مناسب بھی ہیں، کیونکہ آیت تطہیر سے قبل رب العزت ان وساوس کا ذکر بھی فرما چکا ہے یعنی:۔

نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔ (احزاب ۶)

اور مومن کے متعلق رب کائنات فرماتا ہے کہ

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (النور: ۳)

"زانی مرد سوائے زانیہ یا مشرکہ عورت کے کسی سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ سوائے زانی یا مشرک کے کوئی نکاح نہیں کرتا اور یہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔"

اور پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ○ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ج اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ○ (النور: ۲۶)

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے یہ لوگ ان باتوں سے مبرا ہیں جو وہ کہتے ہیں ان کیلئے تو مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔"

اب اسی سے اندازہ لگائیں کہ جب ایک مومن مرد اور مومن عورت کی پاکیزگی کی یہ حالت ہے تو ان مومنوں کی مائیں کس قدر پاک اور مطہر ہوں گی اور پھر وہ بھی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ جن کے متعلق خود رب کائنات فرماتا ہے کہ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: ۳۲) یعنی اے نبی کی بیبیو، تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ جس طرح کائنات میں کوئی بشر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں اسی طرح کائنات کی کوئی عورت بقول رب العزت اہل بیت رسولؐ یعنی ازواج مطہراتؓ کی طرح نہیں۔ جب

اُن کی عظمت و شان اسقدر بلند ہے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مفسرین سبائی مفسدین کی تقلید میں "رجس" کے معنی "ناپاکی" کرتے ہیں کیا لفظ "ناپاکی" سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کی گئی جبکہ ایک مومن کی بیوی تو مومنہ اور پاک و مطہر ہو سکتی ہے مگر نعوذ باللہ کائنات کے پاک مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک نہیں ہو سکتی اور کلیہ قرآن جو آپ ملاحظہ فرما چکے کہ "خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے" (النور: ۲۶) کیا "رجس" کے معنی "ناپاکی" کرنے سے نبی کی تکذیب نہیں ہوتی، یقیناً ہوتی ہے۔

۲۔ اے نبی! اپنی بیبیوں سے کہدے کہ اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

(الاحزاب: ۲۸)

یہ امر غور طلب ہے کہ غزوہ احزاب میں جب یہود اور مشرکین عرب پر رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عظیم بخشی تو غنائم کثیرہ سے بھی نوازا۔ آپؐ نے یہ مال و دولت مہاجر و انصار میں تقسیم فرما دیا۔ مگر ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں وہی فقر و فاقہ رہا۔ مہاجر و انصار کی عورتیں جب ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اُن سے اس مال و دولت کا ذکر کرتیں جو حضورؐ نے مہاجر و انصار کو مرحمت فرمایا تھا جس کا

لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تقاضائے بشری کے ماتحت ازواج مطہراتؓ بھی اپنے رفیق حیات پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال یا سامان کا ذکر و مطالبہ کرتی ہوں گی۔ لیکن خدا اور اس کا رسولؐ یہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ ازواج مطہراتؓ ان دنیاوی جاہ و حشمت اور وساوس کا خواہ مخواہ شکار ہوں۔ اسی لئے جہاں انہیں حضورؐ نے مال و سامان دے کر رخصت کرنے کی پیشکش کی وہاں رب العزت نے آیت تطہیر میں "رجس" فرما کر اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ "اللہ مصمّم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی بیبیو! (ہر قسم کے) وساوس کو دور کرے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔ (الاحزاب : ۳۳)

لیکن ہمارے مفسرین نے بغیر تدبّر کئے سبائی مفسدین کی تقلید میں "رجس" کے معنی "ناپاکی" کر دیئے۔ جو ازواج مطہراتؓ کی شان کے شایاں نہیں۔ بلکہ اُن کی قربانیوں کا انکار اور خود اُن کے رفیق حیات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

حدود اللہ

کائنات کا ذرہ ذرہ حدود اللہ کا پابند ہے۔ سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، جمادات۔ نباتات غرضیکہ کل کائنات ذات ربانی کی قائم کردہ حدود کی پابند ہیں اور جس وقت رب کائنات اپنی قائم کردہ حدود کو منسوخ کرے گا قیامت آ جائے گی تمام نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

اسی طرح انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کو حدود اللہ کا مکلف ٹھہرایا جب کبھی وہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا اسے ان کا پابند بنانے کے لئے رب کائنات نے پیغمبر مبعوث فرمائے ان کو الہامی کتب کی شکل میں دستور ربانی مرحمت فرمایا وہ اس ضابطۂ حیات پر خود عامل ہوئے اور امت کو ان حدود اللہ کا پابند بنایا۔

اسلام نام ہی حدود اللہ کی پابندی کا ہے۔ اور جو حدود اللہ کی پابندی نہیں کرتے مشرک، ظالم، منافق، مرتد اور کافر کہلاتے ہیں اور جو حدود اللہ کی پابندی و تابعداری کرتے ہیں انہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حدود اللہ کا ذکر کرتے ہوئے رب ارض و سماء رمضان کے روزوں میں اعتکاف کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ط (البقرہ : ۱۸۷)	"اور جب تم مساجد میں اعتکاف میں ہو تو ان (اپنی ازواج) سے میل جول نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ پس تم ان (اپنی ازواج) کے قریب مت جاؤ۔"

طلاق کی حدود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

(البقرہ: ۲۲۹)

"پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ (خاوند بیوی) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھیں گے تو پھر ان پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو عورت فدیہ دے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدود سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں۔"

وراثت کی حدود بیان کرتے ہوئے خالق جن و بشر فرماتا ہے۔

وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ○ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○

(النساء ۱۲: ۱۴)

"یہ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ جاننے والا بردبار ہے یہ اللہ کی حدبندیاں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ان میں رہیں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدبندیوں سے آگے نکلتا ہے اسے آگ میں داخل کریگا اسی میں رہیگا اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

حدود اللہ کی حفاظت کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے ربّ علیم وخبیر فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبہ ۱۱۱، ۱۱۲)	"اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے سو اپنے سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کا حکم کرنے والے، اور برائی سے [illegible] کنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے مومنوں کو خوش خبری دو"

بعض لوگ غصے میں اپنی ازواج کو مائیں کہہ دیتے ہیں، اس کے حدود ربّ العزت یوں بیان فرماتا ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (المجادلۃ : ۴)	"پھر جسے طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے"

اسی طرح طلاق کے بعد عورتوں کو ایام عدت گزارنا ہوتے ہیں۔ عدت کی حفاظت کے حدود بیان کرتے ہوئے خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

(الطلاق: ۱)

"(اپنی مطلقہ ازواج کو) اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی حدود سے آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے"

آیت تطہیر اور حدود اللہ جنکے پیغمبر کائنات پابند ہے

قرآن حکیم اصول و قانون کی کتاب ہے۔ حدود و قیود کا لائحہ عمل ہے کسی انسان کی نفسانی خواہشات کا اس میں دخل نہیں۔ کتاب اللہ کا مقصد ہی انسان کی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر کے اُسے حدود اللہ کا پابند بنانا ہے۔ انسان نفسانی و شیطانی وساوس کا ہر دور میں شکار ہوتا چلا آیا ہے اور اس کی اصلاح کے لئے ہر دور میں خالق کائنات نے کتاب اللہ نازل فرمائی اور اس الہامی کتاب کے حدود کو نافذ کرنے کے لئے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے۔ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے رب العزت نے انہیں قرآن حکیم جیسا مکمل ضابطہ حیات مرحمت فرمایا تاکہ کل نسل آدم کو اس منشور ربانی کے حدود کا پابند بنا سکیں۔

اہل بیتؓ رسول اللہ جن کے کفیل خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان
سب اہل خانہ کو جب اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر سے نوازا تو اُن سب پر کچھ
پابندیاں اور حدود بھی عائد کئے اور ان حدود اللہ کی پابندی وبجا آوری کے
صلہ و انعام ہی میں رب شرق و غرب نے انہیں آیت تطہیر سے نوازا۔ اب
دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں جن حدود اللہ کو آیت تطہیر نازل کرنے سے پیشتر
نافذ فرمایا اُن کی پابندی کن بندگوں نے کی اور کون حدود اللہ کے مطابق آیت
تطہیر کے اہل ٹھہرے۔ بعض مسلمانوں نے آیت تطہیر کو نوچنے کھسوٹنے میں
ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ بعض نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ
سیدنا علیؓ، سیدنا عباسؓ، سیدنا عقیلؓ اور سیدنا جعفرؓ پر اس آیت کو خواہ مخواہ
ثبت کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کے
علاوہ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنینؓ کو داخل کیا ہے اور خود
ہی سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی تین نیک سیرت صاحبزادیوں سیدہ زینبؓ
سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ یعنی رسول اکرم صلعم کی نواسیوں کو خارج کر دیا
ہے۔ اور ان دونوں طبقوں نے امہات المومنینؓ جو حقیقت میں اہل بیتؓ
رسول اللہ ہیں اُن کو نکالنے کی جسارت کی ہے اور ان دونوں طبقوں نے حدود اللہ
کی کسوٹی پہ پرکھے بغیر ہی امہات المومنینؓ کے سروں سے چادر تطہیر اتارنے
کا ارتکاب کیا ہے اس کی جزا و سزا تو اُس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے
خود چادر تطہیر سے ازواج النبیؐ جو حقیقت میں اہل بیت رسولؐ تھیں کے
سروں کو ڈھانپا تھا۔ اور جنہوں نے حدود اللہ کی پابندی کر کے اپنے آپ کو

اس کا اہل ثابت کیا۔

تطہیر کی نعمت عظمیٰ سے نوازنے سے قبل اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنینؓ اور صحابہؓ پر حدود اللہ نازل فرمائے اور ان کی پابندی کا انہیں حکم فرمایا۔ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سختی سے ان کے پابند رہے اور اپنی حیاتِ طیبہ سے اپنے مالک حقیقی سے ملنے تک ان حدود اللہ کے پابند رہے۔

آیت تطہیر حدود اللہ اور رب کائنات کا حضورؐ سے حق طلاق و نکاح سلب کرنا

اپنی ازواج کو طلاق دینے اور کسی دوسری عورت سے حدود اللہ کے مطابق نکاح و شادی کرنے کا مکمل اختیار خدا وند تعالیٰ نے ہر خاوند کو سونپ رکھا ہے۔ مگر ازواج مطہراتؓ کو نساء العالمین پر فائق کرنے کی غرض سے جہاں رب کائنات نے انہیں کل امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا اور فرمایا یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ وہاں ان کی تعظیم و تکریم و تطہیر کے لئے پیغمبر مساوات کو انہیں طلاق دینے اور مزید کسی اور عورت سے نکاح کرنے کی قطعاً ممانعت فرمادی حکم فرمایا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ

(اس کے بعد (اے نبیؐ) تیرے لئے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں کرلے اگرچہ تجھے ان کا

حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ۝ (الاحزاب: ۵۲)

حسن پسند آئے سوائے اس کے جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے۔

حضورؐ تو خود نبیؐ اور صاحب کتاب تھے۔ اُن کے قلب پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔ پھر خود زبان مبارک سے ان احکامات ربانی کو ادا فرما کر کاتبانِ وحی سے لکھواتے تھے مگر ان حدود اللہ کو بدلنے کی قطعاً جسارت نہ کی۔ بلکہ ان کو لکھوایا اور مرتے دم تک ان کی پابندی کر کے ثابت کیا کہ حدود اللہ کی پابندی پیغمبر و امت سب کے لئے برابر ہے۔

آپؐ نے آخری نکاح ۷ھ میں کیا اور اس حکم کے آنے کے بعد آپؐ نے ان حدود اللہ کی تعمیل و تکمیل میں زندگی بسر کر دی نہ تو ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو طلاق دی اور نہ ہی مزید کسی عورت سے نکاح کیا یہاں تک کہ ۱۱ھ کو آپؐ ان حدود اللہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

نبیؐ کو جنت الفردوس دنیا ہی میں مرحمت فرما دی گئی

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۙ قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (البقرہ: ۲۵)

ترجمہ :- اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب کبھی ان کو ان میں سے کوئی پھل رزق دیا جائے گا کہیں گے یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا اور انہیں ملتا جلتا رزق دیا جائے گا اور ان کے لئے ان میں پاک ازواج ہوں گی اور وہ انہی میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں جنت الفردوس کے اس مقام کی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے جو مومن کو بعد از وفات نصیب ہوگا۔ اور انعامات کے علاوہ جنت میں سب سے افضل ترین نعمت پاک ازواج ہیں۔ امہات المومنین کو آیت تطہیر سے نواز کر رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت الفردوس کی بشارت اس دنیا ہی میں پوری کردی فرمایا :-

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب ۳۳)	"اللہ تعالیٰ تو یہ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبی کی گھر والیو سارا رجس دور کرے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے"

ازواج مطہرات رسولؐ کو آیت تطہیر سے خارج قرار دینا خود رسول اللہ صلعم کو جنت سے خارج قرار دینا ہے

جس سے اس امر کی بشارت دی کہ جس طرح یہ پاک ازواج اس دنیا میں آپؐ کی ازواج مطہراتؓ ہیں جنت الفردوس میں بھی یہی آپؐ کی ازواج مطہراتؓ ہوں گی۔ اور ازواج مطہراتؓ سے اہل بیت رسولؐ

کا حق پہنچتا اور انہیں آیت تطہیر سے خارج قرار دینا در اصل خود خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت الفردوس سے خارج قرار دینے کے مترادف ہے کیونکہ ازواج مطہرات کا انعام تو رب العزت آپ ہی کو مرحمت فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے رب کائنات فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (الاحزاب: ۲۱)

"وہ جو اللہ اور پچھلے دن کی توقع رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے اس کے لئے رسول اللہ کا اسوہ بہترین ہے۔"

حدود اللہ اور سفارش

آپ حدود اللہ کے اس قدر شدت سے پابند تھے کہ ایک دفعہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو آپ کے متبنیٰ سیدنا زید کے خلف سیدنا اسامہ سے آپ کی دلی محبت تھی، نے سفارش کی۔ روایت ہے

عن عائشۃ ان قریشا اھمھم شان المرأۃ المخزومیۃ التی سرقت فقالوا من یکلم فیھا

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت فاطمہ بنت اسود کے معاملے نے قریشی صحابہ کو فکر و تشویش میں ڈال دیا

---

[1] مخزوم قریش کے ایک بڑے قبیلے کا نام تھا جس کی طرف یہ عورت منسوب تھی اس کا نام فاطمہ بنت الاسود تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا
من یجترئ علیہ الا اسامۃ بن
زید حب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فکلمہ اسامۃ فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشفع فی حد من حدود اللہ
ثم قام فاختطب ثم قال
انما اھلک الذین قبلکم
انھم کانوا اذا سرق فیھم
الشریف ترکوہ واذا سرق
فیھم الضعیف اقاموا
علیہ الحد وایم اللہ لو ان
فاطمۃ بنت محمد سرقت
لقطعت یدھا[1] (متفق علیہ)

جس نے چوری کی تھی انہوں نے آپس میں
مشورہ کیا کہ اس بارے میں کون
سفارش کرے بعض نے کہا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جرأت
سوائے اسامہ بن زید رضی کے کسی کو نہ تھی
سو اسامہ رضی نے اس کے متعلق عرض کیا
اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد
کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔
پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا کہ
تم سے پہلے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے
کہ ان میں اگر کوئی شریف اور قوی آدمی
چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور
اگر کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس
پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم اگر
محمد کی بیٹی فاطمہ رضی بھی چوری کرے تو میں
ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔

---

[1] مشکوٰۃ باب الشفاعۃ فی الحدود

سبحان اللہ وبحمدہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں جن میں حدود اللہ کی تعمیل و پابندی پر کس قدر زور ہے اور ان حدود کی پابندی میں کسی قریبی کی سفارش کام نہیں آتی۔ فاطمہؓ جیسی لختِ جگر بھی (خدانخواستہ) چوری کا ارتکاب کرتیں تو حدود اللہ کی تعمیل میں آپؐ اُن کا دستِ مبارک بھی قطع کرنے سے گریز نہ فرماتے اور ایک کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ نہ صرف یہود و نصاریٰ کی تباہی کا موجب یہی سفارش ہے بلکہ ہر وہ اُمت جو حدود اللہ سے اگر امراء تجاوز کریں تو اُن کو سزا سے مبرا ٹھہرائے گی اور غربا اگر حدود اللہ سے تجاوز کریں تو اُن پر حد جاری کرے گی تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کا مشاہدہ ہم ہر دور میں کرتے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے حضورؐ جب یہ سمجھتے تھے کہ حدود اللہ جن کا ذکر آیت تطہیر میں ہے اس کے پابند صرف وہ خود، ازواج مطہرات یعنی اہل بیت رسولؐ ہیں۔ تو آپؐ چادر اٹھا کر حضرت علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنینؓ کی تطہیر کی سفارش کس طرح کر سکتے تھے جبکہ خود ان سب حضرات کی حیات مبارکہ ہی اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اُن میں سے کسی ایک نے بھی آیت تطہیر سے متعلق جن حدود اللہ کا ذکر ہے شد و مد سے بے کبھی پابندی کی ہو۔ اور پھر وہ پابندی کرتے بھی کیوں جبکہ یہ حدود اللہ نہ تو اُن سے متعلق تھے اور نہ ہی آیت تطہیر میں اُن کو خطاب کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر ان حدود اللہ کا تعلق یا خطاب بھی

علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنینؓ سے ہوتا تو یہ حضراتؓ ان حدود اللہ کی اسی شد و مد سے پابندی کرتے جس طرح خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول امہات المومنینؓ نے کی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

عن عبد اللہ ابن عمر قال	"حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے
سمعت رسول اللہ صلی	کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم یقول	کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اپنی سفارش
من حالت شفاعۃ دون	کے ذریعہ اللہ کی حدود میں سے کسی
حد من حدود اللہ فقد	حد میں حائل ہو تو حقیقت یہ ہے کہ
ضاد اللہ[1]	اُس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔"

اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم جو خود حدود اللہ کے نافذ کرنے والے تھے کس طرح ممکن تھا کہ آپ خود ہی حدود اللہ کی پابندی کو پسِ پشت ڈال کر امت مسلمہ کو حدود اللہ سے تجاوز کرنے کی جرأت دلا کر خدا کے غضب کا شکار ہوتے اس واسطے آپؐ کی سفارش یا چادر ڈال کر سیدنا علیؓ سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو اس میں داخل کر کے دعا کرنا اور امہات المومنینؓ جو حقیقت میں اہل بیتؓ قرآنی ہیں اُن کو "انک الی خیر" کہہ کر اہل بیت سے خارج قرار دینا وغیرہ احادیث موضوع ہیں جو خلافِ عمل رسولؐ اور خلافِ فطرت

---

[1] مشکوٰۃ باب الشفاعۃ فی حدود اللہ الفصل الثانی

منافی ہیں۔ کیونکہ ہر مرد کی چادر اپنی ازواج کے لئے چادر
چادر تطہیر ہے اور جو عورت اس چادر تطہیر میں شامل نہیں وہ اپنے خاوند کے ماتھے
پر کلنک کا ٹیکا ہے جس کی جوابدہی اس خاوند سے ہوگی جس کی وہ بیوی ہے کہ وہ
اسے اپنی چادر تطہیر میں کیوں نہ رکھ سکا جبکہ اس کا خاوند اس کا کفیل اور مجازی
خدا تھا۔ اور جن ازواج مطہرات اہل بیتؓ رسولؐ کے پاک سروں کو رب کائنات
نے خود چادر تطہیر سے ڈھانپا اور اس چادر تطہیر کا محافظ اور پابند رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا یہ ناممکن تھا کہ آپؐ خود ہی اس چادر مقدس کو اپنے
ہاتھوں سے اتار کر ان مقدس ترین اہل بیتؓ کے سر ننگا کرنے کے مرتکب ہو کر
نعوذ باللہ عتاب خداوندی کا شکار ہوتے۔ یہ موضوع احادیث ذات نبی
آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر سراسر افترا اور بہتان عظیم ہیں۔

آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علیؓ کا مسلک

جس طرح حدود تطہیر کی پابندی حضور
نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھی اگر سیدنا علیؓ بھی آیت تطہیر میں
مخاطب یا شامل ہوتے تو ان پر بھی فرض تھا کہ حدود تطہیر کی پابندی اسی طرح
کرتے جس طرح پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ آیت تطہیر کے نزول
وقت سیدنا علیؓ کی رفیق حیات صرف سیدہ فاطمۃ الزہرا تھیں اور موذی ایسے
وہ حضرات جو مخاطب و شامل تطہیر تھے انہیں تو ازواج کو طلاق دینے اور مزید
نکاح کرنے کی ممانعت کا حکم رب کائنات ذیل کے الفاظ میں دے
چکا تھا:۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا

(الاحزاب: ۵۲)

اس (آیت تطہیر کے نزول) کے بعد تیرے (اے نبیؐ) لئے عورتیں حلال نہیں ہیں۔ اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں کرے اگرچہ تجھے ان کا حسن پسند بھی آئے سوائے اس کے جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے[۲]

---

[۱] - اگر سیدنا علیؓ بھی اس میں شامل تھے اور پھر اگر حضرت حسنینؓ بھی شامل تھے تو ان سب کے لئے بیان حدود اللہ کی پابندی اسی طرح لازم و فرض تھی جس طرح خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (مؤلف)

[۲] ابن عباسؓ، مجاہدؒ، ضحاکؒ، قتادہؒ، ابن زیدؒ اور ابن جریرؒ کے علاوہ دیگر علماء نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیتؓ کو اختیار دیا کہ وہ مال و دولت لے کر رخصت ہو جائیں یا فقر و فاقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کریں۔ تو تمام اہل بیتؓ نے مال دنیا کو ٹھکرا کر آپؐ کی رفاقت کو محبوب جانا۔ تو ان کی اس ثابت قدمی، زہد و تقویٰ کا انعام کیسے رب کائنات نے ان کا اس قدر اکرام کیا کہ ان کے رفیق حیات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا بلکہ آئندہ اور نکاح سے بھی روک دیا۔ اور حضرت عکرمہؓ اور حضرت انسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے

مگر اس کے برعکس سیدنا علیؓ آیت تطہیر کے نزول کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی ہی میں دشمن اسلام ابوجہل کی لڑکی جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے حالانکہ اگر وہ آیت تطہیر میں مخاطب یا شامل ہوتے تو کبھی بھی حدود اللہ سے تجاوز کا ارتکاب نہ کرتے۔ اور حدودِ تطہیر کی اسی طرح پابندی فرض سمجھتے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات اُن کے پابند رہے روایت ہے۔

عن علی بن حسین زین العابدین ان المسور بن مخرمۃ قال ان علیاً خطب بنت ابی جہل فسمعت بذلک فاطمۃ فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یزعم قومک انک لا

علی بن حسین زین العابدین مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) کو شادی کا پیغام دیا۔ یہ خبر حضرت فاطمہؓ کو پہنچی وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپؐ کی قوم والے کہتے ہیں آپؐ کو اپنی بیٹیوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۴۹) :- اس کی تصدیق بھی فرمادی چنانچہ ان حدود کی پابندی میں آپؐ نے سنہ ۸ھ کے بعد کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور نہ ہی ان پاک و مطہر ازواج میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کا ارتکاب کیا۔ بلکہ حضورؐ اپنی حیات طیبہ میں ان حدود اللہ کے پابند رہے اور وفات حسرت آیات ان حدود کی پابندی کو فرض سمجھا۔ (مؤلف)

تخطب لبنات[1] وھذا علی	ستانے پر کوئی غصہ نہیں آتا داسی کا
ناکح بنت ابی جہل فقام رسول	اثر ہے) کہ اب علیؓ ابوجہل کی بیٹی (جویریہ)
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ	سے نکاح کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر رسول
حین تشھد یقول اما بعد	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (لوگوں
انکحت ابا العاص بن الربیع	کو خطاب فرمایا) مسور کہتے ہیں میں نے
فحدثنی وصدقنی وان فاطمۃ	سنا) آپؐ نے تشہد پڑھا پھر فرمایا میں
بضعۃ منی وانی اکرہ ان	نے ایک بیٹی ابوالعاصؓ بن ربیع کو دی
یسوءھا واللہ لا یجتمع بنت	اُس نے جو بات (وعدہ کیا) کی وہ پوری
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کی دیا دکھو) فاطمہؓ میرے دل کا ٹکڑا
وبنت عدو اللہ عند رجل	ہے جس نے اس کو دکھ دیا۔ اس نے مجھے
واحد[2]	دکھ دیا۔ خدا کی قسم! یہ ناممکن ہے کہ رسولِ خدا

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی اور بہنیں بھی تھیں۔ شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی اصول کافی کے صفحہ جلد ۲۷۸ میں ہے۔

تزوج خدیجۃ وھو ابن بضع	رسول آپ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جبکہ
وعشرین سنۃ فولد لہ منھا	بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہونے سے
قبل مبعثہ القاسم ورقیہ و	پہلے ان کے بطن سے قاسمؓ اور رقیہؓ، زینبؓ
زینب وام کلثوم وولد لہ بعد	اور ام کلثومؓ پیدا ہوئے اور مبعوث ہونے
المبعث الطیب والطاھر والفاطمۃ	کے بعد طیبؓ طاہرؓ اور فاطمہؓ تولد ہوئے۔
علیھا السلام	

[2] صحیح بخاری چودھواں پارہ باب المناقب داماد رسول صلعم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور دشمن خدا (ابوجہل) کی بیٹی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہوں۔"

اور صحیح مسلم میں ہے۔

الا ان یحب ابن ابی طالب ان یطلق بنتی و ینکح ابنتھم فانما النبی بضعۃ منی یریبنی ما رابھا و یؤذینی ما اذاھا	"مگر یہ کہ ابن ابی طالب کو اختیار ہے کہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے اور ان کی بیٹی (جویریہ) سے شادی کرلے (یاد رکھو) فاطمہؓ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا۔"

حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ "میں جو تشدد حضرت فاطمہؓ پر کیا کرتا تھا اس سے دستبردار ہوگیا اور میں نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم آئندہ میں اب کبھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کروں گا جس سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمہاری دل شکنی ہو۔"

سیدنا علیؓ تو باب علم تھے اور قرآن پاک کے اسرار و رموز سے اچھی طرح واقف تھے اس کے احکام، اوامر و نہی اور حدود اللہ کے پوری طرح پابند تھے اور بقول سبائی حضرات قرآن ناطق ہی تھے۔ اُن کی ذات ستودہ صفات سے یہ کیسے اُمید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حدود تطہیر سے تجاوز کیا ہو اور سیدہ فاطمۃ الزہرا جیسی نیک و مطہر رفیقۂ حیات کی زندگی میں کسی غیر مطہرہ عورت سے شادی کرلیتے۔ آپؓ کے اس فعل سے نہ صرف جناب سیدہ ناراض ہوئیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوا اور آپ نے ان سے جناب سیدہ کی طلاق طلب کی۔

ے بحوالہ مشارق الانوار باب فضائل حضرت فاطمہؓ صفحہ ۵۰۴

ے طبقات صفحہ ۱۶، اصابہ صفحہ ۲۳۰، صحابیات صفحہ ۱۲۷

مندرجہ بالا حدود اللہ و حدود تطہیر میں تو مزید نکاح کیلئے اور منکوحہ بیوی کو طلاق دینا حرام قرار دیا گیا ہے مگر یہاں حضرت علیؓ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ جیسی مطہرہ خاتون کے ہوتے ہوئے غیر مطہرہ عورت سے شادی کر رہے ہیں اور پھر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جناب سیدہ کی طلاق طلب کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ سیدنا علیؓ مخاطب و شامل آیت تطہیر و اہل بیت رسولؐ نہیں ورنہ حدود اللہ اور حدود تطہیر سے کبھی تجاوز نہ کرتے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؓ مطہرہ نہ تھے (نعوذ باللہ) آپؓ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے مطہر ہونے اور جنتی ہونے کی بشارت مخبر صادقؐ دے چکے ہیں اور پھر آپ بدری صحابیؓ ہیں جن کی تطہیر کے متعلق رب کائنات فرماتا ہے کہ۔

يُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (انفال ۱۱) "تاکہ تم کو پاک کرے اور تم سے شیطان کی ناپاکی کو دور کر دے"

جناب سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی وفات رسول اکرم صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی سنہ ۱۱ھ میں واقع ہوئی۔ آپؓ کی وفات حسرت آیات کے بعد سیدنا علیؓ نے اٹھ ایسی عورتوں سے شادیاں کیں جو نہ تو آیت تطہیر کے نزول کے وقت آپؓ کی ازواج تھیں اور نہ ہی آیت تطہیر کی مخاطب۔ آپؓ کی ازواج کے نام درج ذیل ہیں جو جناب سیدہ کے بعد آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

(۱) حضرت ام البنین بنت حزامؓ بن خالد (بنی ہلال)

(۲) حضرت لیلیٰ بنت مسعودؓ (بنی تمیم)

(۳) حضرت اسماء بنت عمیسؓ الخثعمیہ

۴۔ حضرت امامہ بنت ابوالعاص (از بطن سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلعم و ہمشیرہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ)

۵۔ حضرت خولہ بنت جعفرؓ بن قیس

۶۔ حضرت ام سعید بنت عروہؓ بن مسعود ثقفی

۷۔ حضرت ام حبیبہ بنت ربیعۃ الثعلبۃ

۸۔ حضرت صہباۃ بنت امرء القیس الکلبی

سورہ احزاب کا نزول جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے ۵ھ سے لے کر ۸ھ تک ہے اور جب آیت تطہیر نازل ہوئی اس وقت حضرت علیؓ کی اہل بیت صرف سیدہ فاطمۃ الزہراؓ تھیں۔ اس انعام خداوندی سے نوازنے سے پیشتر حدود اللہ میں واضح طور پر یہ الفاظ تھے کہ آج کے بعد وہ لوگ جن کی تطہیر کا اعلان کیا جا رہا ہے وہ اب کوئی اور شادی نہیں کر سکتے اور نہ ہی موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدود اللہ اور حدود تطہیر کے نزول کے بعد نہ تو کوئی شادی کی اور نہ ہی وفات حسرت آیات تک کسی مطہرہ بیوی کو طلاق دینے کا ارتکاب کیا مگر سیدنا علیؓ نے ان حدود اللہ کے اترنے کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے علاوہ آٹھ مزید شادیاں کیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آیت تطہیر کے نہ ہی وہ مخاطب ہیں اور نہ وہ ان حدود اللہ میں شامل ہیں جو اہل بیتؓ تطہیر سے متعلق نازل ہوئیں۔ اور اگر آپؓ آیت تطہیر کے مخاطب یا اس میں شامل ہوتے تو آپؓ کی ذات بابرکات کبھی بھی

حدودِ تطہیر سے تجاوز کرنے کا ارتکاب نہ کرتی۔

وہ ہستی جو ایک دشمنِ خدا کو قتل کرتی ہے اور وہ آپؓ کے رُخِ مبارک پر تھوکتا ہے تو اُس کو قتل کئے بغیر آپؓ چھوڑ دیتے ہیں اور اُس دشمنِ خدا کے پوچھنے پر کہ آپؓ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا۔ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تمہیں خدا کی رضا کے لئے قتل کر رہا تھا مگر اب چونکہ غصے میں میرا نفس حائل ہو گیا تھا۔ میں اپنے نفس کی خوشنودی کے لئے تجھے قتل کر کے عذاب خدا مول لینے کو تیار نہیں بھلا ایسے بے نفس اور حدود اللہ کے پابند جناب سیدنا علیؓ سے توقع کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے حدودِ تطہیر کے نزول کے بعد حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا ارتکاب کیا ہو۔

این خیال است و محال است و جنوں

آیت تطہیر، حدود اللہ اور وصیت سیدنا علیؓ

آیت تطہیر کے انعامات سے نوازنے سے قبل اہل بیتؓ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ربِ کائناتؒ حدود اللہ جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ

۱۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب۔ ۶)

"نبی مومنوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔"

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا

اور تمہیں (اے مومنو) مناسب نہیں

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۳)

رسولؐ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اس کی بیبیوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بڑی (گناہ کی) ہے۔

ان احکامات وحدود اللہ کی رُو سے ازواجِ مطہراتؓ رسول آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو کل امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا اور آج تک تمام امت مسلمہ آپؐ کی اہل بیتؓ کو امہات المومنینؓ کے نام سے ہی موسوم کرتی ہے اور قیامت تک اسی القاب سے اہل بیتؓ رسولؐ کو یاد کرکے سعادت دارین حاصل کرتے رہے گی۔ قرآن حکیم اور خود نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی جگہ بھی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو ام المومنینؓ یا سیدنا علیؓ کی دیگر ازواجؓ کو بھی امہات المومنینؓ کے لقب سے نہیں نوازا اور نہ ہی امت مسلمہ[1] کے کسی طبقہ نے کبھی ازواج سیدنا علیؓ کو امہات المومنینؓ کے القاب سے موسوم کیا لیکن آیت تطہیر کا خطاب تو صرف امہات المومنینؓ کو ہے اور قیامت تک وہی اہل بیتؓ رسولؐ ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حد جاری فرمائی کہ امت مسلمہ میں سے کوئی کبھی بھی اہل بیتؓ رسولؐ سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ان سب کی

---

[1] ازواج مطہراتؓ کو اہل بیت سے خارج کرکے خود رسول اکرم صلعم کو ذہنی دکھ دو اور ان پر کیسی قسم کا بہتان تراشو کیونکہ وہ تمہاری مائیں اور رسول اکرم صلعم کی ازواج اور اہل بیتؓ ہیں (مؤلف)

ہیں۔ ورنہ اس سے نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچے گا بلکہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہوگا۔ یہ اس لئے کہ جن بیبیوں کو خالق ارض وسماء امہات المومنینؓ قرار دے چکا اور ہر قسم کے رجس سے مطہر و پاک فرما چکا ہے اُن کے بیبیوں میں سے کوئی بھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صحابیؓ کبھی بھی اُن سے شادی نہیں کر سکتا اور اگر ایسا کرے گا تو وہ گناہ عظیم کا ارتکاب کرے گا۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا گیا کہ وہ ان ازواج مطہرات و اہل بیت رسولؐ کو تاحین حیات کبھی بھی طلاق نہیں دے سکتے تاکہ اُن کی کوئی بیوی جس کو رب کائنات رجس سے پاک فرما چکا ہے بعد از طلاق کسی صحابی یا غیر صحابیؓ شخص سے شادی نہ کر لے اور اسی غرض سے اُنہیں امہات المومنینؓ قرار دیا کہ بعد از وفات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہ خود کسی صحابیؓ سے شادی کرنے کا ارتکاب نہ کر سکیں اس لئے ان اہل بیتؓ رسولؐ کی پاکیزگی و طہارت کو قیامت تک کے لئے قائم و دائم رکھا۔

لیکن اپنی وفات سے قبل سیدنا علیؓ نے خود مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ آپؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی بیوی سیدہ امامہ بنت العاصؓ سے نکاح کر لیں۔ روایت ہے کہ سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبد المطلب کے پر پوتے تھے) کو وصیت کر گئے کہ امامہؓ (بنت ابی العاصؓ) سے نکاح کریں۔ چنانچہ مغیرہ نے تعمیل کی مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ ہے۔[1]

---

[1] طبقات ص ۲۷ ج ۸، اسد الغابہ ص ۴۰۰ ج ۵، استیعاب ص ۷۲۶ ج سیر الصحابیات ص ۱۷

مقام غور ہے کہ اگر سیدنا علیؓ مخاطب آیت تطہیر یا شامل اہل بیت رسولؐ تھے تو ان پر بھی حدود و قیود تطہیر کی پابندی اُسی طرح لازم تھی جس طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کی ازواجِ پر بھی ان حدود اللہ کی پابندی اُسی طرح لازم تھی جیسی اہل بیتِ رسول ازواجِ مطہراتؓ پر تھی۔ لیکن آپؓ تو خود مغیرہ بن نوفلؓ کو وصیت کر رہے ہیں کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کی بیوہ سیدہ امامہ بنت ابوالعاصؓ سے ضرور شادی کر لیں اور آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کی اِن بیوہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی بی بی امامہ بنت سیدہ زینبؓ (زوجہ ابوالعاصؓ) نے مغیرہ بن نوفل سے شادی بھی کر لی حالانکہ وہ لوگ جن کو آیت تطہیر میں رب کائنات نے خطاب کیا اور مطہر فرمایا اُن کو تو مزید شادی اور طلاق سے منع کیا گیا ہے مگر اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ اگر سیدنا علیؓ یا آپؓ کی ازواج آیت تطہیر کی مخاطب ہوتے تو آپ کبھی بھی مغیرہ بن نوفل کو اپنی بیوہ سے شادی کی وصیت نہ فرماتے۔ اور نہ ہی کبھی آپؓ کی بیوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سیدہ زینبؓ کی بیٹی سیدہ امامہ بنت ابوالعاص کبھی کسی ایسے شخص سے شادی کا ارتکاب فرماتیں جو تطہیر میں شامل نہ تھا اور نہ ہی کبھی مغیرہ بن نوفل یہ جرم عظیم کر سکتے تھے کہ وہ سیدہ امامہ بنت ابوالعاص بیوہ سیدنا علیؓ سے کبھی نکاح کرتے۔ بلکہ جس طرح بعد از وفات حسرت آیات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیتؓ رسولؐ نے کسی صحابی، امتی یا بیٹے سے شادی کا ارتکاب نہیں کیا سیدنا علیؓ کی بیوہ بھی شادیاں نہ کرتیں لہٰذا اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حدود تطہیر اور آیت تطہیر میں حضرت علیؓ شامل

نہیں تھے ورنہ وہ کبھی حدود اللہ سے تجاوز نہ کرتے۔ بلکہ سبائی مفسدین نے غلط روایات وضع کر کے انہیں خواہ مخواہ اہل بیتؓ رسولؐ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے پر انہیں مجرم ٹھہرانے کی فضول جستجو کی ہے اور اس طرح انہوں نے کوشش کی ہے کہ فاتح خیبر سے اپنے آباؤ اجداد کا بدلہ لیں۔

اس واقعے نے ثابت کر دیا کہ نہ تو سیدنا علیؓ اپنے آپ کو اہل بیتؓ رسولؐ سمجھتے تھے اور نہ مخاطب آیت تطہیر اور نہ ہی آپؓ کی ازواج اپنے آپ کو اہل بیت رسولؐ سمجھتی تھیں اور نہ ہی مخاطب و شامل آیت تطہیر اور نہ ہی صحابہؓ آپؓ اور آپؓ کی ازواجؓ کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تھے اور نہ ہی مخاطب و شامل حدودِ آیت تطہیر ورنہ یہ سب کبھی بھی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کرتے اور حدود اللہ کو نہ توڑتے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی بعد از وفات مخاطبانِ آیت تطہیر اہل بیت تطہیرؓ سے شادی کی تو خدا کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہوگا۔

علاوہ بریں اگر سیدنا علیؓ کی دیگر ازواجؓ بھی آپؓ کو اہل بیت رسول سمجھتیں اور خود کو مخاطبانِ آیت تطہیر تو آپؓ کی وفات کے بعد اُن لوگوں سے شادیاں نہ کرتیں جو تطہیر میں شامل ہی نہ تھے۔[۱]

---

[۱] سیدنا علیؓ کی بیوہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی سلمی بن جندل بن نہشل ابن دارم نے آپؓ کے سگے بھتیجے اور داماد حضرت عبداللہ بن حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ نکاح کیا اور اس طرح فقہ کا یہ مسئلہ اُٹھا کہ آیا ایک خاتون اور اس کی سوتیلی ماں کو ایک ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہدایہ میں اس کے جواز پر اسی واقعہ سے استشہاد کیا گیا ہے اور اس کے دلائل دئیے گئے ہیں۔ (مؤلف)

آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علیؓ و سیدنا عباسؓ کا صدقاتِ رسولؐ کا مطالبہ

آیت تطہیر کے نزول سے پیشتر رب کائنات نے رجس سے پاک و مطہر ہونے کے لئے کچھ حدود قائم کئے تھے۔ فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۲۸: ۲۹)

"اے نبیؐ! اپنے اہل بیت (ازواج) سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور دار آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔"

ان احکامات کی رو سے اہل بیت تطہیرؓ پر فرض ہو چکا تھا کہ وہ مال و دولت کی ہوا و ہوس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیں اور جس طرح پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہِ عرب و عجم ہونے کے باوجود فقیرانہ زندگی بسر کی اہل بیت تطہیرؓ کو بھی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا ہو گی چنانچہ حدودِ تطہیر کے تحت ازواج مطہراتِ رسولؐ یعنی اہل بیتؓ رسولؐ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال و دولت کے مطالبہ تک کو ترک کر دیا باوجودیکہ بحیثیت ازواج انہیں

حق پہنچتا تھا کہ اپنے خاوند اور مجازی خدا سے اپنے حقوق طلب کریں۔ مگر انہوں نے ان حدود اللہ کی پابندی نہ صرف آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں کی بلکہ آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد سے خود اپنی وفات تک ان حدود اللہ کی سختی سے پابند رہیں۔ اور جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات حسرت آیات کے بعد نہ کچھ درہم چھوڑا نہ دینار۔ ان مقدس اہل بیتؓ رسولؐ نے بھی نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ بلکہ ہمیشہ فکر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔

حضورؐ کی وفات کے بعد تو فتوحاتِ اسلامیہ کا اس قدر دور دورہ ہوا کہ قیامت تک تاریخ اُن کی شاہد رہے گی اور اس قدر غنائم کثیرہ آئے کہ کوئی محتاج زکوٰۃ و صدقات لینے والا نظر نہ آتا تھا۔ مگر ان اہل بیتؓ رسولؐ کی حالت وہی رہی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں تھی۔ اگر کبھی کسی خلیفۃ المسلمینؓ نے مال و زر ان کی خدمت اقدس میں بھیج بھی دیا تو جب تک اس مال و دولت کو مستحقین میں تقسیم نہ فرما دیا آرام نہ فرمایا۔ اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ امہات المومنینؓ نے اپنی وفات کے وقت کچھ بھی ملکیت نہ چھوڑی

بعض لوگوں نے اہل بیتؓ رسولؐ اُن حضرات کو قرار دیا ہے جن پر صدقہ جائز نہیں تھا اور اُن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو بھی شامل کیا ہے اور خود ان دونوں بزرگوں نے جن کے متعلق مشہور کیا جاتا ہے کہ ان پر صدقہ حرام تھا حضرت عمرؓ کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کا مطالبہ کیا روایت ہے کہ

"حضرت زہریؒ کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن حدثان النصیری نے خبر دی

کہ اُنہیں عمر بن الخطابؓ نے بلایا۔ اسی اثنا میں اُن کے پاس دربان نے جس کا نام یرفا تھا آکر عرض کیا کہ آپؓ کو عثمانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اُنہیں میرے پاس آنے دو۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آیا اور کہنے لگا کیا آپؓ کو علیؓ اور عباسؓ کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں اُنہیں میرے پاس آنے دو۔ جب وہ دونوں اندر آگئے تو عباسؓ بولے یا امیرالمومنینؓ میرا اور اس (علیؓ) کا فیصلہ کیجیے وہ دونوں مال و دولت میں جھگڑتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو بنی نضیر کے مال غنیمت میں سے دیے تھے (اور حضرت عمرؓ نے اس کا اہتمام ان دونوں چچا بھتیجے کے سپرد کر دیا تھا) حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان سخت کلامی ہوئی لوگوں (حاضرین) نے عرض کیا امیرالمومنینؓ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرائیے اور ایک دوسرے سے امن دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہر دیں تمہیں اس کی قسم دلاتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم نہیں جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ؎ جو کچھ ہم انبیاء چھوڑیں وہ صدقہ ہے (کسی کا ترکہ نہیں)

سب نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف رُخ کر کے فرمایا میں تمہیں بھی خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم بھی جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

نے یہ فرمایا تھا۔ انہوں نے بھی کہا ہاں یہی فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں سے اس امر کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت میں خاص کیا تھا۔ یعنی آپؐ کے سوا کسی نبی کو نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے،

وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○	"اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کے واسطے (بنی نضیر کے غنیمت میں) دیا ہے اس پر تم نے اپنے گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں (یعنی بے مشقت دے دیا تھا) لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"
(الحشر: ۶)	

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی پھر بخدا وہ تمہارے (علیؓ وآلِ علیؓ اور عباسؓ اور آلِ عباسؓ) کے لئے نہیں ہے (بلکہ عامۃ المسلمین کا حق ہے) اور نہ تم کو اس پر مختار بنایا بلکہ اس مال میں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان تقسیم کرتے تھے۔ اور جو تھوڑا مال باقی رہتا اس میں سے اپنی بیبیوں کا سال بھر کا خرچ کرکے جو کچھ بچتا تھا اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں یہی عمل درآمد کرتے رہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں اس شے کو انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا اور رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرح عملدرآمد کرتے رہے اور تم دونوں (عباسؓ اور علیؓ کی طرف منہ کرکے فرمایا) اس وقت بھی حضرت ابوبکرؓ سے شکوہ کرتے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ اس میں سچے نیکوکار متبع امرِ حق تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تب میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا جانشین ہوں۔ میں نے اپنے زمانۂ خلافت میں دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا اور اللہ جانتا ہے میں اس میں سچا نیکوکار متبع امرِ حق تھا پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور اس وقت تم میں اچھا اتفاق تھا۔ ایک بات اور ایک ارادہ تھا۔ اے عباسؓ! کیا تم میرے پاس نہیں آئے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ (پیغمبروں) کا مال میراث نہیں ہوتا۔ بلکہ جو وہ چھوڑیں صدقہ ہوتا ہے پھر میرے دل میں آیا کہ اس مال کا اہتمام (بطور آزمائش) تم دونوں کے سپرد کر دوں تب میں نے تم سے یہ کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو وہ اس اقرار پر دیدوں کہ تم پر اللہ کا عہد و پیمان ہے۔ یہ کہ تم دونوں اس میں عمل کرو جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے کیا اور جیسا کہ خود میں نے ابتدائے خلافت میں کیا۔ ورنہ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں تو پھر اس کے متعلق مجھ سے کبھی گفتگو نہ کرنا[1] تم دونوں نے کہا کہ اسی شرط پر ہمیں وہ مال (صدقہ) دے دو۔ تب میں نے

---

[1] اس واقعہ سے سیدنا عمر فاروقؓ کے علم و فراست اور تدبر کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ سیدنا عباسؓ اور سیدنا علیؓ بار بار صدقاتِ رسول اللہ صلعم کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ یہ دونوں حضرات سیدنا ابوبکرؓ کو بھی خواہ مخواہ بدنام کرتے رہے ہیں تو آپؓ نے اس

وہ مال آپؓ (دونوں) کو دے دیا اب تم دونوں اس کے متعلق اس کے
اور کوئی فیصلہ چاہتے ہو جو اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم
ہیں قیامت تک اس فیصلے میں رد و بدل نہیں کر سکتا البتہ اگر تم اس مال کا بندوبست
ں کر سکتے تو مجھے واپس دے دو میں خود اس کا بندوبست کروں گا۔[۱]

پس اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ اہل بیت تطہیر میں سیدنا علیؓ اور سیدنا
سؓ داخل نہیں اگر وہ حدود تطہیر میں داخل ہوتے تو جس طرح حضور صلی
علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد آپؐ کے اہل بیتؓ یعنی امہات
نینؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی جائداد یا صدقے کے لئے مطالبہ وراثت

بیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸) کا انتظام احکام قرآن، اسوہ حسنہ نبی اکرم صلعم اور عمل سیدنا
یق اکبرؓ پر عمل درآمد کرنے کے وعدہ پر ان دونوں حضرات کو سونپ دیا کہ ان کی
زمائش کی جائے) مگر یہ دونوں ہی اپنے وعدہ پر پورے نہ اترے بلکہ ایک دوسرے
بُرا بھلا کہا اور دست و گریبان ہوئے اور فے یعنی صدقات رسول اللہ صلعم کے
نظام میں بری طرح ناکامیاب ہوئے جس سے صحابہؓ اور امت مسلمہ پر سیدنا
بوبکر صدیقؓ کی صداقت حقیقی معنوں میں ثابت ہو گئی (مؤلف)

سلہ سیدنا عباسؓ اور سیدنا علیؓ ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشتے تھے اور
یا چاہتے تھے کہ ان صدقات سے استفادہ تقسیم میں جدا جدا اختیارات دئے جائیں
جو خلاف احکام ربانی واسوۂ حسنہ رسول اکرم صلعم اور عمل صدیق اکبرؓ تھے (مولفنا)

[۱] صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی

نہیں کیا اسی طرح سیدنا علیؓ کو بھی مال و دولت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیئے
اور رہا صدقے کا سوال تو اس کے یہ دونوں حضرات متولی مقرر ہوئے
اس سے باقاعدہ استفادہ کرتے رہے بلکہ اس مال و متاعِ صدقہ پر قا
ہونے کے لئے ایک دوسرے سے لڑ پڑے اور پھر یہ ان حدود اللہ کی پا
کس طرح کرتے کیونکہ وہ نہ تو اہل بیتِ رسولؐ تھے اور نہ آیت تطہیر
مخاطب ورنہ وہ اہل بیت تطہیر ہوتے تو ان کی ذات سے یہ کیسے
کی جا سکتی ہے کہ وہ کبھی حدود اللہ سے تجاوز کرنے کی جرأت کرتے۔

بلکہ اہل بیتِ تطہیر تو ازواجِ مطہرات پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ و
اور امہات المومنینؓ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال و کردار سے ثابت کیا کہ ا
نے مرتے دم تک حدودِ تطہیر سے تجاوز نہ کیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علی
کے اسی مالِ صدقہ کے متعلق روایت ہے کہ

قال فحدثت هذا الحديث عروة بن الزبير فقال صدق مالك بن اوس انا سمعت عائشةؓ زوج النبي صلى الله عليه وسلم تقول ارسل ازواج النبي صلى الله عليه وسلم عثمان الى ابي بكر يسألنه ثمنهن مما افاء الله على

زہریؒ نے کہا میں نے یہ حدیث عروہ ابن زبیرؓ سے بیان کی تو انہو کہا مالک بن اوسؓ نے سچ کہا میں نے حضرت عائشہؓ زوجہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ کہتی تھیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے

رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکنت انا اردھن فقلت
لھن الا تتقین اللہ الم تعلمن
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یقول لا نورث ما ترکنا
صدقة یرید بذلك نفسه
انما یاکل اٰل محمد صلی
اللہ علیہ وسلم فی ھذا
المال فانتھی ازواج النبی
صلی اللہ علیہ وسلم

پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ اُن مالوں
سے جو اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کو بن لڑے دئے اپنے آٹھویں
حصہ ترکہ کا مطالبہ کریں میں نے اُن کو
منع کیا اور کہا کیا تم کو خدا کا خوف نہیں
تم یہ نہیں جانتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم فرمایا کرتے تھے ہم پیغمبروں کا کوئی
وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے
آپؐ نے اپنے تئیں مراد لیا۔ البتہ محمدؐ کی
آلؑ اس میں سے کھائے گی یہ سن کر ازواج
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترکہ مانگنے سے باز آئیں

سبحان اللہ بحمدہ! یہ تھے وہ اہل بیت تطہیر[۲] جن پر صدقہ حرام تھا اور
جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
صدقے کا کبھی زندگی بھر مطالبہ نہ کیا۔ مگر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور
ان کے آل و اولاد تو اس صدقے کے نہ صرف متولی رہے بلکہ اس سے استفادہ
بھی کرتے رہے یہاں تک کہ اس پر قابض ہونے کے لئے چچا بھتیجا لڑے

---

[۱] صحیح بخاری پارہ ۱[illegible] کتاب المغازی

[۳] یعنی امت مسلمہ

یعنی حسن کا ذکر آپ گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے۔

حضرت علیؓ نے آخری دم تک ان صدقات پر حضرت عباسؓ کو قبضہ نہ کرنے دیا بلکہ اپنی آل و اولاد کو ان پر قابض فرما گئے۔ روایت ہے :۔

اخبرتھم قال فکانت ھذہ الصدقۃ بید علیؓ منعھا علی عباسا فغلبہ علیھا ثم کان بید حسن بن علی ثم بید حسین بن علی بید علی بن حسین وحسن بن حسن کلاھما کانا یتداولانھا ثم بید زید بن حسن وھی صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقا[1]	(زہرہؓ) نے بتایا کہ یہ مال صدقہ علیؓ کے قبضے میں رہا انہوں نے حضرت عباسؓ کو اس پر قبضہ نہ کرنے دیا پھر (حضرت علیؓ کے بعد) حسن بن علیؓ کے قبضے میں رہا پھر حسین بن علیؓ کے قبضے میں رہا پھر علی بن حسین (زین العابدینؓ) اور حسن بن حسنؓ (حسن مثنیٰ) دونوں کے قبضے میں رہا دونوں باری باری اس سے استفادہ کرتے رہے پھر زید بن حسنؓ کے پاس رہا اور ان سب کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صدقہ اسی طریق سے رہا۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ حضرت علیؓ اور اُن کی آل و اولاد مال و دولت میں کھیلتی رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات سے استفادہ کرتی رہی۔ لیکن اہل بیت تطہیرؓ پر تو آیت تطہیر کی حدود و شرائط میں مال و دولت کو حرام قرار دیا گیا تھا مگر حضرت علیؓ کی ملکیت میں بارہ گاؤں

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۱۰ کتاب المغازی

تھے جن کا متولی آپؓ اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت حسنؓ کو بنا گئے تھے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے مال و دولت کے متعلق ملا باقر مجلسی روایت کرتے ہیں کہ:-

"جب حضرت فاطمہؓ واصل بحق ہوئیں تو ان (حضرت علیؓ) کو ان کی اولاد کو سات مواضع ہاتھ لگے"[1]

اور فروع کافی میں ہے کہ

فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمۃ فیھا فشھد علی علیھا السلام وغیرہ انھا وقف علی فاطمۃ علیھا السلام وھی الدلال والعفاف والحسنی والصافیۃ وما لام ابراھیم والمبیت والبرقۃ

"پھر حضرت رسول اللہ صلعم کا جب انتقال ہوا تو عباسؓ نے ان کی بابت فاطمہؓ سے جھگڑا کیا پس حضرت علیؓ وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہیں فاطمہ علیہا السلام پر اور وہ سات دلال، عفاف، حسنی، صافیہ، مالام ابراہیم، مبیت اور برقہ"[2]

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ہے کہ حضرت علیؓ کی ملکیت میں ان کے علاوہ ینبع، وادی القری، بدیمہ، بادبیثہ اور عفر تین کے علاوہ کئی غلام بھی تھے۔ یہ تمام دیہات حضرت علیؓ نے وفات سے قبل بذریعہ وصیت اپنے اقربا کے لئے وقف کر دئے تھے اور متولی اول حضرت حسنؓ کو مقرر کیا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ وہ اہل بیتؓ جن پیمانہ مال و دولت کی محبت و ہوس نا جائز

---

[1] حق الیقین صفحہ ۱۸۵

[2] فروع کافی جلد ثالث صفحہ ۲۷

اور صدقے کا مال کھانا حرام تھا صرف اہل بیت نبیؐ یعنی امہات المومنینؓ تھیں جن کو آیت تطہیر میں خطاب کیا گیا تھا جن پر حدود اللہ نافذ کی گئی تھیں اور جنہوں نے زندگی کے آخری لمحے تک ان حدود تطہیر کی پابندی کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی ایک بیوہ رسول مقبول صلعم نے ایک گاؤں تو کیا ایک درہم بھی ملکیت نہیں چھوڑا بلکہ جو ملا راہ خدا میں لٹا دیا۔

لیکن حضرت علیؓ نے باقاعدہ بارہ گاؤں کی جاگیر چھوڑی حالانکہ جس وقت آپؓ کا نکاح سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے ہوا تھا اس وقت ایک یہودی کا پانی بھر کر گزر اوقات کرتے تھے۔ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے مگر جب یہ دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک لمبی چوڑی جاگیر میراث میں اپنی آل و اولاد کو دے گئے۔ اس کے برعکس سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ باوجودیکہ روساء قریش میں شمار ہوتے تھے۔ خلفائے مملکت اسلامیہ بھی رہے مگر جب وفات پائی تو خالی ہاتھ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور آل و اولاد کو صرف خدا کے سہارے چھوڑا ان کے لئے کوئی جاگیر میراث نہ چھوڑی۔ اور نہ ہی امہات المومنینؓ نے بعد از وفات حضرت آیات کوئی میراث و جائداد چھوڑی۔

آیت تطہیر، حدود اللہ اور مسالک سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

اہل بیت تطہیرؓ کے متعلق آپ خداوند تعالیٰ کے نافذ کردہ حدود و قیود پڑھ چکے چنانچہ مال و دولت کے متعلق ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ

(اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ
وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝
وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ
فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت
چاہتی ہو تو آؤ تمہیں سامان دے دوں
اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دوں
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو
اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ
نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے
اجر تیار کیا ہے"

(الاحزاب ۲۸: ۲۹)

چنانچہ ان حدود کی تعمیل و تکمیل میں اہل بیت رسول نے زندگی بسر کر دی مگر مال و دولت کی خواہش تک بھی نہ کی۔ لیکن اس کے بالمقابل سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا دعوی کیا حالانکہ آپ صلعم کی ازواج مطہرات رضی نے اپنا ترکہ بھی نہ مانگا۔ چنانچہ فروع کافی میں روایت ہے کہ:-

عن احمد بن محمد عن ابی
الحسن الثانی علیہ السلام قال
سألتہ عن الحیطان السبعۃ
التی کانت میراث رسول اللہ
لفاطمۃ علیہا السلام فقال
لا انما کانت وقفا وکان

احمد بن محمد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ میں نے
امام صاحب سے ان سات باغوں کا
حال پوچھا جو فاطمۃ علیہا السلام کے
پاس رسول اللہ کی میراث تھے امام صاحب
نے فرمایا کہ میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے

ؔ فروع کافی جلد ثالث مطبوعہ لکھنو صفحہ ۴۷

رسول اللہ یاخذ الیہ منہا ما ینفق علی اضیافہ

اور رسول اللہ اس میں سے اس قدر لے لیتے تھے جو مہمانوں کے خرچ کو کافی ہو

جس سے اس حقیقت کی وضاحت ہو گئی کہ اگر سیدہ فاطمہ رض اہل بیت رسول ہوتیں یا مخاطب آیت تطہیر ہوتیں تو اُن پر بھی وہی حدود وارد ہوتیں جو امہات المومنین رض پر ہوئیں۔ چونکہ یہ اُن حدود میں شامل ہی نہ تھیں اس واسطے مال و متاع رکھ سکتی تھیں۔ لیکن اگر آپ رض جیسی باسعادت خاتون جنت بھی ان حدود میں شامل ہوتیں تو آپ رض سے یہ توقع کرنا کہ حدود اللہ سے تجاوز کریں گی منافی ایمان ہے۔ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا تھا مگر سیدہ فاطمۃ الزہرا حدود اللہ سے تجاوز ہرگز نہیں کر سکتی تھیں سیدہ فاطمہ نے ان سات باغات کے علاوہ بھی باغ فدک کا مطالبہ خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رض کے پاس کیا۔

عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ علیہا السلام والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثہما ارضہ من فدک وسہمہ من خیبر فقال ابوبکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عروہ رض عائشہ صدیقہ ام المومنین رض سے روایت کرتے ہیں آپ رض نے فرمایا کہ فاطمۃ الزہرا اور حضرت عباس رض دونوں ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور آکر اپنا ترکہ مانگنے لگے آپ کی زمین جو فدک میں ہے اور (پانچواں) حصہ جو خیبر کی آمدنی میں ہے سو دے دو۔ ابوبکر رض نے کہا میں نے

سلے بلال، عفاف، حسنی، ماتیہ، مالام ابراہیم اہلبیت، اور برقہ

يقول لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل آل محمد في هذا المال والله لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الى ان اصل من قرابتي[1]

فرماتے سنا ہے کہ جو ہم (انبیاء) چھوڑیں وہ صدقہ ہے ترکہ نہیں البتہ آل محمد (یعنی عامۃ المسلمین) اس میں سے کھا سکتے ہیں رہا ذی القربیٰ سے سلوک تو خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبیوں سے سلوک کرنا اپنے قرابت داروں کے سلوک سے زیادہ افضل سمجھتا ہوں۔

یہی کہ اہل بیت رسول نے تو اپنے ترکہ کا مطالبہ تک نہ کیا بلکہ جب ازواج مطہرات نے ارادہ بھی کیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ نے انہیں یاد دلایا کہ

فقلت لهن الا تتقين الله الم تعلمن ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركنا صدقة[1]

"تمہیں خدا کا خوف نہیں کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی ورثہ نہیں اور جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے"

چنانچہ اہل بیت تطہیر نے اپنا ترکہ تک بھی نہ مانگا تاکہ حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو جائے

آیت تطہیر، حدود اللہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کی وصیت

آیت تطہیر کے نزول سے قبل جو حدود اللہ تطہیر کے لیے رب کائنات نے

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی

نافذ و مقرر فرمائے تھے ان میں حکم تھا کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کوئی مخاطب تطہیر اپنی ازواج کو طلاق نہیں دے سکتا اور نہ ہی مزید کسی عورت سے شادی کر سکتا ہے اور اگر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ خود کو اہل بیت تطہیر سمجھتیں یا اپنے خاوند سیدنا علیؓ کو بھی اہل بیت تطہیر میں شامل سمجھتیں تو کبھی اُن کو اپنی زندگی میں دوسری کسی ایسی عورت سے شادی کرنے کی وصیت نہ فرماتیں جو تطہیر میں شامل ہی نہ تھیں بلکہ آپؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے سیدہ امامہ بنت ابوالعاص سے شادی کر لی۔ روایت ہے کہ

"جب آپؓ (سیدہ امامہ بنت سیدہ زینبؓ دختر رسالتمآبؐ) سن شعور کو پہنچیں تو آپؓ کی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ فاطمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت فاطمہؓ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت امامہؓ سے عقد کر لیں۔ اس لیے حضرت امامہؓ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔[1]"

آیت تطہیر، حدود اللہ اور حضرات حسنینؓ کا مسلک

آیت تطہیر کے نزول کے بعد مخاطبانِ آیت تطہیر کے لیے آئندہ طلاق اور غیر مطہرہ عورتوں سے نکاح حرام ہو چکے تھے اس لئے اب اگر حضرات حسنینؓ بھی آیت تطہیر میں مخاطب یا اس کی حدود تطہیر میں شامل تھے تو یہ دونوں غیر مطہرہ عورتوں سے نکاح ہی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن نہ صرف انہوں نے نکاح کیے بلکہ اپنی ازواج کو طلاق بھی

---

[1] صحابیات مؤلفہ مولانا نیاز محمد خان صاحب فتح پوری صفحہ ۱۴۸

دیں[۱] جنہوں نے ان کے بعد دوسرے لوگوں سے شادیاں کیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان حضرات ؓ نے حدود اللہ سے تجاوز کیا (نعوذ باللہ) بلکہ وہ حدود اللہ ان کے متعلق نہیں تھیں وہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول ؐ کے متعلق تھیں جن کی پابندی صرف ان کے لئے فرض تھی۔

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت ؓ قرآنی اور اہل بیت تطہیر اور اہل بیت ؓ رسول ؐ صرف ازواج مطہرات پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو امہات المومنین ؓ ہونے کی حیثیت سے نہ صرف سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی مائیں اور حسنین ؓ کی نانی اماں ہیں۔ بلکہ کل اُمت مسلمہ کی بھی مائیں ہیں۔

اہل بیت حدیثی، حدود اللہ اور غلو

اسلام دین فطرت ہے اور قرآن حکیم کی تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل نہیں کر سکتے تھے جو تعلیم قرآن، سنت اللہ، فطرت اللہ اور حدود اللہ کے خلاف ہوتا۔

تعصب و اندھی تقلید کو پس پشت ڈال کر خود اپنا جائزہ لیں۔ جیسے ہم اپنے داماد۔ بیٹی اور اُن کی اولاد یعنی اپنے نواسوں سے پیار کرتے ہیں اُن کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے ہیں تو کیا ہم اپنی بیوی یعنی اُن کی ماں ساس اور نانی سے پردہ کرتے ہیں۔ یقیناً ایسا پردہ کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی اُن کی والدہ اور نانی سے پردہ کی ضرورت ہے بلکہ وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اُس کی بیٹی اور نواسوں کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی بیوی

---

[۱] حضرت حسن ؓ تو "اللہ" ہی مشہور ہیں۔ (مولف)

یعنی اُن کی والدہ۔ساس اور نانی سے کوئی راز کی بات خواہ وہ داماد۔بیٹی یا نواسوں کے متعلق ہی کیوں نہ ہو کرتے ہیں تو کیا ان سے پردہ وحجاب نہیں کرتے لیکن کرتے ہیں کیونکہ ان سے پردہ کرنا فطرتِ انسان اور حدود اللہ میں داخل ہے۔

اس لئے جن سبائی حضرات نے "اہل بیت" سے متعلق احادیث وضع کی ہیں اُن میں چونکہ بغض وعناد کارفرما تھا اس لئے ان احادیث کو وضع کرتے وقت انہوں نے فطرت اللہ اور حدود اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے چنانچہ احادیث وضع کرتے وقت امہات المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ صفیہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ اور ان کے خاوند سید المرسلینؐ، داماد سیدنا علیؓ، بیٹی سیدہ فاطمہؓ اور نواسوں حضرات حسنینؓ کے درمیان پردہ حائل کرا دیا ہے جو خلافِ فطرتِ انسانی اور خلافِ قوانینِ قدرت ہے۔

سبائی حضرات نے تمام صحابہ کرامؓ جن میں سے بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں۔چچا۔چچازاد بھائی۔سسر۔داماد بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؑ کو جو ۱۰ھ کے آخر تک زندہ رہے اُن کو بھی اہل بیتؓ رسولؐ سے خارج قرار دے دیا اور امہات المومنینؓ جن کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی اور جنہوں نے حدود تطہیر کی پابندی زندگی کے آخری لمحہ تک کی ان سب کو بھی اہل بیت تطہیرؓ سے خارج مشہور کر کے ایک ایرانی نژاد عجمی صحابی حضرت سلمان فارسیؓ کو اہل بیتؓ رسولؐ میں داخل کر کے اپنی عجمیت، عصبیت اور عرب دشمنی کا پورا پورا ثبوت دیا روایت ہے

فقال ابو جعفر ما لا تقولوا "حضرت محمد باقرؒ کے پاس جب

سلمان الفارسی ولکن المحمدی سلمان فارسیؓ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ
ذالك رجل منا اهل البيت[1] سلمان فارسیؓ نہ کہو بلکہ سلمان محمدی کہو
وہ ایک مرد ہے ہم اہل بیت میں سے "

چھ تن پاک

سبائی حضرات خصوصاً اہل بیتؑ میں سید المرسلینؐ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہرؓا، سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو شامل کرتے ہیں اور انہیں پنجتن پاک کہتے ہیں۔ لیکن سبائی حضرات کے امام کے مندرجہ بالا الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ سیدنا سلمان فارسیؓ بھی اہل بیت رسولؐ میں داخل ہیں، پس ثابت ہوا کہ پنجتن پاک نہیں بلکہ چھ تن پاک ہیں[2]۔

نعرہ چھ تنی

سبائی حضرات خصوصاً اور اُن کی تقلید میں بعض مسلمان عموماً یہ نعرہ لگاتے ہیں: "پنج نعرے پنجتنی" اور ایک نعرہ حیدری"۔ یہ نعرہ بذاتِ خود اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح اجاگر کرتا ہے کہ پنجتن پاک نہیں بلکہ چھ تن پاک ہیں، اور کمال تو یہ ہے کہ پنجتن پاک میں تو سلمان فارسیؓ کو داخل کر دیا گیا ہے مگر حضرت علیؓ کو چھٹا تن ثابت کیا گیا ہے۔

روایت ہے کہ

"سلمان من اهل بيتي" عربی محاورہ کے مطابق اس کا اردو ترجمہ

---

[1] بحار الانوار

[2] تفصیل میری کتاب "اسلام، اہل فارس اور سلمان فارسیؓ" میں ملاحظہ فرمادیں (مؤلف)

یہ ہوا کہ "سلمان میرے گھر والوں میں سے ہے" اور لسان قرآن میں بھی "اہل بیت" کا یہی مفہوم ہے لیکن عجمی لقب میں اہل بیت سے پنجتن" یعنی آنحضرت اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور امام حسنؓ و حسینؓ مراد ہیں۔ اس معنی میں سلمان "چھٹا تن" ہوتے ہیں۔

"اہل بیتی" کے متعلق ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔

"عجمی (اہل فارس) عموماً "اہل بیت" کی اصطلاح استعمال کرتے اور اس سے مراد پنجتن یعنی آنحضرت اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ اور اُن کے دو بیٹے امام حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ یہ بالکل عرب محاورہ کے خلاف ہے۔

"اہل بیت" قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے اور معنی گھر والی یا گھر والیاں ہے۔ لیکن عجمی پروپاگنڈہ" کے اثر کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اہل سنت والجماعت بھی اس اصطلاح کو عجمی مفہوم کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ اس "اہل بیت" نے ایک اور سیاسی اُلجھن پیدا کر دی۔ سلمان فارسیؓ ممکن ہے کہ کوئی شخصیت ہو لیکن اس کا نام اتنا اچھالا گیا اکثر روایات اس کی فضیلت کے بارے میں موجود ہیں چنانچہ ایک حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مہاجرین اور انصار میں رشتۂ مواخاۃ قائم کیا تو ایک سلمان فارسیؓ باقی رہ گیا۔

ل مشاہیر اسلام باب سلمان فارسی صلا

مہاجر تھا نہ انصار۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "سلمان من اہل بیتی" عام عربی اور روزمرہ میں اس کے معنی یہ ہوتے کہ "سلمان میری زوجہ ہے یا ازواج میں سے ایک ہے" لیکن عجمی پراپاغنڈا نے اوّل تو اسے اہل بیت میں بنیا کہ وہ سمجھتے ہیں شامل کیا اس کے بعد اس کی شان میں قرآنی آیت بھی نازل ہوئی۔

وآخرین منہم لما یلحقوا بہم (۶۲/۳)

جب اصحاب نے دریافت کیا کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

"وہ فارسی الاصل سلمان کا ہمقوم ہو گا۔ علم اگر ثریا میں ہو گا یا ثریا میں وہ وہاں سے بھی لے آئے گا۔"

چنانچہ ایران میں جب کسی نے دعوئے نبوت یا امامت کیا اسی حدیث کو سنداً پیش کیا۔ اس حدیث نے ان تمام احادیث کی تردید کر دی جن کی رو سے مہدی کا ظہور بنو فاطمہ سے ہو گا۔ بعض احادیث کی رو سے بنو ہاشم سے ظہور روایت ہوا ہے۔[۱]

سلمان فارسیؓ اور ایرانی

ایک محقق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حدیث کی دنیا میں تو ایرانیوں کو ایک بڑا وسیع میدان مل گیا۔ بے شمار حدیثیں ایرانیوں کی فضیلت میں گھڑ گھڑ کر انہوں نے معتمد صحابہؓ اور تابعین کی طرف منسوب کر دیں

---

[۱] مذاہب اسلامیہ ص ۱۸۳

مثلاً یہ روایت، کہ عجمیوں (اہل فارس) کا تذکرہ رسول اللہ صلعم کے سامنے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ان عجمیوں پر تم (عربوں) سے کہیں زیادہ اعتماد ہے[1]۔"

اور پھر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ایرانیوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو بہت زیادہ آسمان پر چڑھایا، زہد، حکمت اور علم کی وہ وہ باتیں ان کی طرف منسوب کیں جو کسی دوسرے صحابی کی طرف منسوب نہیں کی گئیں۔ حتیٰ کہ ان کی عمر بھی عام لوگوں کی عمر سے زیادہ ہی گذرلی، ان کے متعلق کہا گیا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا[2]۔"

اہل فارس اور سلمان فارسیؓ کے متعلق مزید معلومات کے لئے میری کتاب "اسلام، اہلِ فارسؓ اور سلمان فارسیؓ" ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ جو عجیب غریب انکشافات کا مجموعہ ہے۔

---

[1] ضحی الاسلام جزو اوّل صفحہ ۱۷۲

[2] ایضاً صفحہ ۱۷۳

غیر فطری احادیث اور خدا اور رسول کا فیصلہ

لیکن ان احادیثِ غیر فطری میں بیوی جس سے پردہ لازم نہیں اُس سے پردہ کرایا گیا ہے اور اولاد و داماد دونوں سے جن سے پردہ فرض ہے اُن سے بے پردگی کرا کر اُمتِ مسلمہ کی عقلوں پر پردہ ڈالا گیا ہے اور فطرت اللہ کو بدلنے کی کوشش کی گئی ہے، اس واسطے یہ احادیث موضوع ہیں۔ ربِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ	"اللہ کی فطرت جس پر اُس نے آدمیوں کو پیدا کیا کبھی بدل نہیں سکتی۔ بلکہ یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر آدمی اس سے بے علم ہیں"

(الروم : ۲۹)

اور خداوند تعالیٰ کی فطرت اور سنت میں تبدیلی ناممکن ہے بلکہ اللہ کی فطرت اور سنت کو بدلنا بے دینی ہے۔ فرمایا

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ۝ (فاطر : ۴۲)	"تو خدا کی سنت و فطرت میں ہرگز تبدیلی نہیں پائے گا اور نہ فطرت و سنت اللہ کو ٹلتا پائے گا۔"

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے پیغمبر اور سنت و فطرت اللہ کا عملی نمونہ تھے۔ ان کا اسوہ حسنہ تو کل نسلِ انسانی کے لئے عملی نمونہ ہے۔ فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ﴿الاحزاب: ۲۱﴾	وہ جو اللہ کی ملاقات اور قیامت کے آنے کی توقع رکھتے ہیں اُن کے لیے رسولِ اللہ کے اسوۂ حسنہ میں کامل نمونہ ہے۔

اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سنت اللہ اور فطرت اللہ کو پھیلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ مٹانے کے لیئے اس لئے آپ کوئی غیر فطری عمل نہیں کر سکتے تھے لہٰذا غیر فطری احادیث موضوع ہیں ان کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ

خطب النبی صلعم فقال ایہا الناس ما جاءکم عنی یوافق کتاب اللہ فانا قلتہ و ما جاءکم یخالف کتاب اللہ فلم اقلہ[1]	"حضور نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر میری کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے اور وہ قرآن کے مطابق ہو تو اسے میرا قول سمجھو اور اگر مخالف پاؤ تو مسترد کر دو۔"

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا اعلیٰ مقام اور ترمذی کی الٹ تفسیر

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہمیشہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کو اپنے سے افضل سمجھتی تھیں اور ان کی بہت عزت و توقیر کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت	سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ

---

[1] اصول کافی کتاب العقل جزو اول صفحہ ۴۳ بھائی بھائی از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ

ما غرت على امرأة ما غرت على	آپؓ کو حضورؐ کی کسی بی بی پر اتنا رشک
خديجة من كثرة ذكر رسول الله	نہیں آیا جتنا سیدہ خدیجہؓ پر۔ کیونکہ
صلى الله عليه وسلم اياها قالت	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت ذکر
وتزوجني بعدها بثلث	کیا کرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں
سنين وامره ربه عزو	کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین سال
جل او جبريل عليه	بعد آنحضرتؐ نے آپؓ سے نکاح کیا اور اللہ
السلام ان يبشرها	تعالےٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ آپؐ کو بشارت
ببيت في الجنة من	دی کہ حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ نے بہشت
قصب۔ [1]	میں موتیوں کا محل مرحمت فرمایا ہے"

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے جہاں قصب کے معنی تو لؤلؤ اور مرجان کئے ہیں وہاں بیت کی تشریح کرتے ہوئے خواہ مخواہ ترمذی کی موضوع حدیث کو بخاری شریف کی تفسیر میں داخل کر کے اس کی صحت کو ٹھیس پہنچائی ہے، کیونکہ بخاری نے ایسی موضوع احادیث کو کتاب حدیث کی صحت کی خاطر اس میں داخل نہیں کیا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حافظ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

فی ذکر البیت معنی اٰخر لان مرجع	"لفظ بیت کے معنی بعض یہ بھی کرتے ہیں
اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	کہ خدیجۃ الکبریٰ اہل بیت رسولؐ کی اصل ہیں

---

[1] صحیح بخاری پارہ پندرھواں کتاب المناقب باب تعظیم خدیجہؓ

لما ثبت فی تفسیر قولہ تعالیٰ	اور مرجع ہیں اور اہل بیت تطہیر وہ ہیں جن
انما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم	کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی جیسا کہ ام سلمہؓ
الرجس اہل البیت قالت ام سلمۃ	سے روایت ہے کہ حضور نے چادر اوڑھا کر
لما نزلت دعا النبی فاطمۃ	فرمایا کہ یہ ہیں میرے اہل بیت، اور
وعلیا والحسن والحسین فجللھم	ترمذی وغیرہ میں ہے کہ اہل بیت تطہیر کی
بکساء فقال اللھم ھؤلاء اھل	مرجع سیدہ خدیجہؓ ہیں کیونکہ حسینؓ
بیتی الحدیث اخرجہ الترمذی	سیدہ فاطمہؓ سے ہیں اور سیدہ فاطمہؓ
وغیرہ مرجع اہل بیت ھؤلاء	سیدہ خدیجہؓ کی دختر ہیں اور حضرت
الیٰ خدیجۃ لان الحسنین	علیؓ نے بیت خدیجہ میں پرورش پائی۔
من فاطمۃ وفاطمۃ بنتہا	پھر آپؓ کی دختر سیدہ فاطمہؓ سے شادی
وعلی نشأ فی بیت خدیجۃ و	ہوئی، پس ظاہر ہوا کہ اہل بیت نبوی
ھو صغیر ثم تزوج بنتہا بعدھا	کا اصل خدیجہؓ ہیں۔ اس میں اُن
فظھر رجوع اھل البیت النبوی	کے سوا اور کوئی بی بی
الیٰ خدیجۃ دون غیرھا[1]	داخل نہیں۔"

غور فرمایا آپ نے حافظ صاحب موصوف نے ترمذی کی اس موضوع حدیث کو بخاری جیسی جامع کتاب کی تفسیر میں جگہ دے کر کیا اس کی صحت کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور ترمذی صاحب نے اس حدیث کو قرآن کریم میں

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۷ باب تزوج النبی خدیجۃ وفضلھا صفحہ ۹۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدودِ تطہیر پہ اسے پرکھے بغیر حدیث میں جگہ دے دی اور اس کی تفسیر بھی اُلٹ کی ہے یعنی حضرات حسنینؓ، سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کے درجات و تطہیر کی نسبت سے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا درجہ ہے اور اہل بیت تطہیر کی اصل ہیں ورنہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اُن کا کچھ مقام نہیں۔ استغفر اللہ۔ اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ ان بزرگوں کی نسبت و درجات کی وجہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولؐ ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں، لیکن اُمت مسلمہ کا ایمان ہے محمدؐ اک تیرے دم سے باقی ہے نام و نشاں ہمارا۔

حالانکہ سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے درجات نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں ورنہ اگر آپؐ کی نسبت سے ان کو الگ کر دیا جائے تو ان ناموں کے لاکھوں مسلمان مرد، عورت اور بچے تھے اور رہیں مگر ان کا وہ مقام نہیں ہو سکتا جو ان کا نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ اور سب سے مقدم تھا کہ آپ کی ازواج مطہراتؓ بیٹیاں، نواسے، نواسیاں اور داماد آپؐ پر ایمان لاتے اور آپؐ کے اُمتی کہلاتے، اور حدود اللہ کی پابندی لازم تھی، ورنہ حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی غیر امتی ہونے کی وجہ سے جہنم رسید ہوا۔ اور خیانت کی وجہ سے اُن کی بیوی دوزخ میں گئی۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ	"اور نوحؑ نے پکارا اور عرض کیا اے رب میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے (اور تیرے اہل کو بچانے کا وعدہ)

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ○ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○

(هود : ۴۵، ۴۶)

اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ تیرے اہل میں سے نہیں اس کے کام بہت برے ہیں سو جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی بابت ہم سے نہ پوچھ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو۔"

اور فرمایا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ○ (التحریم: ۱۰)

"اللہ نے کافروں کے لئے ایک مثال بیان کی ہے وہ نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی مثال ہے کہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے خیانت کی پس وہ دونوں بندے ان عورتوں سے خدا کا عذاب نہ ہٹا سکے۔"

اور پھر محدث ہوتے ہوئے بھی ترمذی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیت تطہیر میں اللہ تعالیٰ خطاب کن سے کر رہا ہے، کن کو حدود تطہیر کا پابند ٹھہرا رہا ہے اور سینکڑوں سال بعد حدیث تدوین کرتے ہوئے وہ بزرگان دین کی سیرت کا بھی جائزہ نہ لیا کہ حدود تطہیر کی پابندی پر کون کون ثابت قدم تھے لازماً جن پر ان کی پابندی لازم تھی ان کو پابند رہنا چاہیے تھا اور جن پر ان حدود تطہیر کی پابندی فرض نہ تھی ان کے لئے ان کی بجا آوری کی

پابندی یا قید نہ تھی۔

لیکن بخاریؒ نے اہل بیت سے متعلق حدیث کساء میں صرف حضرت انسؓ کی روایت کو بخاری شریف میں درج کیا ہے جس میں آیت حجاب کے نزول کا ذکر ہے اور جس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہراتؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "السلام علیکم یا اھل البیت ورحمۃ اللہ" اور اس حقیقت کی وضاحت فرمائی کہ اہل بیت تطہیر کون بزرگ ہیں اور آپؐ کو ازواج مطہرات کو "اہل بیتؓ" سے خطاب کرتے وقت کسی چادر یا پردہ اوڑھا کر دعا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

کمال تو یہ ہے کہ ترمذیؒ نے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے سوا باقی تمام ازواج النبی کو اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ آیت تطہیر کے نزول کا زمانہ ۵ھ سے ۹ھ تک ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ تو قبل ہجرت ہی وفات پا چکی تھیں اس لئے وہ آیت تطہیر کی مخاطب کس طرح ہو سکتی ہیں۔ لیکن امت مسلمہ کا یہ ایمان ہے کہ وہ ازواج النبیؐ میں افضل ترین تھیں اور امہات المومنینؓ ہیں۔ چونکہ آیت تطہیر کا خطاب امہات المومنینؓ کو ہے اس واسطے بعد از وفات حضرت آیات وہ بھی اس میں داخل و مخاطب تھیں اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے تو اُن کے اس مقام کا پتہ دیا ہے جو ابھی خود اُن کو حاصل نہیں تھا

یعنی خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیلؑ کے ذریعے بشارت دی کہ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کا بہشت میں گھر لؤلؤ اور مرجان کا ہے اور اسی کے متعلق ربِ کائنات حدود و تطہیر کی پابندی کے انعام میں امہات المومنینؓ کو بشارت دیتا ہے :-

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

(الاحزاب : ۲۹)

اور اگر تم (اے امہات المومنینؓ) اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے ۔"

حضرت اُمّ المومنین

خدیجۃ الکبریٰؓ

اے شریف و اشرف اُمّ المومنیں! تجھ پر سلام
اے بہشت جاودانی کی مکیں! تجھ پر سلام
رازدارِ مصطفےٰؐ تو، سیدہ اُمت کی تو
عظمتیں تیری محافظ، پاسبان عظمت کی تو
باغ کی کلیوں کا وصفِ معتبر تو ہی تو ہے
عورتوں میں سب سے پہلی مومنہ تو ہی تو ہے

جب ہوا غارِ حرا سے نورِ قدسی کا ظہور
پہلے تیرے ہی ضمیرِ پاک پہ چمکا وہ نور

سرزمینِ کفر میں گویا ہوا جب سازِ حق
سب سے پہلے تیرے کانوں میں پڑی آوازِ حق

تو نے صدقے کر دیا اسلام پہ مال و منال
تیرے ایثارِ مسلسل کی نہیں کوئی مثال

تیرا سینہ صبحِ فاراں کا تجلی خانہ تھا
سب سے پہلے جو ہوا روشن ترا کاشانہ تھا

مانتے تھے واجب التعظیم سب قرشی تجھے
طاہرہ کہتے ہیں اب بھی فرشی و عرشی تجھے

تو پیمبرؐ کی انیسہ، تو رفیقہ نورؐ کی
ناز کرتی ہے ترے دامن پہ بجلی طورؐ کی

حضرت خیر الوریٰؐ کی اوّلیں ناموس تو
عالمِ نسواں ہے روشن جس سے وہ فانوس تو

بارہا گھر میں تمہارے نازل ہوئے روح الامیںؑ
خم ترے در پہ ہے اب تک آسمانوں کی جبیں

تجھ کو عزت دی خدا نے صاحبِ لولاک سے
آپ کو اولاد دی تیرے ہی بطنِ پاک سے

تُو نے عثمانؓ و علیؓ سے پائے داماد جلیل
اِک زمیں پہ حجّتِ حق، دوسرا حق کی دلیل

تیری عزت خود رسولِ دوسرا کرتے رہے
تا دمِ آخر ترے حق میں دعا کرتے رہے

تو بھی بیواؤں کا پردہ، بیکسوں کا راز تھی
تیرے دل کی ہر صدا اسلام کی آواز تھی

جنّتِ علم و عمل ہے اُسوۂ اعلیٰ ترا
حشر تک مانے گی احسان ملّتِ بیضا ترا

تیری رُوحِ پاک پہ حوروں کی بستی کے سلام
تیرے مدفن پہ ہوں صبح و شام ہستی کے سلام

مضطر گجراتی

اور پھر اِن موضوع احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بار بار آیتِ تطہیر کے الفاظ نکلوا کر دعا منگائی گئی ہے جبکہ ان الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی ان بزرگوں یا کسی اور کے متعلق کبھی دُعا نہیں مانگی جس کی قبولیت کے طور پر ربِ کائنات نے وہی الفاظ آیتِ تطہیر میں نازل کر دیئے ہیں۔ بلکہ آپؐ کی زبان مبارک سے آیتِ تطہیر کے الفاظ " انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا " نکلوا کر سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے لیے دعا تطہیر کرا کر اس حقیقت کا سبائیوں نے اعتراف کیا کہ ان الفاظ کی مخاطب تو

صرف امہات المومنین رضؓ ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی ازواج مطہرات رضؓ کو رجس سے پاک کر دیا ہے اسی طرح سیدہ فاطمہ رضؓ یعنی اُن کی بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی رجس سے پاک کر دے اور مزید برآں حضور ؐ کی زبان مبارک سے ازواج مطہرات رضؓ کو "اِنَّکِ الی الخیر" نکلوا کر اس حقیقت کی مزید وضاحت بھی کرادی کہ اے امہات المومنین رضؓ تم تو پہلے ہی انعام تطہیر سے نوازی جا چکی ہو۔ بلکہ میں تو تمہارے مقام کی مشابہت سے ہی ان کے لئے دعا کر رہا ہوں۔

نسبت رسول اللہ اور منصور خلیفہ عباسی کا محمد النفس زکیہ کو جواب

خلافت اسلامیہ کے دو دعویدار تھے ایک منصور عباسی اور دوسرے محمد النفس زکیہ جو حضرت حسن رضؓ بن علی رضؓ کی اولاد سے تھے، ان دونوں حریفوں میں جو خط وکتابت ہوئی وہ ابن خلدون نے قلم بند کی ہے، قریش کے ان دونوں خاندانوں کا تعلق بنو ہاشم سے ہے۔ دونوں کو قربت حضور ؐ نصیب ہے دیکھئے وہ نسبت کے متعلق ایک دوسرے کو کیا لکھتے ہیں:۔

محمد النفس زکیہ ہاشمی اپنے چچا زاد بھائی منصور عباسی کو لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارا باپ علی وصی اور امام ہے (محمد النفس زکیہ حضرت امام حسن رضؓ بن علی رضؓ کی تیسری پشت میں ہے) کسی کا سلسلہ قرابت ایسا نہیں جیسا کہ ہمارا انابت اور فضل کا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر شرف دیا ہے اور برگزیدہ بنایا ہے نبیوں میں ہمارے والد محمد ؐ سب سے افضل ہیں اور سلف میں علی رضؓ جو

سب سے پہلے اسلام لائے، ازواج میں خدیجہ طاہرہؓ ہیں جنہوں نے سب سے اوّل قبلہ رو نماز پڑھی اور لڑکیوں میں بہتر دختر[1] رسول اللہ ہیں اور ان میں فاطمہ سیدۃ النسا عالمین ہیں۔ دینِ اسلام میں حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں، میں باعتبار نسب بہترین بنی ہاشم ہوں۔ مجھ میں کسی عجمی کا میل نہیں اور نہ ہی میں کنیزک زادہ ہوں اور نہ میرے سلسلہ نسب میں یہ عیب ہے شروع سے میرے آباء و اجداد اور امہات ممتاز چلے آئے ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا مرتبہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے (آنحضرتؐ) اور میں اس کا فرزند ہوں جس کو دوزخ میں کم تر عذاب ہے (یعنی ابوطالب)

اب اُن کے جواب میں منصور عباسی کا جواب ملاحظہ فرمائیں:۔

"تمہارے فخر کا دار و مدار صرف عورتوں کی قرابت[2] پر ہے اور یہ ابلہ فریب باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں، باپوں، عصبہ اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا، بلکہ چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے، بلکہ کتاب اللہ میں قریب ترین ماں پر اس کو مقدم کیا ہے۔ (یہ دعویٰ محل نظر ہے) اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا پاس کرتا تو آمنہ (والدہ آنحضرتؐ) ان میں سے اقرب اور سب سے بڑھ کر حق والی ہوتیں اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ

---

[1] معلوم ہوا کہ فاطمۃ الزہراؑ کے علاوہ حضورؐ کی اور بھی صاحبزادیاں تھیں (مؤلف)

[2] ابنِ خلدون مترجم اردو حصہ سوم صفحہ ۵۹/۹۰، تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۰ (؟)

[3] اس سے مراد سیدہ فاطمۃ الزہراؑ بنت رسول اللہ صلعم ہیں (مؤلف)

نے اپنی مشیت سے ان لوگوں کو جو گذر گئے پیدا کیا اور تم نے فاطمہ ام ابی طالب
اور اس سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ اس کا کوئی لڑکا
اور لڑکی اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے اور اگر اللہ تعالے کو مردوں میں سے
کسی کو بوجہ قرابت رسول اللہ دائرہ اسلام میں داخل کرنا منظور ہوتا تو عبد اللہ
(والد آنحضرتؐ) کو یہ شرف عطا ہوتا۔ بے شک وہ دنیا اور آخرت میں بہتر تھے۔
لیکن اللہ تعالےٰ نے دین میں جس کو چاہا داخل فرمایا اور فرماتا ہے کہ انک
لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین
(بیشک جس کو تو چاہتا ہے ہدایت نہیں کر سکتا مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت
کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے) جب اللہ تعالیٰ نے
آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا، اس وقت آپؐ کے چار چچا زندہ موجود تھے۔ جب
انذر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی تو دو نے اسلام قبول کیا
(حمزہؓ اور عباسؓ) اور ان میں سے میرا باپ عباسؓ ہے اور دو (ابی طالب
اور ابو لہب) نے انکار کیا اور ان میں سے ایک ابی طالب تمہارا باپ ہے۔
اس لئے اللہ تعالےٰ نے دونوں کا سلسلہ ولایت آنحضرتؐ سے منقطع کر دیا
اور آنحضرتؐ اور ان میں سے کوئی تعلق عزیزداری اور ذمہ اور میراث
قائم نہ کیا اور تمہارا یہ خیال خام ہے کہ تم خیر الاشرار (ابی طالب) کے بیٹے ہو
اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کرنے میں کوئی صغیر نہیں ہوتا اور شر میں کوئی
بہتر نہیں ہوتا اور کسی مرد مومن کو زیب نہیں دیتا کہ کسی دوزخی کی اولاد
ہونے پر فخر کرے اور قریب ہے کہ تم خود دوزخ میں جاؤ گے، ارشاد الٰہی

ہے جو" قریب تر زمانہ میں ظالم جان لیں گے کہ وہ کس انقلاب کی ندیم ہیں"۔ تم نے لکھا ہے کہ حسنؓ کا عبدالمطلب سے دوہرا معاملہ قرابت سے بے شک خیر الاولین والآخرین رسول اللہ ہیں۔ آپ کو ہاشم اور عبدالمطلب سے صرف ایک پدری تعلق تھا۔ تمہارا یہ زعم کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور یہ کہ تمہارے آباء واجداد وامہات ان میں زیادہ مشہور تھے اور یہ کہ تم پر کنیزک کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے آپ کو متفخر بنا دیا ہے۔ غور کرو تف ہے تم پر۔ کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے تم حد سے بڑھ گئے ہو اور تم نے اس سے بڑھ کر اپنا فخر جتایا ہے جو ذات وہ میں تم سے افضل تھا (ابراہیمؑ ابن محمد رسول اللہ صلعم جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے) اور بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں سے کوئی فرد سوائے کنیزک زادوں کے نہیں، بعد وفات رسول اللہ تم میں علیؓ بن حسین (امام زین العابدینؓ) سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک زادے تھے اور کچھ شک نہیں کہ ان کا مرتبہ تمہارے دادا حسن بن حسینؓ سے بڑا اور ان کے بعد تم میں سے محمد بن علی کی مثل کوئی نہیں ہوا اور اُن کی دادی کنیزک تھیں اور جعفر تم سے بہتر ہے، تمہارا دعوےٰ کہ تم رسول اللہ کے بیٹے ہو قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" ما کان محمد ابا احد من رجالکم" (یعنی محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں) اور لوگ تو آنحضرتؐ کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بے شک یہ قرابت قریبہ ہے" مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے

اور نہ اس کو امامت جائز ہے، تمہارے باپ علیؓ نے اس کی ہر طرح سے خواہش کی تھی۔ فاطمہؓ کو نہ روشن نکالا اور در پردہ ان کو بیمار کیا اور رات کے وقت دفن کر دیا۔ بایں ہمہ لوگوں نے ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ کے سوا کسی کو منظور نہیں کیا اس میں مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہوا کہ نانا اور ماموں اور خالہ موروث نہیں ہوتے۔

تم نے علیؓ کے سابق الاسلام ہونے پر فخر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے بوقت وفات ابوبکرؓ کو امام بنایا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور علیؓ کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی اُن چھ بزرگوں میں سے تھے جن کو عمرؓ نے نامزد کیا تھا۔ آپ کو خلافت کے لائق نہ سمجھا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عثمانؓ کو ان پر مقدم کر دیا، طلحہؓ اور زبیرؓ آپ سے لڑے (جنگ جمل میں) اور سعدؓ نے آپ کی بیعت سے انکار کیا اور معاویہؓ کی بیعت کر لی، تمہارے باپ نے خلافت کی تمنا کی اور لڑے (جنگ صفین میں) اور آپ سے آپ کے مصاحب علیحدہ ہو گئے اور حکمین (عمرو بن العاصؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ) مقرر کرنے سے پہلے ان کے ہواخواہ (خوارج) آپ کے استحقاق میں شک و شبہ کرنے لگے، حکمین نے آپ کی معزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر آپ کی شہادت کے بعد حسنؓ خلیفہ ہوئے۔

لے : جب حضرت علیؓ جویریہ بنت ابوجہل سے شادی کرنے لگے تو وہ دربار نبوی صلعم میں حاضر ہوئیں اور سیدنا علیؓ کی شکایت کی اور دوسری دفعہ مطالبہ فدک کیلئے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دربار خلافت میں پہنچیں (مؤلف)

امامت اور خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور روپوں کے عوض فروخت کر دیا اور اپنے بدخواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ بس اگر تمہارا اس میں کچھ حق بھی تھا تو تمہارے باپ نے فروخت کر ڈالا اور قیمت وصول کر لی پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابنِ مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا ان لوگوں نے آپؓ کو قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا، شہر بدر کیا، ہم نے تمہارے خون کا بدلہ لیا اور تمہیں ان کی املاک کا مالک بنایا۔ تمہارے باپ دادا کا نام بلند کیا اور فضیلت دی۔ کیا تم اس احسان کے ذریعے ہمیں معقول کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ہم لوگوں کی بزرگی ایام جاہلیت (بعثت آنحضرتؐ سے پیشتر) حجاج کو پانی پلانے (سقایہ) اور ولایت زمزم پر منحصر تھی۔ تمہارے باپ علیؓ نے اس استحقاق کے بارہ میں ہم سے جھگڑا کیا۔ عمرؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ آنحضرتؐ کے بعد بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ باقی نہ تھا۔ اس لئے وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی[1]

اس خط و کتابت سے نسبت اور قربت رسول اللہ صلعم کے متعلق ایسے حقائق آشکار کئے گئے ہیں جن کے متعلق مزید کچھ عرض کرنا بمنزلہ طول دینا ہے۔ مگر سبائی حضرات نے احادیث وضع کرتے وقت جہاں حدود تطہیر

---

[1]: مشاہیر اسلام صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۷، تاریخ ابن خلدون مترجم اردو حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۱۳/۱۴، کامل ابن اثیر جلد ۵ مطبوعہ مصر۔

کا خیال نہیں کیا وہاں اہلِ بیت قرآنی پر اہلِ بیت حدیثی کو فضیلت دینے کی بھی جستجو کی ہے اور ان موضوع احادیث کی اس قدر نشر و اشاعت کی کہ متشابہات محکمات سے بدل گئے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ؕ (آل عمران: ۶)	"وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں محکم آیات ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور کچھ متشابہ ہیں۔ پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ ہیں اختلاف چاہتے ہوئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ ان کی من مانی تاویل کریں۔"

خدا ہمیں محکمات اور متشابہات کے سمجھنے کی توفیق بخشے۔

آیت تطہیر، حدود اللہ جن کی اہلِ بیتِ رسول پابند رہیں

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ یعنی اہلِ بیتؓ تطہیر:۔

امہات المومنینؓ	سن شادی	سن وفات	بیوہ تھیں یا باکرہ
۱۔ ام المومنین سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد	۱۵ سال قبل ہجری	۳ سال قبل ہجری	بیوہ
۲ " " سودہؓ بنت زمعہ	۳ سال قبل ہجری	۲۲ھ	
۳ " " عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ	۳ سال قبل ہجری	۵۸ھ	باکرہ

۴۔ ام المومنین سیدہ حفصہؓ بنت عمر فاروق	سنہ ۳ھ	سنہ ۴۵ھ	بیوہ
۵۔ ″ ″ ″ زینبؓ بنت خزیمہ	سنہ ۳ھ	سنہ ۳ھ	″
۶۔ ″ ″ ″ ام سلمہؓ بنت ابی امیہ سہیل	سنہ ۴ھ	سنہ ۶۱ھ	″
۷۔ ″ ″ ″ زینبؓ بنت جحش	سنہ ۵ھ	سنہ ۲۲ھ	مطلقہ
۸۔ ″ ″ ″ جویریہؓ بنت حارث	سنہ ۵ھ	سنہ ۵۰ھ	بیوہ
۹۔ ″ ″ ″ ام حبیبہؓ بنت ابو سفیانؓ	سنہ ۶ھ	سنہ ۴۴ھ	″
۱۰۔ ″ ″ ″ میمونہؓ بنت حارث	سنہ ۷ھ	سنہ ۵۱ھ	″
۱۱۔ ″ ″ ″ صفیہؓ بنت حی بن اخطب	سنہ ۷ھ	سنہ ۵۰ھ	″
۱۲۔ ″ ″ ″ ماریہ قبطیہؓ	سنہ ۷ھ	سنہ ۱۶ھ	″

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری شادی سنہ ۷ھ میں کی اس کے بعد
رب کائنات نے اہل بیتؓ رسولؐ کو پاک و مطہر فرمانے کے لئے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو آئندہ شادی کرنے اور موجودہ ازواج مطہراتؓ میں سے کسی
کو بھی طلاق دینے سے قطعاً منع فرما دیا بلکہ حرام قرار دے دیا اور جس طرح
آپؐ کو رحمت للعالمینؐ فرمایا۔ اسی طرح آپؐ کے اہل بیتؓ کو امہات المومنین
قرار دیا کیونکہ ماں بھی اولاد کے لئے رحمت خداوندی ہوتی ہے اور ان اہل بیت
تطہیرؓ کا رتبہ بڑھانے کے لئے فرمایا۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
اے اہل بیتؓ رسولؐ! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو"۔ یعنی تمہارا درجہ
نساء العالمین سے افضل ترین ہے۔ اور امت مسلمہ ان کی تطہیر و فضیلت
پر جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔

اہلِ بیتِ تطہیرؓ کو آیتِ تطہیر کے انعام و اکرام سے نوازنے سے قبل ربِ کائنات نے کچھ حدود و قیود بطورِ آزمائش اُن پر جاری کیے اور جب اُن کی پابندی میں راسخ پائے گئے تو اُن کی تطہیر کا اعلان تمام کرتے ہوئے فرمایا "یرید اللہ" یعنی اللہ ارادہ کر چکا ہے اور جب اللہ کسی امر کا ارادہ کر لے تو دُنیا کی کوئی طاقت اس ارادے کی سدِ راہ نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو والد محترم کا سایہ سر پر نہیں تھا۔ بچپن میں ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ والدہ محترمہ خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ مگر ارادہ خداوندی یہی تھا کہ اس بے مثل یتیم کو خاتم النبیینؐ جیسی نعمت و فضیلت سے مالا مال کر دیا جائے۔ اور آپؐ کو وہ کامیابی نصیب ہوئی جو کسی نبیؑ کو نصیب نہ ہوئی۔

لیکن باوجودیکہ کسی انسان کو ارادۂ خداوندی میں دخل نہیں مگر سبائی مفسدین نے ہر معاملے میں ارادۂ خداوندی اور مشیتِ ربانی کے خلاف واقعات و روایات تراش کر انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر روایات و حکایات تراشتے وقت حدود اللہ کا خیال تک نہیں کیا۔ صرف زبانی ایمان لانا کافی نہیں جب تک عمل صالح ساتھ نہ ہوں۔ زبانی جمع خرچ کسی کام کے نہیں۔ چنانچہ ان حدود اللہ کو یہ خود پڑھیں۔ جو اہلِ تطہیر پر نازل ہوتے۔

۱۔ "اہلِ بیتِ تطہیرؓ تمام اُمتِ مسلمہ کی مائیں ہیں" (یعنی امہات المومنینؓ) کے القاب سے نواز کر اُن پر طلاق مانگنا اور بعد از وفاتِ پیغمبرؐ سادات

اُمتی (بیٹے) سے شادی کو حرام قرار دے دیا گیا۔

۲۔ "اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور اچھی طرح رخصت کر دوں۔" (یعنی اگر تم دین سے دنیا کو مقدم سمجھتی ہو اور مال و دولت کی ہوس میں مبتلا ہو تو مال و دولت لے کر رخصت ہو جاؤ۔ تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیتؓ کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ جب رفیقِ حیات نے فقر و فاقہ میں صبر کیا ہے تو رفیقۂ حیات کو بھی فقر و فاقہ کا خیر مقدم کرنا چاہیئے اور زندگی تو ہی چین سے گذرتی ہے اگر خاوند بیوی ہم مسلک ہوں)

۳۔ "اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے" (یعنی اگر تم دین کو دنیا پر مقدم سمجھتی ہو اور خدا و رسول کی حقیقی معنوں میں محبوب بننا چاہتی ہو تو فقر و فاقہ قبول کرو اور تمہاری اس قربانی کا پھل خدا تمہیں ایسا دے گا جو آج تک نساء العالمین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا اور تم کو تمام دُنیا کی عورتوں پر فضیلت دی جائے گی)

۴۔ "اے نبیؐ کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کھلی بے حیائی کرے اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے" (یعنی اے اہلِ بیتِ رسولؐ اگر تم کسی قسم کی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرو گی تو تمہیں دوہرا عذاب دیا جائیگا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت، قرب اور سفارش تمہارے کسی کام نہ آئے گی تمہیں کوئی سفارش حدود اللہ کے تجاوز ......

پر عذابِ خداوندی سے نجات نہیں دلا سکتی اور پھر تم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہو۔)

۵۔ اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو دوہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عزت کی روزی تیار کی ہے"۔ (یعنی اگر تم اللہ کی حدود کی پابندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے نیک اعمال کرو گی تو تمہیں اس کا اجر بھی دوہرا دیا جائے گا)

۶۔ "اے نبیؐ کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کرے اور نیکی کی بات کہو" (یعنی تمہارا درجہ نساء العالمین سے افضل ترین ہے)

کیونکہ تم سب سے افضل ترین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ ہو۔ تمہارا اسوۂ حسنہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح لاثانی ہونا چاہیئے تاکہ اُمت مسلمہ کو نجیب الطرفین ہونے کا فخر نصیب ہو)

۷۔ "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو[1] اور پہلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار

---

[1] بعض سبائی مفسدین نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر بیہودا الزام و بہتان تراشا ہے کہ وہ گھر میں ٹھہرنے کی بجائے جمل میں کیوں تشریف لے گئیں، حالانکہ ذکر دیا

بقیہ صفحہ ۲۰۶ پر

نہ دکھاتی پھرو۔" (یعنی جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنا بناؤ سنگار دکھاتی پھرتی تھیں اس سے گریز کرو اور یہ دکھاوا عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے)

۸۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔" (یعنی احکام ربانی کی بجا آوری میں ہمہ تن کوشاں رہو۔ اور اسوۂ حسنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل رہو یعنی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدود اللہ کی شدت سے پابندی کرتے

بقیہ حاشیہ ص۲۰۵۔ حدود اللہ میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ تم اپنا حسن اور بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔ یہاں صرف نمائش حسن و بناؤ سنگار سے روکا گیا ہے نہ فرائض دینی کی بجا آوری سے اور جمل میں تو آپ بیعت رضوان کی تکمیل میں قصاص سیدنا عثمان رض کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔

آیت "وقرن فی بیوتکن" کے مطابق گھروں میں ٹھہری رہو کا یہ مطلب تو نہیں کہ حج نہ کرو یا نماز نہ پڑھو یا جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہ لو یہ سب عبادات ہیں اور انہیں بجالانے ہی کا حکم ہو رہا ہے بوقت غزوۂ احد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر خود سیدہ فاطمۃ الزہرا رض میدان جنگ تشریف لے گئیں تھیں۔ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے "وفاطمۃ الزہرا چوں ایں آواز (ان محمد قد قتل) شنید دست بر سر زناں از خانہ بیروں دوید۔ الخ" (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۴۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہم پٹی فرمائی۔

باقی ص۲۰۷ پر

تم بھی اسی شدت سے اُن کی پابند رہو۔"

چنانچہ جب ان حدود اللہ پر اہلِ بیتِ رسولؐ کو ربِ کائنات نے کاربند اور عامل دیکھا تو انعاماتِ ربانی سے نوازتے ہوئے اپنے ارادہ کو یوں ظاہر فرمایا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ "اللہ مصمم ارادہ کرچکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی

بقیہ صفحہ ۲۰۶ سے :۔ (بخاری غزوہ احد جلد ۳ صفحہ ۱۷) بعض دفعہ جلبِ منفعت کا خیال انسان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے جیسا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ باغِ فدک کے مطالبہ کے لئے گھر سے نکلیں اور بقول حضرات سبائیہ آپؓ نے سب صحابہؓ کے روبرو سیدنا عمر فاروقؓ کا گریبان پکڑا اور اپنی طرف کھینچا (کافی)

اور یہ فدک کیا تھا؟ اصول کافی کے صفحہ ۲۵۵ پر ایک عادینی حدیث لکھی گئی ہے جس میں حضرت ابوالحسن موسیٰؒ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ کیا ہے اس میں تحریر ہے

فقال له المهدی یا ابا الحسن حدّ ها لی فقال حدٌ منها جبل احد وحدٌ منها عریش مصر وحدٌ منها سیف البحر وحدٌ منها دومة الجندل فقال له کل هذا قال نعم یا امیرالمؤمنین هذا کله فقال کثیر وانظر فیه۔ "مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتایئے انہوں نے بتایا کہ ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے اور دوسرا عریش (مصر) ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومتہ الجندل۔ مہدی نے پوچھا کیا یہ سب فدک ہے انہوں نے بتایا ہاں، امیرالمومنین نے کہا یہ تو ایک وسیع وطویل ملک ہے اور میں اس میں غور کروں گا۔"

(مؤلف)

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" ؕ (الاحزاب: ۳۳) — گھر والیو! وساوس کو دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے

اور تاریخ شاہد ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ایمانداری اور خلوصِ دل سے ان حدود اللہ کی پابندی کی وہ کوئی نہ کر سکا اور وہ حدودِ تطہیر کی پابندی کیوں نہ کرتیں اس واسطے کہ وہی مخاطب وشامل تطہیر تھیں۔ ان پر تو ان حدود اللہ کی پابندی اسی طرح فرض تھی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مصائب تو ازواج النبیؐ برداشت کریں فقر و فاقہ کی زندگی پر قناعت اہل بیتؓ رسولؐ کریں۔ عورت کی جو سب سے بڑی خواہش زر وجواہر اور زیب وزینت ہے اُس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر درویشانہ زندگی بسر کریں تو امہات المومنینؓ۔ بعد از وفات حضرت آپ بانیٔ پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیوگی پر صبر و تحمل سے زندگی گذاریں اہل بیتؓ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور جب ان امتحانات کے بعد انعام و اکرام کے لئے آیت تطہیر نازل ہو تو ان حدود اللہ پر پابند رہنے والوں کو تو پس پشت ڈال دیا جائے اور انعام تطہیر سے سیدنا علیؓ اور آل علی کو مالا مال کر دیا جائے۔ یہ تو وہی معاملہ ہوا جس طرح امتحان کے لئے محنت کرے کوئی اور اُسے فیل کر کے اس کے نمبر کسی غیر مستحق کو دے کر پاس کر دیا جائے یہ بے انصافی اور سفارش وغیرہ ہم دنیاداروں میں چل سکتی ہے مگر ذاتِ خداوندی ایسی سفارشوں سے پاک ومبرا ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا

فرماتا ہے :-

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ (قیامت کے روز) جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا وہ اُسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی
يَّرَهٗ ؕ (الزلزال : ۷ ، ۸) کی ہے وہ اُسے دیکھے گا "

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اُمت مسلمہ نے خدائی فیصلہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر خود ہی نتیجہ مترتب کرنے کی جسارت کی ہے اور احادیث وضع کرتے وقت تطہیر کے متعلق حدود اللہ اور اُن کی پابندی کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ مگر حدود اللہ اور حدود تطہیر کی پابندی صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہل بیت یعنی اُمہات المومنینؓ کے سوا کسی ایک نے بھی نہیں کی اس لئے آیتِ تطہیر کے مخاطب اور شامل صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہراتؓ ہیں جو کل اُمت مسلمہ کی مائیں ہیں ۔

اُم المومنین سیدہ حفصہ رضؓ

مضطر گجراتی

السلام اے دخترِ فاروق اعظمؓ السلام
السلام اے وارثِ خلقِ کریم السلام

تو مدینہ کی مکہ سے ہجرت دینِ حق کی راہ میں
آگئی پھر رحمتِ عالمؐ کی حسبِ وہ گاہ میں

حق تعالیٰ نے ترا اعزاز کامل کر دیا
اُمہات المومنینؓ میں تجھ کو شامل کر دیا

اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ کی رُکن برگزیدہ ہے تُو
کیوں نہ ہو، آغوشِ فاروقیؓ کی پروردہ ہے تُو

حق نے بخشا تھا تجھے بیدار دل، روشن دماغ
عالمِ نسواں میں تیری ذات ہے مثلِ چراغ

تُو سراپا خیر و خوبی تھی، صداقت کیش تھی
خیر خواہِ ملتِ بیضا تھی، خیر اندیش تھی

اختلاف و تفرقہ سے سخت نفرت تھی تجھے
جان و دل سے بھی سوا محبوب سنت تھی تجھے

جوہرِ حلم و حیا سامانِ زینت تھا ترا
مثلِ دامانِ سحر، دامانِ سیرت تھا ترا

تیرے کاشانے سے الہامی ضیائیں لی گئیں
تجھ سے متعدد حدیثیں بھی روایت کی گئیں

عمر بھر تُو پیکرِ صبر و رضا بن کر رہی
محرمِ قدسیؐ رہی، ہمرازِ پیغمبرؐ رہی

کچھ صحابہؓ پر نہ تھا موقوف تیرا احترام
پاس کرتے تھے ترا خود حضرت خیر الانامؐ

تیرے مدّاحوں میں شامل ہیں جنابِ جبرئیل
ہے یہی کافی تری توقیر و عظمت کی دلیل

تیری قسمت کا ستارہ اتنا روشن ہو گیا
تیرا حجرہ خود تجلّی گاہِ ایمن ہو گیا

معترف تیرے شرف کی اُمتِ مرحوم ہے
تجھ سے جو رکھتا ہے بغض، ایمان سے محروم ہے

تو ہے اُمّ المومنینؓ، فردوس ہے تیرا مقام
رحمتیں تیری لحد پر، تا ابد تجھ پر سلام

اُمّ المومنین سیّدہ جویریہؓ بنت الحارث

مضطر کچراتی

یہ خاتونِ گرامی قدر جو غیرت کا پیکر تھی
رئیسِ مصطلق کی دخترِ فرخندہ اختر تھی

یہ اک غزوے میں قیدی بن کے آئی تھی خلیفت پیؐ
ملی جبر ثابت ابنِ قیس کو مالِ غنیمت بن

مقدر میں لکھا تھا اس اسیری کا ستم سہنا
مگر دل پہ گراں گزرا کنیزوں کی طرح رہنا

زرِ فدیہ ادا کر کے رہائی مل تو سکتی تھی
بظاہر یوں کلی مغموم دل کی کھل تو سکتی تھی

مگر کیسہ تھا گم، دامن تہی تھا، ہاتھ خالی تھا
نہ سنگی تھا نہ ساتھی تھا، فقط اللہ والی تھا

بالآخر دل میں غم، لب پر حدیثِ مدعا لے کر
رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئی التجا لے کر

سنی جب محسنِ کون و مکاںؐ نے واردات اس کی
زرِ فدیہ ادا کر کے بدل دی کائنات اس کی

اسے آزاد فرما کر مقامِ عزیت بخشا
پھر اس کی آرزو پر اس کو فخرِ زوجیت بخشا

صحابہؓ نے بھی آقائے دو عالمؐ کی رضا پا کر
اسیروں پر کیا احسان انہیں آزاد فرما کر

یہ بنتِ حارث اس صورت سے رحمت کا سبب ٹھہری
پیمبرؐ کی رفیقہ بن کے عنوانِ ادب ٹھہری

خبر جس دم سنی حارث نے اس عقدِ مکرم کی
نبوت پر ولا تسلیم کر لی فخرِ آدمؐ کی

بہر صورت یہ امّ المومنینؓ عظمت کی حامل ہے
حیا میں، خلق میں، ایمان میں طاعت میں کامل ہے

یہ اہل بیت ہے قرآنِ پُر تنویر کی رُو سے
یقیناً طاہرہ ہے آیۂ تطہیر کی رُو سے

فیوض علم و حکمت اسکے حجرے سے بکھرتے ہیں
روایت ابن عباسؓ اور جابرؓ اس سے کرتے ہیں

تقدس پوچھیے اس کا حرم کے پاسبانوں سے
سلام اس پر فرشتے بھیجتے ہیں آسمانوں سے

اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ حبیبہؓ

مظفر گجراتی

عرب کے نامور سردار ابو سفیانؓ کی بیٹی
امیرِ شام کی خواہر، گرامی شان کی بیٹی

رہِ اسلام میں ہجرت کی سختی جھیلنے والی
فقط حق کے لئے کرب و بلا سے کھیلنے والی

مقدر ہو چکا تھا جس کا اُمّ المومنینؓ ہونا
بالفاظِ دگر ہمسرِ ختم المرسلینؐ ہونا

بشارت ہاتفِ غیبی سے جس نے خواب میں پائی
کتاب اللہ کی رُو سے جو اہلِ بیت کہلائی

نکاحِ پاک میں جس کے ولی تھے شاہ نجاشی
فلک سے جس پہ کی فردوس کی حوروں نے گلپاشی

جسے قرآن نے اعزازِ اُمُّ المومنینؓ بخشا
جسے اللہ نے عزّت عطا کی، فہمِ دیں بخشا

نہ چھوڑا جیتے جی دامانِ تسلیم و رضا جس نے
بڑی عزّت سے پیش آتے تھے فخرِ انبیاءؐ جس سے

رسول اللہؐ نے جس پہ یہ لطفِ خاص فرمایا
ابوسفیانؓ کے گھر کو بھی دارالامن ٹھہرایا

وہ اُمّ المومنینؓ اصحاب کرتے تھے ادب جس کا
ملائک آج بھی درجہ سمجھتے ہیں روز و شب جس کا

نبیؐ کی دیگر ازواجِ مکرّم جس سے راضی تھیں
دعائیں جس کی ملّت کے شریکِ حال و بانی تھیں

سلام اُس پاک اُمّ المومنینؓ کے فرق و دامن پر
خدا کی رحمتیں سایہ کناں ہیں جس کے مدفن پر

اُمّ المومنین سیدہ صفیہؓ بنت الحی

مضطر گجراتی

پریشاں ہو گئی جب غزوۂ خیبر کی صف بندی
مسلماں آ گئے غالب بہ توفیقِ خداوندی

اِک اِک قلعے پہ قبضہ ہو گیا جب حق شعاروں کا
تکبر مل گیا مٹی میں جب تلبیس کاروں کا

بمقدارِ گراں اموال حق کوشوں کے ہاتھ آئے
کئی قیدی بھی از راہِ غنیمت جن کے ساتھ آئے

قریظہ کی رئیسہ خاص عزت جس کو حاصل تھی
خدا کی شان ان جنگی گرفتاروں میں شامل تھی

رسول اللہ نے چاہا کہ اس خاتون قیدی کو
کنیزی میں عطا کر دیں کسی غازی صحابی کو

صحابہؓ نے کہا یہ دخترِ سردارِ خیبر ہے
حضورؐ اس سے اگر خود عقد فرمائیں تو بہتر ہے

یہی صورت ہے قائم جس میں رہتا ہے وقار اس کا
اثر اس کے قبیلے پر پڑے گا خوشگوار اس کا

رسول اللہ نے اس پر اُسے آزاد فرمایا
پھر اُس نے آپؐ کی ہمراز بننے کا شرف پایا

یہ اُم المومنینؓ یعنی حرم سرکارِ بطحا کی
نشانی خاندانِ حضرتِ ہارونؑ و موسیٰؑ کی

غیور و با حمیّت، کم سخن، خوددار، فہمیدہ
حلیمہ، صابرہ، دانا، سخی، فیاض، سنجیدہ

وہ جس نے دل کو حُبِّ ماسوا سے کر دیا خالی
رسولِ دو جہاں نے جس پہ رحمت کی عبا ڈالی
جسے توقیر و عظمت کی سند بخشی ہے قرآں نے
سمجھ کر فرض عزت کی ہے جس کی اہلِ ایماں نے
وہ اہلِ بیتؓ جن پہ ناز فرماتی ہے معصومی
وہ جن کی شان میں کسرِ ادب جنت سے محرومی
محبت والہانہ تھی رسولؐ پاک سے جن کو
سلام آتے تھے اکثر ہدیۃً افلاک سے جن کو
سلام اس پہ، درِ جنت کھُلا ہے جس کی تربت میں
رہے گی جو ابد تک سایۂ دامانِ رحمت میں

آیتِ تطہیر حدود اللہ اور اہلِ بیتؓ حدیثیں

بخاری میں اہلِ بیتؓ کے متعلق جو حدیث ہے وہ بالکل قرآن حکیم کے مطابق ہے اور آیتِ تطہیر کے مخاطب حضرات اہلِ بیتؓ کے متعلق ہے لیکن ترمذی اور دیگر محدثین نے اہلِ بیتؓ سے متعلق موضوع حدیث کو بھی درج کر دیا ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ۔

عن انسؓ قال بنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بزینب ابنۃ جحش بخبز و لحم فارسلت علی الطعام

انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت زینبؓ بنت جحش سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی تو (ولیمہ میں) گوشت روٹی

داعیاً فیجیئ قوم فیاکلون
ویخرجون فدعوت حتی ما اجد
احداً ادعوا فقلت یا نبی اللہ ما
اجد احداً ادعوہ قال ارفعوا
طعامکم وبقی ثلثۃ رھط یتحدثون
فی البیت فخرج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ فقال
السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ
فقالت وعلیک السلام ورحمۃ اللہ
کیف وجدت اھلک بارک اللہ لک
فتقری حجر نسائہ کلھن یقول لھن
کما یقول لعائشۃ ویقلن لہ کما
قالت عائشۃ ثم رجع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فاذا ثلثۃ رھط فی البیت
یتحدثون وکان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم شدید الحیاء فخرج منطلقا
نحو حجرۃ عائشۃ فما ادری اخبرتہ

تیار کیا گیا۔ میں لوگوں کو دعوت طعام دینے
کے لئے بھیجا گیا۔ کچھ لوگ آتے اور کھا کر چلے
جاتے پھر دوسرے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔
یہاں تک کہ سب کو دعوت دی کوئی باقی نہ رہا
آخر میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! اب تو کوئی
باقی نہیں رہا (سب چلے گئے) صرف تین شخص
گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ پر گئے فرمایا
اے اہل بیت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت عائشہؓ
نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ اور پوچھا
آپ نے اپنے اہل یعنی بیوی کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو
برکت دے اسی طرح آپ نے اپنی سب بیبیوں کے
حجروں کا دورہ کیا اور سب کو حضرت عائشہؓ کی طرح سلام کیا
اور سب بیبیوں نے حضرت عائشہؓ کی طرح آپ کو جواب
دیا اس کے بعد جب آپ لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہی
تینوں شخص باتیں کر رہے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مزاج میں بہت شرم و حیا تھی آپ پھر
دوبارہ حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف چلے گئے

لہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ازواج مطہرات کو "اہل بیت" فرما کر اہل بیت
کے مسئلہ کو حل فرما دیا ہے (مؤلف)

اذا خبرانّ القوم خرجوا فرجع حتّٰی اذا وضع رجله فی اسکفة الباب داخلة و اخری خارجة ارخی الستر بینی و بینه و انزلت اٰیة الحجاب [1]

مجھے یاد نہیں ان کے بعد میں نے یا کسی اور نے آپ کو خبر دی کہ وہ بیٹھنے والے آدمی چلے گئے ہیں اس وقت آپ لوٹے اور دروازے کی دہلیز کے ایک پاؤں اندر اور ایک باہر تھا کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی

حدیث مذکور اہل بیتؓ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس قدر جامع اور عین آیتِ تطہیر کے مطابق ہے۔ حضرت انسؓ کے الفاظ کس قدر واضح ہیں باوجودیکہ وہ نبیؐ کے گھر میں پلے تھے بچوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے مگر جب آپ اہل بیتؓ تطہیر کے حجرے میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے اپنے اور اُن کے درمیان پردہ لٹکا دیا اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی۔

یہ تھی وہ اصل حدیث جس میں اہل بیتؓ تطہیر جن کے لئے اُن کے رفیقِ حیات خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر، چادرِ تطہیر تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے حجرے میں داخل ہوئے تو گھر کے بچوں سے بھی پردہ کیا گیا لیکن جب تک آپؐ حضرت انسؓ کے پاس گھومتے پھرتے رہے پردہ حائل نہ ہوا۔

مگر سبائی حضرات نے جو احادیث تراشیں وہ اس حدیث سے متضاد ہیں۔ یعنی دامادِ رسولؐ سیدنا علیؓ، دختر رسول اللہ سیدہ فاطمۃ الزہرؓ

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر پارہ انیسواں تفسیر سورہ احزاب

اور حضرات حسنینؓ رسول اکرم صلعم کے نواسے جن سے پردہ ضروری تھا اُنہ
کو چادر میں داخل کر دیا اور اُن کی ماؤں کو چادر سے باہر رہنے دیا اور
خود امہات المومنینؓ کے مُنہ سے مندرجہ بالا اہل بیت سیدنا علیؓ کو اہل بیت
رسولؐ کہلوایا بلکہ رسول اللہ صلعم کے مُنہ سے اپنی ازواج یعنی اہل بیتہاؓ
کو اہل بیت تطہیر سے خارج کرایا۔ مگر قرآن پاک کی کسوٹی پر سوائے حضرت
انسؓ کی حدیث جو بخاری میں درج ہے اور کوئی حدیث بھی پوری نہیں
اُترتی۔ سب موضوع اور عجیب وغریب ہیں۔
سب سے بڑھ کر خود سیدنا علیؓ اور اہل بیت علیؓ کا عمل و مسلک
ہے اور اللہ تعالےٰ نے جو حدودِ تطہیر نازل فرمائیں اُن کی ان حضراتؓ کی پابندی
نظر نہیں آتی ہے جو اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ اگر یہ حضرات بھی آیتِ تطہیر
کے مخاطب ہوتے تو کبھی بھی ان حدود اللہ سے تجاوز نہ کرتے جن حدود اللہ
حدودِ تطہیر کی پابندی خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور امہات المومنینؓ
نے اپنی وفات حسرت آیات تک کی۔

اہل بیت حدیثی اور رسول اللہ صلعم کی دُعا

دعا ایک التجا ہے جو خالقِ کائنات
کی بارگاہ میں اس وقت کی جاتی ہے جب
کسی چیز کے حصول کی تمنا ہو یا اُس چیز
کے لیے مانگی جاتی ہے جو حاصل نہ ہو اور جو چیز پہلے ہی موجود ہو اس کیلئے
دعا کی کیا ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم
کا مرتبہ کل انبیاءؑ سے افضل ہے جہاں اور انبیاءؑ کے مقام فضیلت کی انتہا ہے وہاں سے حضور
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہی اسماعیل

میں حضرت موسیٰؑ کو جو مقام نصیب ہے وہ کسی پیغمبرؑ کو نصیب نہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شرح صدر کے لئے بارگاہِ ربانی میں دعا کرتے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝	"دعا کی اے رب! میرا سینہ کھول دے اور
وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً	میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ
مِّن لِّسَانِي ۝ (طٰہٰ ۲۰ : ۲۸)	بھی کھول دے۔"

مگر ذاتِ باری تعالیٰ نے پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کا ذکر یوں فرماتا ہے:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا	"کیا (اے محمدؐ) ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول
عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنقَضَ	دیا اور ہم نے تجھ پر سے تیرا بوجھ اُتار دیا۔
ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝	جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی اور تیرے ذکر کا
(الانشراح : ۱تا۴)	آوازہ بلند کیا۔"

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہلِ بیتؓ کی تطہیر کے لئے آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد کبھی دعا مانگنا نہ پڑی، بلکہ انہیں اطمینانِ قلب نصیب ہو گیا کہ ربِ کائنات نے جس طرح آپؐ کو کل کائنات کے مردوں پر فضیلت بخشی ہے اسی طرح آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو کل جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور ایک مرد کو جب یہ یقین ہو جائے کہ اس کی رفیقۂ حیات صرف اسی سے محبت کرتی ہے اور اس کی تابعداری میں دنیا کے ہر قسم کے عیش و آرام کو پرکاہ سمجھتی ہے بھلا اس آدمی کی

خوشی اور اطمینانِ قلب کا اندازہ تو لگائیں۔ انسان اپنے اہل بیت و اہل خانہ کے لئے دن رات محنت مزدوری کر کے کمائی کرتا ہے اور اگر اس کی اہل بیت اس کی چادرِ تطہیر کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چادر رجس میں دبانے کی عادی ہو تو وہ انسان زندگی پر موت کو ترجیح دے گا۔ اس کی یہ محنت، دولت، دوکان و مکان کس کام کے جب اس کو اپنے اہل بیت ہی سے چین و سکون نصیب نہ ہو۔

مگر ربِ کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپؐ کے اہل بیتؓ کو امہات المومنین قرار دے دیا، خود آپؐ کو انہیں طلاق دینے سے اور ان مطہرہ عورتوں کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کرنے سے بھی روک دیا اور ان کے درجات کو اس قدر بلند فرمایا کہ "تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو" اس سے جو سکونِ قلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا ہوگا اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے، ہمیں تو دن رات اسلام قرآن، پیغمبرِ اسلام، امہات المومنینؓ اور جاں نثارانؓ اسلام پہ گند اچھالنے ہی میں مزہ آتا ہے۔

آیتِ تطہیر حدود اللہ اور وضعی احادیث

ربِ العزت نے آیتِ تطہیر میں خطاب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کو فرمایا ہے

اور انہیں پہ حدودِ تطہیر نازل کی ہیں۔ اور صرف انہی نے حدودِ تطہیر کی پابندی کی ہے چنانچہ ان حدود اللہ کی پابندی اور ان پر قائم رہنے کے

انعام میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیتِ تطہیر نازل فرمائی۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب: ۳۳)

"اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم اے نبی کی گھر والیو! وساوس کو دور کرے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔"

لفظ اہل بیت ہر زبان میں بیوی کے لئے مستعمل ہے۔ فارسی میں اہلِ خانہ عورت کو کہا جاتا ہے، ہندی میں گھر والی کو کہتے ہیں اور پھر ہم روزمرہ اپنی بول چال میں اہلِ بیت گھر والی یعنی بیوی کے لئے ہی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً جب دو دوست یا بھائی ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ کہ بھائی آپ کی بچی کیسی ہے، لڑکے کا کیا حال ہے۔ آپ کے گھر تے کیسے ہیں۔ یہاں "آپ کے گھر سے" کہنے سے ہر کس و ناکس کی یہی مراد ہوتی ہے کہ آپ کی رفیقۂ حیات یا اہلِ بیت کیسی ہیں۔ اہل سے کبھی کسی نے داماد، بیٹی یا نواسے مراد نہیں لئے۔ بیچاری بیٹی کی تو کوئی ذات ہی نہیں ہوتی جب بیٹی کسی کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہے تو اب وہ ان صاحب کی اہلِ بیت ہوگی جن کی زوجیت میں وہ چلی جاتی ہیں اور نواسے بھی اپنے حقیقی باپ سے منسوب کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ نواسوں کی ذات بدل جاتی ہے ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک صاحب قریشی ہیں اور ان کی قریشی صاحبزادی کسی شیخ صاحب یا بٹ صاحب یا بھٹی صاحب کے ہاں اگر بیاہی جائے تو اب اس بچی سے ان صاحب کی جو اولاد پیدا ہوگی وہ تو اپنے باپ کی ذات ہی سے

منسوب ہوگی نہ کہ نانا صاحب کی ذات سے۔ اب وہ بچے شیخ، بیٹے یا مجوسی ہی کہلائیں گے نہ کہ قریشی۔ تو جناب جب کسی کے ہاں بیاہنے سے نانا کی ذات تک سے بے تعلق ہونا پڑتا ہے تو بیٹی اور نواسے نواسیوں کے باپ یا نانا کے اہلِ بیت رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو نواسے نواسیاں حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ سے پیدا ہوئے اُموی ہی کہلائے ہاشمی نہ کہلائے۔[1]

اور گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ خالقِ کون ومکان نے قرآن حکیم میں اہلِ بیت کا لفظ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کے لئے استعمال کیا ہے اور اس وقت کیا ہے جب کہ اُن کے ہاں کوئی اولاد بھی پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ فرشتے حضرت ابراہیم کی بیوی کو اولاد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید ۰ (ھود: ۷۳)	"کیا تو خدا کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ اے ابراہیمؑ کی گھر والی (اہلِ بیت) تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں"

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں "بیت" کا لفظ زلیخا کی طرف منسوب کیا ہے۔

---

[1] سیدہ امامہؓ بنت ابوالعاصؓ جو اُموی تھیں اور رسول اللہؐ کی نواسی تھیں سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ کی زوجیت میں آئیں (مؤلف)

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا — "اور جس عورت (زلیخا) کے گھر میں وہ (حضرت یوسفؑ) رہتا تھا اس نے ارادہ کیا" (یوسف: ۲۳)

اور غزوہ احد کا ذکر کرتے ہوئے لفظ "اھلک" اللہ تعالے نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (آل عمران: ۱۲۱) — "اور جب تم (اے نبیؐ) صبح کو اپنے گھر سے نکلا اور مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانے پر بٹھلانے لگا"

اسی طرح مطلقہ عورت کے لئے بھی یہ لفظ "بیت" قرآن حکیم نے استعمال کیا ہے حالانکہ وہ اس گھر والے سے طلاق لے چکی ہوتی ہے مگر عدت گزارنا مقصود ہے۔ فرمایا۔

یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ج واتقوا اللہ ربکم ج لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن۔ (الطلاق: ۱) — "اے نبیؐ جب تم (عامۃ المسلمین) عورتوں کو طلاق دو۔ تو انہیں عدت کے وقت طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے انہیں گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں۔"

دیکھئے ہر جگہ "بیت" کا لفظ گھر والی کے لئے بولا گیا ہے اور پھر حضورؐ نے خود اپنی ازواج مطہرات کے لئے لفظ اہل بیتؓ ہی فرمایا حضرت انسؓ سے مروی حدیث آپ ملاحظہ فرما چکے کہ آپ جب حضرت عائشہؓ کے حجرے پر تشریف لے گئے تو فرمایا۔

سلام علیکم اھل البیت و رحمۃ اللہ[1] — اے اہل بیت السلام علیکم و رحمۃ اللہ :

خدا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو "اہل بیت" سے گھر والی یا ازواج مراد لیتے ہیں مگر مخلوق جن کا علم و عقل محدود و ناقص ہیں وہ اہل بیت سے مراد گھر والی یا ازواج کے علاوہ دوسرے احباب کو شامل کرتے ہیں۔ اب کس کی تابعداری کی جائے خدا و اس کے رسولؐ کی یا مخلوق کی اور اُمت کی لیکن تمام مخلوق اور خصوصاً اُمت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لائے اور اُن کی تابعداری کو مقدم سمجھے۔ وہ موضوع احادیث جن میں حدود اللہ کا خیال نہیں رکھا گیا اب ذرا انہیں ملاحظہ فرمائیں :۔

عن ام سلمة ان النبی صلی الله علیه وسلم جلل علی علی وحسن و حسین و فاطمة ثم قال اللھم ھولاء اھل بیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا فقالت ام سلمة یا رسول انا منھم قال انه

ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ اور فاطمہؓ کو چادر اوڑھائی اور دعا کی خدایا یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے خاص لے اللہ دور کر ان سے رجس کو اور پاک کر اُن کو۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی اس چادر میں شامل ہوں فرمایا

---

[1] بخاری کتاب التفسیر پارہ اکیسواں تفسیر سورہ احزاب

الحیٰ مقیدہ[1] تو تحقیق پہلے ہی خیر پہ ہے۔"

اس حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ جس طرح میری ازواج کو تو نے اپنے ارادہ، مرضی اور خوشی سے مطہر و پاک فرمایا ہے میری التجا ہے کہ تو میرے داماد حضرت علیؓ کو میرے نواسوں حضرات حسنینؓ اور میری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو مطہر و پاک فرما۔ لیکن جب ام المومنین اہل بیتِ رسولؐ ام سلمہؓ نے اپنے متعلق عرض کیا کیا وہ بھی اس چادر میں داخل ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ "انک علیٰ خیر" یعنی آپ بھی نیکی پہ ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جب حضرت علیؓ، حضرات حسنینؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ مخاطبانِ آیتِ تطہیر تھے تو اُن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے تطہیر کیوں کرنا پڑی اور پھر جب خود مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حدود اللہ متعلقہ تطہیر کی پیروی نہ ان حضرات پہ لازم ہے اور نہ ان کے متعلق۔ تو پھر اس علم کے بعد بھی حضورؐ اُن کے لئے دعا و سفارشِ تطہیر کس طرح کر سکتے تھے۔ جبکہ حضرت اسامہؓ نے جس وقت فاطمہ بنت اسود کی سفارش کی تھی کہ چوری کی سزا میں اُن کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر آپؐ نے حدود اللہ کی پابندی کے متعلق فرمایا:-

تشفع فی حد من حدود اللہ ثم قام فاختطب ثم قال انما اھلک	تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو پھر آپؐ کھڑے ہوئے

---

[1] ترمذی حاشیہ کوکب دری شرح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۵۶

الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق	اور خطبہ دیا کہ تم سے پہلے لوگ اسی نے ہلاک
فيهم الشريف تركوه واذا	ہوئے کہ اُن میں اگر امیر آدمی چوری کرتا
سرق فيهم الضعيف اقاموا	تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب
عليه الحد وايم الله لو ان	آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے
فاطمة بنت محمد سرقت	اللہ کی قسم! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے
لقطعت يدها[له]	تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔"

اللہ اکبر! سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر حدود اللہ کے پابند تھے فرماتے ہیں کہ اگر میرے دل کا ٹکڑا فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو خدا کی قسم میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دوں گا۔ بھلا ایسے پیغمبر سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس علم کے ہوتے ہوتے بھی کہ مذکورہ بالا حضرات کیلئے حدودِ تطہیر کی پابندی لازم نہیں — کیونکہ نہ تو وہ مخاطب آیت تطہیر تھے اور نہ ہی اہلِ بیتؑ رسولؐ اور نہ ہی ان پر حدودِ تطہیر کی پابندی لازم و فرض تھی۔ اہلِ بیتؓ رسولؐ تو اُمہات المومنینؓ تھیں جو مخاطب و شامل آیتِ تطہیر تھیں۔ جن پر حدودِ تطہیر کی پابندی فرض تھی اور جنہوں نے ان حدود اللہ کی پابندی اُس وقت تک بڑے خلوص، ایمان اور تندہی سے کی جب تک وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔

اور پھر حدود اللہ میں آپؐ سفارش کس طرح کر سکتے تھے جب خود

له مشکوٰۃ باب الشفاعۃ فی الحدود

آپؐ فرماتے ہیں کہ :۔

عن عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ[1]	"حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جو شخص اپنی سفارش کے ذریعہ حدود اللہ سے کسی حد میں داخل ہو تو حقیقت یہ ہے کہ اُس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی"

اس لئے یہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کسی ایسے شخص اور قرابی کی سفارش یا اُن کے حق میں دعا شفاعت کی ہے جنہوں نے حدود اللہ کی مخالفت کی ہے وہ آپؐ کی ذاتِ مقدسؐ پر سراسر بہتان عظیم ہے۔

اِن وضعی روایات پر اگر بہ نظر تحقیق ہر قسم کے فرقہ وارانہ تعصّب سے پاک ہو کر صرف تقویٰ و خلوص و ایمان سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان احادیث کو وضع کرنے والوں نے خود ان کے راوی اہل بیتؓ قرآنی اہل بیت تطہیرؓ یعنی اُمہات المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ ام سلمہؓ اور سیدہ صفیہؓ کو بنایا ہے ۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے :

عن عائشۃ اُم المومنین قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	"اُم المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ایک روز صبح باہر تشریف فرما ہوئے

---

[1] مشکوٰۃ باب الشفاعۃ فی حدود اللہ الفصل الثانی

غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن والحسين فادخلهما معه ثم جاءت فاطمة فادخلها معهما ثم جاء علي فادخله معهم ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا [1]

آپؐ کے اوپر اس وقت ایک چادر تھی، سیاہ بالوں کی پس حسنؓ اور حسینؓ آئے حضورؐ نے اپنے ساتھ ان کو چادر میں داخل کیا پھر فاطمہؓ آئیں پس ان کو بھی ان دونوں کے ہمراہ داخل کیا، پھر علیؓ آئے حضورؐ نے ان کو بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل کیا پھر فرمایا کہ لے اہل بیت خدا تمہیں رجس سے پاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔"

اسی طرح ام المومنین سیدہ صفیہؓ کے منہ سے کہلوایا۔

قالت قد خلت فی الکساء بعد ما قضاء لابن عمه وابنیه وابنته فاطمة رضی الله عنها [2]

"فرمایا میں اس چادر میں داخل ہوئی جب حضورؐ اپنے چچازاد بھائی علیؓ اور اپنے بچوں حسنینؓ اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کیلئے دعا پوری کر کے نکل چکے تھے۔"

ان وضعی روایات میں اہل بیتؓ رسولؐ جن کو رب کائنات حدود اللہ وحدود تطہیر کے انعام کے طور پر آیت تطہیر سے نواز چکا خود ان کے منہ سے کہلوایا جاتا ہے کہ وہ اہل بیتؓ رسولؐ نہیں بلکہ اہل بیتؓ رسولؐ تو صرف اہل بیت علیؓ ہیں اور بعض روایات میں اہل بیتؓ رسولؐ یعنی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کہلوایا گیا کہ حضورؐ کیا ہم بھی اس چادر تطہیر۔۔

۱؎ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۷، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۹۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵ ـ ۲؎ : مسند احمد حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۹۸

میں شامل و داخل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے "انک الی الخیر" کہلوا کر اُن کو اہل بیتؑ رسولؐ سے خارج کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حضرت صفیہؓ کی روایت میں پیش کیا گیا ہے کہ آپؓ اس وقت چادر میں داخل ہوئیں جبکہ حضورؐ دعائے تطہیر ختم فرما چکے تھے۔ لیکن حدود اللہ و حدود تطہیر کی پابندی لازم ہے ان احادیث کو قرآن پاک کی کسوٹی پر پرکھیں اور حدودِ تطہیر کی پابندی پر ان کا جائزہ لیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ احادیث وضعی ہیں۔ ہر حدیث میں چادر اور پردہ کا ذکر ہے، سبائی حضرات نے ان سے مسلمانوں کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اصل حدیث بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے جس میں آپؐ نے اپنی تمام ازواج کو سلام کرتے وقت فرمایا۔ السلام علیکم اھل البیت و رحمۃ اللہ اور یہاں کسی قسم کے پردہ یا چادر سے حد بندی کی ضرورت پیش نہیں آئی اور نہ ہی دعا و سفارش کی۔ بلکہ اہل بیت پہ حضورؐ خود سلامتی اور رحمت بھیج رہے ہیں اور حدیث کے آخر میں حضرت انسؓ کے بڑے واضح الفاظ ہیں کہ

"حتیٰ اذا وضع رجلہ فی اسکفۃ الباب	"آپؐ (زینبؓ کے گھر چلے جانے کے بعد) اندر
داخلۃ و اخری خارجۃ ارخی	دروازے کی دہلیز پر ایک پاؤں اندر تھا اور ایک
الستر بینی و بینہ وانزلت	تھا کہ آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا
اٰیۃ الحجاب [1]	اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی۔"

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر پارہ ۱۹ تفسیر سورہ احزاب

یہ وہ پردہ ہے جو اہل بیتؓ رسولؐ اور صحابہؓ اور سیدنا علیؓ اور آل علیؓ
کے درمیان حائل ہوا اور آیت حجاب نازل ہوئی اور ان حدود اللہ کے آج
بھی ہم سب مسلمان پابند ہیں مگر سبائی حضرات نے اس پردے کی حدیث کو
توڑ مروڑ کر مسلمانوں کی عقلوں پر ایسے پردے ڈالے کہ وہ حدود اللہ اور حدود تطہیر
کو بن دیکھے جسے چاہیں اہل بیتؓ رسولؐ میں داخل کرتے چلے آتے ہیں جیسے سیدنا سلمان فارسیؓ۔

چادر تطہیر اور اہل بیتؓ رسولؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اپنی ازواج مطہرات کے لئے چادر تطہیر تھی اور ایسی
چادر تطہیر جس میں قرآن پاک جیسی مقدس پاک اور لاریب کتاب کا نزول
ہوتا رہا:۔

حدثنا هشام عن ابيه قال كان	حضرت ہشامؒ اپنے والد (عروہؒ) سے روایت
الناس يتحرون بهدایاهم	کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لوگ تحفے بھیجنے میں
يوم عائشة قالت عائشة	حضرت عائشہؓ کی باری کے منتظر رہتے تھے۔
فاجتمع صواحبي الى ام سلمة	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری سوکنیں (دیگر
فقلن يا ام سلمة والله ان	ازواج النبیؐ) سب ام سلمہؓ کے پاس گئیں اور کہنے
الناس يتحرون بهدایاهم يوم عائشة	لگیں اے ام سلمہؓ خدا کی قسم لوگ جان بوجھ کر اپنے
وانا نريد الخير كما تريده	تحفے تحائف اس دن بھیجتے ہیں جس دن حضرت عائشہؓ
عائشة فمري رسول الله	کی باری ہو ہم بھی حضرت عائشہؓ کی طرح اپنی بھلائی
صلى الله عليه وسلم ان يامر	چاہتی ہیں تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ
الناس ان يهدوا اليه حيث	لوگوں کو حکم دیں کہ میں جس بی بی کے پاس ہوں

ماكان او حيث ما دارت قالت فذكرت
ذالك ام سلمة للنبي صلى الله
عليه وسلم قالت فاعرض عني
فلما عاد الي ذكرت له ذلك
فاعرض عني فلما كان في الثالثة
ذكرت له فقال يا ام سلمة
لا تؤذيني في عائشة فانه
والله ما نزل علي الوحي وانا
في لحاف امراة منكن غيرها[1]

جس کی باری ہو وہیں جیسے بھیجدیا کرو (ح
عائشہؓ کی باری کے منتظر نہ رہا کرو) ام سلمہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض ک
آپؐ نے منہ پھیر لیا (جواب نہ دیا) انہوں نے دوبا
عرض کیا جب بھی آپؐ نے جواب نہ دیا جب سہ
عرض کیا تو فرمایا۔ اے ام سلمہؓ عائشہؓ کے با
میں مجھ کو دکھ نہ دو۔ خدا کی قسم! تم میں سے
بیبی کی چادر میں (جو سوتے وقت اوڑھتا ہوں
وحی نازل نہیں ہوئی سوا عائشہؓ کے۔

یہ تھی وہ چادر تطہیر جس میں وحی کا نزول ہوتا تھا اور یہ تھے وہ اہل بیت رسولؐ جن کو وہ چادر تطہیر اوڑھائی گئی تھی اور جن کی چادر تطہیر میں قرآن کا نزول ہوتا تھا۔ ان کے گھروں کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ آیت تطہیر کی تشریح ذیل کے الفاظ میں فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي
بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝ (الاحزاب: ۳۳، ۳۴)

"اللہ نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کے
گھر والیو! وساوس کو دور کر کے اور تمہیں
صاف کر دے اور اسے یاد رکھو جو تمہارے گھروں
میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا ہے
اللہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے۔"

---

[1] بخاری پارہ چودھواں کتاب المناقب باب فضل عائشہؓ

ان آیاتِ مطہرہ میں رب المشارق والمغارب نے اس حقیقت کی وضاحت کے لئے کہ کہیں اُمت مسلمہ اس امر میں دھوکا نہ کھا جائے کہ وہ اہل بیت تطہیر کون ہیں جن کے لئے آیتِ تطہیر کا نزول ہوا پہلے تو حدود اللہ متعلقہ تطہیر بڑے واضح الفاظ میں پیش فرمائیں اور اس کا پابند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنینؓ اور اُمت مسلمہ کو ٹھہرایا اور پھر اہل بیتؓ کی تشریح کیلئے "بیوتکن" فرما کر اس حقیقت کو اور بھی اجاگر کیا کہ قرآن حکیم کا نزول جن گھروں اور حجروں میں ہوتا ہے اور جہاں سے اس کی نورانی تعلیمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنینؓ کے ذریعے پھیلتی ہیں وہ اہل بیتؓ رسولؐ کے حجرے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ایک سورت کا نام "الحجرات" رکھ دیا یعنی امہات المومنینؓ کے حجرے۔

"بیوتکن" کی ضمیر جمع مونث مخاطب ہے جبکہ تین یا تین سے زائد عورتوں پر بولی جاتی ہے اگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ آیتِ تطہیر کی مخاطب یا شامل ہوتیں اس وقت تو سیدنا علیؓ کی وہ اکیلی ہی رفیقہ حیات تھیں اس واسطے یہاں ضمیر واحد مونث مخاطب یعنی "بیوتک" کا استعمال فرماتا مگر رب کائنات تو صرف حق بات کہتا ہے اُسے علم ہے کہ اُس نے حدود اللہ اور حدود تطہیر کن پر نازل کی ہیں۔ کون ان حدود اللہ کی پابند ہیں اور کون آیت تطہیر کی مصداق ہیں اس واسطے "بیوتکن" فرما کر عقدہ کو بھی کھول دیا کہ اہل بیتؓ رسولؐ صرف وہی امہات المومنینؓ ہیں جن کے حجروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا ہے اور

جو آیتِ تطہیر کی مخاطب و مصداق ہیں۔

اُمہات المومنینؓ کے حجرے

مضطر گجراتی

خوشا اے دیدۂ بینا، خوشا اے تابِ گویائی
مِری قسمت مجھے جنت کے دروازوں پہ لے آئی

یہ پاکیزہ گھر آئینہ ہیں انوارِ نبوت کا
حریم قدس سے اُونچا ہے پایہ ان کی عظمت کا

قدم چومے ہیں ان حجروں نے ازواجِ پیمبرؐ کے
یہ گہوارے ہیں جنت کے یہ سرچشمے ہیں کوثر کے

وہ ازواجِ پیمبرؐ، وہ مقدس مائیں اُمت کی
خدا نے جن کو عظمت دی خدا نے جن کی عزت کی

ملی ہے سرفرازی ان کو الہامی تکلم سے
کہیں بڑھ کر ہیں یہ مسکن مہ و خورشید و انجم سے

رہے ہیں جلوہ گر برسوں شہِ دنیا و دیں ان میں
فلک سے بارہا اُترے ہیں جبرئیلِ امیںؑ ان میں

سلام بے نہایت ان مبارک آستانوں پر
فرشتے بھی ادب کرتے ہیں ان کا آسمانوں پر

یہ وہ در ہیں جہاں خم ہیں جبینیں علم و عرفاں کی
انہیں دیتی ہیں بوسے عظمتیں تاریخِ انساں کی

یہ کاشانے بظاہر بے نیازِ زیب و زینت ہیں
مگر سرتا بہ پا گنجینۂ ایمان و حکمت ہیں

یہاں سب سے ہوا پہلے نفاذ آئینِ فطرت کا
یہیں سے سلسلہ پھیلا جہاں میں دینِ فطرت کا

یہاں ہر صبح گویا ہے یہاں ہر شام بینا ہے
یہاں اک ایک شئے رشکِ فروغِ طورِ سینا ہے

یہاں دیکھا ہے چشمِ آسماں نے حلمِ یعقوبیؑ
جمالِ یوسفیؑ، عزمِ کلیمیؑ، صبرِ ایوبیؑ

یہاں تقدیس کے جلووں سے ہوتی ہے ضیا شب میں
یہاں دربانیاں کرتی ہے حوروں کی حیا شب میں

یہاں فرطِ ادب سے بجلیوں کی سانس رکتی ہے
یہاں سقفِ فلک محراب بنتی اور جھکتی ہے

یہاں ذرے تب و تابِ مہ و خورشید رکھتے ہیں
یہاں فطرت کی سرگوشی در و دیوار سنتے ہیں

یہاں الہام کی ہیبت ابھی تک پائی جاتی ہے
نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں، زباں تھرائی جاتی ہے

اہل بیت تطہیر اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کا رویائے صادقہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ درسرہند کی ذات بابرکات سے کون مسلم واقف نہیں، آپؒ فرماتے ہیں کہ

چند سال پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ طعام پکاتا تھا اور اہلِ عباد[ت] کی ارواحِ پاک کو بخش دیا کرتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سا[تھ] حضرت امیر رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرا[ت] امامین رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیتا تھا، ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کیا تو حضورؐ نے توجہ نہ فرمائی اور فقیر کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہؓ کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہؓ کے گھر بھیجا کرے۔ اس فقیر نے معلوم کیا کہ حضور علیہ السلام کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت صدیقہؓ کو شریک نہ کرتا تھا۔ بعد میں حضرت عائشہ کو تمام امہات المومنینؓ جو سب اہل بیت[1] ہیں شریک کر لیا کرتا تھا اور یوں تمام اہل بیت کو وسیلہ بناتا تھا

لے۔ ام المومنین اہل بیت رسولؐ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ وہ مقدس گھر ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کا کافی حصہ بسر فرمایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی چادر تطہیر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا رہا صحابہؓ کا معمول تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے تحائف اسی روز پیش کرتے جس روز آپؐ کی باری سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ہاں ہوتی۔ اسی بیت عائشہ صدیقہؓ میں اپنی حیاتِ مقدسہ کے آخری لمحات

باقی صفحہ ۲۳۷ پر

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ الکبریٰؓ

مضطر گجراتی

سلام اے خانہ آرائے رسولِ دو جہاں تجھ پر
سلام اے جلوہ افروزِ حریمِ جاوداں تجھ پر
ابد تک مل گئی تجھ کو سیادت صنفِ نسواں کی
کہ جنت میں بھی تو ہو گی حرمِ محبوبِ یزداں کی

ر فرماتے، سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے آپؐ کی الفت و محبت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے
حضورؐ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات گذارنے کے لئے تمام بیبیوںؓ سے اجازت لے لی
وہ یہ پاک ترین لمحات اپنی محبوب ترین رفیقہ حیاتؓ کی صحبت میں گذاریں گے۔
اب سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی گود مبارک میں سرِ اقدس رکھے ہوئے آپؐ اپنے رفیقِ
اعلیٰ سے جا ملے، سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ مبارک ہی وہ بیتِ پاک ہے جہاں
حضور خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں یہی وہ بیتِ پاک
ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مقدس ترین صحابی سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور
سیدنا عمر فاروقؓ جو شیخین کے لقب سے ملقب ہیں آرام فرما ہیں اور یہ وہ بیتِ پاک
ہے جو قیامت تک مرجع خلائق رہے گا (مؤلف)

۲ ؎ ردِ بدعت مؤلفہ پروفیسر محمد فرمان ایم۔اے صفحہ ۱۵-۱۶

فلاح و خیر کی رُشد و ہدایت کی امیں تو ہے
دلیل اس کی یہی کافی ہے اُم المومنیں تو ہے

کلام اللہ کی رُو سے ہے "صدیقہ" لقب تیرا
فقط فرشی نہیں عرشی بھی کرتے ہیں ادب تیرا

تیری پاکیزگی پر نطقِ فطرت نے شہادت دی
تجھے عظمت عطا کی، عافیت بخشی، فضیلت دی

اگر تیری سحر پرور ردا پہ داغ آ جاتا
خدا کا انتخابی فیصلہ مخدوش کہلاتا

لبِ اتہام سے پایا "حمیرا"[1] کا لقب تو نے
زبانِ حق سے انعام جلیلہ پائے سب تو نے

خدا نے لم یزل کا بارہا تجھ کو سلام آیا
مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب سے تیرا نام آیا

ترا جوہر تھا حق گوئی، ترا شیوہ تھا حق بینی
تری فطرت حیا پرور، تری خو صبر آگینی

ترا ہر اجتہاد افضل، تری ہر بات تابندہ
تری سیرت ہے قدسی، تری توقیر پائندہ

۱؎ سبائیوں نے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی ذات ستودہ صفات پر کیچڑ اچھالنے کی غرض سے ایک کتاب لکھی جس کا نام "الحمیراء" ہے (مؤلف)

شرف تیرے دوپٹے نے یہ جنگِ بدر میں پایا
اسے پرچم بنا کر مخبرِ صادقؐ نے لہرایا

بناتِ ملتِ بیضا نے سیکھا علمِ دیں تجھ سے
خدا راضی تھا اور راضی تھے ختم المرسلینؐ تجھ سے

ترا حجرہ امین خاص ہے ذاتِ رسالتؐ کا
بساطِ ارض پہ ٹکڑا یہی ہے باغِ جنت کا

اسی حجرے میں اکثر وحی اتری فخرِ عالمؐ پر
ترا حجرہ نہیں، احسان ہے تاریخِ آدمؑ پر

اسی میں رحمۃ اللعالمین رہتے تھے، رہتے ہیں
یہی حجرہ ہے جس کو گنبدِ خضریٰ بھی کہتے ہیں

یہیں سے حشر کے دن سرورِ کونینؐ اٹھیں گے
مگر تنہا نہیں اٹھیں گے مع شیخینؓ اٹھیں گے

وہی شیخینؓ جن سے ارتقائے دینِ اکرم ہے
کہ اک صدیقِ اکبرؓ ہے تو اک فاروقِ اعظمؓ ہے

شفاعت کی اسی رحمت کدے سے ابتدا ہوگی
اسی پہ امتوں کی مغفرت کی انتہا ہوگی

تکلف برطرف، ملت کی سچی محسنہ تو ہے
ہمیشہ حق پہ جو قائم رہی وہ مومنہ تو ہے

ادب آموزِ انساں تھا، ہر انداز متیں تیرا
مسلّم تھا صحابہؓ میں بھی فہم و فکر دیں تیرا

نہ ہی فکرِ رسا شرعی مسائل میں مسلّم تھی
نہ استنباط میں کم تھی نہ استخراج میں کم تھی

تجھے معلوم تو نے مبدِ فطرت سے کیا پایا
نگاہِ پاک، قلبِ مطمئن، ذہنِ رسا پایا

تری عظمت کا اندازہ یہ دنیا کر نہیں سکتی
کہ ادراکِ حقیقت عقلِ تنہا کر نہیں سکتی

چمن ہے دین کا قائم تو رنگ و بو بھی باقی ہے
کتاب اللہ جب تک جہاں میں تو بھی باقی ہے

تیری قبرِ منور پہ سلام آتا رہے قدرت کے
تیری روحِ مقدس پہ رہیں انوارِ جنت کے

سیدنا علیؓ اور اہل بیت علیؓ کے متعلق موضوع احادیث

سبائی حضرات نے کوشش کی کہ قرآن حکیم کی آیات کے مطا[بق] روایات تراش کر حقائق سے مسل[مانوں] کی آنکھوں پہ پردہ ڈالا جائے اور کوشش یہ کی ہے کہ واقعاتِ قرآ[نی] کو وضعی احادیث و روایات کے ماتحت ڈھالا جائے مگر جھوٹ کے پاؤ[ں] نہیں ہوتے ان وضعی روایات و حکایات کو تراشتے وقت وہ حدود واقعہ

بھول گئے۔ کیونکہ اسلام تو حدود اللہ کی پابندی کا نام ہے — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسلِ انسانی کو حدود اللہ کا پابند بنانے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اور تمام صحابہؓ اور امہات المومنینؓ کے علاوہ خود سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ بڑے شدومد سے حدود اللہ کے پابند تھے۔ اس واسطے ان خودساختہ موضوع احادیث کو حدود اللہ کی کسوٹی پر پرکھنے سے خودبخود ہی ڈھول کا پول کھل جاتا ہے۔

سبائی حضرات نے حضرت علیؓ اور آل علیؓ کی فضیلت میں لاکھوں احادیث وضع کر کے اُن سے حُبّ نہیں بلکہ بغض کا اظہار کیا ہے اور ان وضعی احادیث میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سیدنا علیؓ اور آل علیؓ کو حدود اللہ کا قطعاً پاس نہیں تھا (نعوذ باللہ) حالانکہ یہ حضرات اسی طرح حدود اللہ کے پابند تھے جس طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ رہی موضوع احادیث تو اُن کے متعلق عرض ہے۔

کتاب العقیلی عن لیلی بن عبد الرحمٰن الواسطی انہ قال عند موتہ وضعت فی فضل علی سبعین حدیثا [1]	"اور عقیلی کی کتاب میں لیلی بن عبد الرحمٰن الواسطی سے ہے کہ اس نے مرتے وقت قبول کیا کہ میں نے علیؓ کی فضیلت میں ستر حدیثیں وضع کی ہیں"

---

[1] موضوعات کبیر از ملا علی قاری صفحہ ۲۲

اس سے دوسری روایت ہے۔

والکلام علیہ قال واما وضعہ الرافضۃ فی فضائل علی فاکثر من ان یحد قال الحافظ ابویعلی قال الخلیلی فی کتاب الارشاد وضعت الرافضۃ فی فضائل علی اھل البیت نحو ثلاثمائۃ الف حدیث ولا یستعبد ھذا فانک لو تتبعت ما عندھم من ذلک وجدت الامر کما قال لہ

اُس نے کہا علیؓ کے فضائل جو رافضیوں نے بنائے ہیں شمار سے باہر ہیں۔ حافظ ابویعلیٰؒ نے کہا کہ خلیلیؒ کی کتاب الارشاد میں رافضیوں نے علیؓ اور ان کے اہل بیتؓ کی فضیلت میں تین لاکھ احادیث وضع کیں اور یہ بعید نہیں اگر تو ان کی کتابوں کی تتبع کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ امر ایسا ہی ہے جیسا اُسنے کہا۔

اُمہات المومنینؓ فرماتے ہیں پیشگوئی و بشارت ربانی

رب علیم و خبیر کا علم تمام کائنات کو محیط کئے ہوتے ہیں، اُسے ازل سے ابد تک ہر چیز کا مکمل علم ہے اس رب کائنات نے اہل بیتؓ رسولؐ کو "ازواجہ اُمھٰتھم" فرما کر مومنوں کو یوں مخاطب فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ ط (الاحزاب: ۶)

نبیؐ کا مومن کہلانے والوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور اُس (نبیؐ) کی ازواج اُن کی مائیں ہیں

لہ موضوعات کبیر صفحہ ۲۰۸-۲۰۹

اسی سورہ احزاب جس میں آیت تطہیر کا ذکر ہے اس کی چھٹی آیت میں مومنوں کو مخاطب فرماتے ہوئے رب کائنات نے اُن کو متنبہ فرمایا کہ نبیؐ کی اتباع اور پیروی کا تم پر زیادہ حق ہے اور یاد رکھو اس کی ازواج مطہراتؓ تمہاری مائیں ہیں۔

یہاں رب کائنات "بالمومنین" کی جگہ "بالمسلمین" کہہ کر بھی اُمت مسلمہ کو ارشاد فرما سکتا تھا مگر خاص طور پر "بالمومنین" فرما کر مومنوں کو کیوں خطاب فرمایا اس میں بھی پیشگوئی و بشارت ربانی ہے جو بالکل پوری ہوئی۔

رب علیم و خبیر کو علم تھا کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہوگا جو اپنے آپ کو مومنؔ کہلائے گا، لیکن مومن کہلانے کے باوجود وہ اُس حق کو ادا نہیں کریں گے جو اُن کے روحانی باپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن پر ہے۔ یعنی اُس کی اہل بیتؓ یعنی ازواج مطہراتؓ کو جنہیں رب کائنات نے اُمہات المومنینؓ یعنی مومنوں کی مائیں فرمایا ہے۔

خود مومن کہلانے والے ہی اپنی ماؤں کو اہل بیتؓ رسولؐ سے بے دخل کرنے کی بے جا کوشش کریں گے۔ حالانکہ یہ مقدس اُمہات المومنینؓ خود سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنینؓ کی بھی مائیں ہیں۔

ؔ سبائی اپنے آپ کو فخریہ مومن کہتے ہیں۔ (مؤلف)

کیا بیٹا، داماد اور اُمتی امہات المومنینؓ کو طلاق دے سکتا ہے؟

امامیہ کے مقبول قرآن میں بھی اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ

اُمہات المومنینؓ تمام اُمت مسلمہ کی مائیں ہیں چنانچہ حضرت محمد باقرؒ سے منقول ہے۔

"ازواجہ امھاتھم" کافی میں جناب امام محمد باقرؒ سے ایک حدیث منقول ہے کہ ازواجؓ جناب رسولؐ خدا اُمتیوں پر تمام ہوتی ہیں ماں کا حکم رکھتی ہیں۔[1]"

لیکن اسی قرآن کے حاشیہ پر امامیہ نے سبائیہ کی ایک غیر فطری روایت بھی نقل کر دی ہے کہ سیدنا علیؓ کو ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق کے اظہار کا حق تھا۔ لکھتے ہیں۔

"الاکمال[2] میں ہے کہ جناب قائم آل محمدؐ سے اس طلاق کے معنی دریافت کئے گئے تھے جس کا حکم جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرالمومنینؑ کے سپرد کر دیا تھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ازواجؓ نبیؐ کی شان کو بڑھایا اور اُن کو اُمہات المومنین ہونے کا شرف بخشا اور جناب رسولؐ خدا نے یہ فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ! یہ شرف ان کے لئے اسی وقت تک قائم ہے جب تک کہ وہ میری اطاعت پر قائم رہیں

---

[1] امامیہ مقبول قرآن حاشیہ صفحہ ۸۳۳
[2] ۸۴۳

پس میرے بعد اُن میں سے جو بھی نافرمانی برتنے اور تمہارے خلاف روج کرے اس کو میں طلاق[1] دے کر زوجیت سے خارج کرادوں گا ورمومنین کی ماں ہونے کے شرف سے اُسے محروم کرادوں گا اور اس امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا کرتا ہوں"
اس موضوع روایت کا ایک ایک لفظ غیر فطری ہے اور اگر ایک ایک لفظ پر بحث کی جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے اس لئے

---

[1] طلاق حالانکہ اس عورت کو دی جاتی ہے جو اپنے خاوند کے خلاف خروج کرے اس کی حق تلفی کرے سرکردانا اور اُمتی کے خلاف خروج کرنے پر اور پھر جب ربّ کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کے لاثانی القاب سے نوازا تو ان ازواجِ مطہرات کو طلاق دینے اور مزید کسی اور بی بی سے شادی وغیرہ حضورؐ پر حرام قرار دے دی تھی جیسا کہ فرمایا :۔

لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک ؕ وکان اللہ علیٰ کل شیء رقیبا ۵	"اس کے بعد (اے نبیؐ) تیرے لئے اور عورتیں حلال نہیں اور نہ ہی یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں کرے اگرچہ تجھے ان کا حسن پسند بھی آئے۔ سوائے اس کے جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے"۔
الاحزاب : ۵۲	

باقی صفحہ ۲۴۶ پر

یہاں صرف اس قدر گذارش ہے کہ صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے خارج کرنے کی غرض سے یہ حدیث وضع کی گئی ہے۔

لیکن اس روایت کے بعض الفاظ قابل غور ہیں اوّل تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک کبھی بھی آپ کے خلاف خروج نہیں کیا نہ آپ کی حکم عدولی نہیں کی اور حدود اللہ سے تجاوز نہیں کیا۔

دوسرا یہ کہ سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کبھی خروج کیا ہی نہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہا نے قصاص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں بصرہ کا رخ کیا یعنی تو بیعت رضوان کی تکمیل[1] میں جس کی تکمیل ان پر بھی اسی طرح فرض تھی جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔ ورنہ اگر ان کا خروج سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوتا تو یہ لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کر

---

[1] مکمل حالات میری کتاب "قصاص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ و تکمیل بیعت رضوان" میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مؤلف)

بقیہ ص ۲۴۵ :۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت گواہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ نے ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو نہ طلاق دی اور نہ ہی کسی اور بی بی سے نکاح کیا۔ اس لئے یہاں طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (مؤلف)

[2] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو ان کے اس شرف سے حسد تھا (نعوذ باللہ) (مؤلف)

آپؓ مدینہ کا رُخ فرمائیں۔

اور پھر اس حقیقت کا اعتراف خود سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ اُنہیں خود اُمّ المومنینؓ کے خلاف خروج کرنے پر سبائیوں نے مجبور کیا۔ آپؓ اپنے صاحبزادے سیدنا حسنؓ کے استفسار پہ فرماتے ہیں۔

"افسوس ہے کہ مجھ کو باہر (بصرہ کیلئے) نکلنے پہ مجبور کیا گیا۔ لوگوں (سبائی مفسدین) نے مجھے اسی طرح گھیر لیا تھا جس طرح حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا تھا۔ آخر میں ان کی خواہش کا احترام کرنے پہ مجبور ہو گیا اور مدینہ سے باہر نکل آیا[1]"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:-

"حضرت حسنؓ نے عرض کیا۔ اے والد بزرگوار! میں نے پہلے ہی آپؓ کو اس سفر (جنگ جمل) سے منع کیا تھا۔ مگر آپؓ پہ فلاں فلاں کی رائے غالب آئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا (بیشک) اے بیٹے ایسا ہی ہے اور مجھے تو یہ آرزو ہے کہ کاش اس (واقعہ جمل) سے بیس برس پہلے مر چکا ہوتا[2]"

پس سیدنا علیؓ کے اس اعتراف سے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہو گیا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اقدام صرف قاتلین سیدنا عثمانؓ سے قصاص لینا تھا اور سیدنا علیؓ کے خلاف خروج نہ تھا۔

---

[1] ابن خلدون بحوالہ خلفائے راشدین مرتبہ مورخ اسلام آغا رفیق صفحہ ۱۸۴

[2] ازالۃ الخفاء مقصد اوّل صفحہ ۲۷۰

اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "اس خروج پر اس کو میں طلاق دے کر زوجیت سے خارج کر دوں گا اور مومنین کی ماں بننے کے شرف سے اُسے گرا دوں گا۔"

اوّل تو ازواجِ مطہرات کو طلاق دینا آپؐ پر حرام ہو چکا تھا اس لئے آپؐ طلاق دے ہی نہیں سکتے تھے اور پھر بعد از وفات حسرت آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کس طرح دے سکتے تھے جبکہ بعد از وفات عورت کو یہ حکم ہے کہ عدت گزارنے کے بعد وہ آزاد ہے چاہے تو خاوند کے حق میں بیٹھی رہے اور چاہے تو کسی اور سے نکاح کر لے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

"اور جو لوگ تم میں عورتیں چھوڑ کے مر جائیں وہ ایک سال تک اُن کو خرچ دینے کی وصیت کر جائیں اور گھر سے نہ نکالی جائیں ہاں اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا زبردست حکمت والا ہے۔"

(البقرۃ ۲۴۰)

تاریخ شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ۱۱ھ میں ہوئی اور واقعہ جمل ۳۶ھ میں پیش آیا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ طیبہ سے غیر فطری

اور غیر ذمہ دارانہ الفاظ کہلوا کر انہیں حدود اللہ سے آزاد دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور پھر بعد از وفات حسرت آیات آپؐ کا طلاق نامہ سیدنا علیؓ کی وساطت سے بھیجنا بھی حیران کن بات ہے اور یہ عقدہ حل طلب ہے کہ بعد از وفات حضورؐ نے گنبدِ خضرا یعنی حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے کب طلاق نامہ لکھ کر حضرت علیؓ کو بھجوایا اور سیدنا علیؓ نے کب اُس کا اظہار فرما کر ام المومنینؓ سیدہ صدیقہؓ یعنی اپنی والدہ محترمہ کو حضورؐ کا وہ طلاق نامہ پیش کر کے اہلِ بیتِ رسولؐ سے خارج کیا اور اُن سے اُم المومنینی کا شرف چھینا کیونکہ اس روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ درج ہیں کہ "اس امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا کرتا ہوں" بلکہ واقعہ جمل کے بعد خود سیدنا علیؓ نے اُم المومنینؓ کے حق میں فرمایا۔

"یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں۔ ان کی تعظیم و توقیر ضروری ہے"[1]

اور نہج البلاغہ میں ہے۔

ولہا بعد حرمتہا الاولی[2]	"ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں اُن کی (ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے"

سیدنا علیؓ کے خود یہ الفاظ ہی اس حقیقت کی شہادت ہیں کہ طلاق کا قصہ

---

[1] خلفائے راشدین مرتبہ حاجی معین الدین ندوی صفحہ ۲۴۷

[2] نہج البلاغہ مترجمہ حجۃ الاسلام مفتی جعفر حسین خطبہ صفحہ ۱۵۲

بالکل کذب و افتراء ہے۔

> **حضورؐ نے سیدنا علیؓ اور صحابہؓ کو واقعی طلاق کے بارے میں آزادی سے اپنی رائے کے اظہار کی اجازت دی تھی**

درحقیقت "الاکمال" کی جو روایت امامیہ کے مقبول قرآن میں سبائیہ نے درج کی گئی ہے اس کا تعلق اس واقعہ سے ہے جبکہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے موقعہ پر قافلہ تو مدینہ روانہ ہو گیا مگر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ جو رفع حاجت کے لئے جنگل میں تشریف لے گئی تھیں پیچھے رہ گئیں اور منافقین نے آپؓ پہ تہمت لگائی۔ اس واقعہ کا مدینہ میں بہت چرچا ہوا یہاں تک کہ ہر گھر میں اس امر پہ گفتگو ہوتی۔ روایت ہے کہ:

"حضرت افلحؓ ابو ایوبؓ (انصاری) کے حوالے سے مروی ہے کہ ام ایوبؓ نے ابو ایوبؓ کو کہا کہ تم نے سنا وہ چرچا جو لوگوں نے عائشہؓ کے بارے میں کیا ہے۔ ابو ایوبؓ بولے ہاں میں نے سنا ہے اور وہ جھوٹ ہے۔ اے ام ایوبؓ بھلا تو بے حیائی کرتی ہے؟ وہ بولی نہیں اللہ کی قسم (میں ایسا نہیں کر سکتی) فرمایا۔ پھر عائشہؓ اللہ کی قسم تجھ سے (بدرجہا) بہتر ہے"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا تھا اور آپؐ نے اپنی رفیقہ حیاتؓ کو ان کے والد محترم سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ہاں

---

[1] ترجمان القرآن تفسیر سورہ نور از نواب صدیق الحسن خاں صفحہ ۹۵۰

بھیج دیا تھا اور صحابہؓ کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی سیرت طیبہ پر اپنی رائے کے اظہار کا اختیار ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ امامیہ کے قرآن میں سابقہ کے الفاظ میں بھی الفاظ منقول ہیں۔ "اس امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا کرتا ہوں۔"

چنانچہ سیدنا علیؓ نے مکمل آزادی سے آپ کو مشورہ دیا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو آپ طلاق دے دیں بخاری میں روایت ہے۔

واما علیؓ فقال یا رسول اللہ لم یضیق اللہ علیک والنساء سواھا کثیرۃ [1]

"لیکن حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا نے آپ پر تنگی نہیں کی (یعنی آپ کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے) اور اس کے علاوہ بھی بہت عورتیں ہیں۔"

ابن ہشام میں روایت ہے۔

"فدخل علی فدعا علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ واسامۃ بن زید فاستشارھا فاما اسامۃ فاثنی علی خیرا وقالہ ثم قال یا رسول اللہ اھلک ولا نعلم الا خیرا وھذا الکذب والباطل واما علی فانہ قال یا رسول اللہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت اسامہؓ نے حضرت عائشہؓ کی بہت تعریف کی اور کلمہ خیر کہا پھر کہا آپ اپنے اہل خانہ کے متعلق خود بھی سمجھتے ہیں کہ ان میں خیر کے سوا کچھ بھی نہیں اور جو کچھ کہا گیا ہے بالکل کذب و باطل ہے" مگر حضرت علیؓ

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی

ان النساء لکثیر دانك لقادر — نے کہا "یا رسول اللہ عورتیں بے شمار ہیں آپ
علی ان تستخلف [1] — ایک (یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہؓ) کی جگہ کسی
دوسری عورت کو لا سکتے ہیں۔" [2]

عائشہؓ سے روایت ہے کہ:-

"آپؐ نے علیؓ بن ابی طالب اور اسامہؓ بن زید کو بلایا اور اُس بارے میں مشورہ لیا۔ اسامہ نے تو میری تعریف کی اور کہا کہ یہ بہتان محض لغو اور افترا ہے۔ ہم آپؐ کے اہل کو اچھا ہی جانتے ہیں۔ اُن کی کوئی برائی نہیں سنی گئی۔ علیؓ نے کہا عورتیں بہت ہیں۔ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ عائشہؓ کی بجائے دوسری کر لیں[3]۔

اور اس وقت جبکہ حضور صلی اللہ وسلم زندہ تھے اور آپؐ کو اپنی بیوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دینے کا پورا اختیار بھی تھا اور پھر واقعہ افک نے تو ام المومنینؓ کو طلاق دینے کا موقع بھی پیدا کر دیا تھا جس سے نہ تو سیدنا صدیق اکبرؓ ناراض ہو سکتے تھے اور نہ ہی ان کا قبیلہ اور بقول سبائیہ مخبر صادقؐ کو اس کا علم بھی تھا کہ اُن کی یہی بی بی سیدنا علیؓ کے خلاف خروج بھی کریں گی اور سب سے مقدم یہ کہ سیدنا علیؓ نے آپؐ کو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دینے کا نیک مشورہ بھی دے دیا تھا

---

[1] سیرت النبی مرتبہ ابن ہشام جزء ثالث صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ

[2] سیرت النبی کامل مترجم مرتبہ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۰۴

[3] تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۵۲

مگر سمجھ نہیں آتی آپؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اُن کو طلاق کیوں نہ دی، بلکہ اُسے آئندہ بعد از وفات حسرت آیات تک ملتوی رکھا، حالانکہ بعد از وفات تو عورت کو طلاق دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو آزاد ہو جاتی ہے۔ این خیال است و محال است و جنوں۔

سیدہ فاطمہؓ کا سیدنا علیؓ کے خلاف خروج اور رسول اللہ صلعم کا سیدنا علیؓ سے اپنی بیٹی کی طلاق طلب کرنا

دوسرا واقعہ خود سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا سیدنا علیؓ کے خلاف خروج ہے جبکہ آپؓ دشمن اسلام ابوجہل کی بیٹی جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے تو سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے دربار نبوت میں ان کے خلاف چارہ جوئی کی۔ خود ان دونوں کے پوتے سیدنا زین العابدینؒ روایت کرتے ہیں۔

عن علی بن الحسین (زین العابدین) ان المسور بن مخرمة الا ان بنی هشام بن المغیرة استاذنوا ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا اذن لهم ثم لا اذن لهم ثم لا اذن لهم الا ان یحب ابن ابی

حضرت علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) مسور بن مخرمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا خبردار ہو کہ بنی ہشام بن مغیرہ کی اولاد مجھ سے اس کی اجازت مانگتے ہیں کہ اپنی بیٹی کو علی ابن ابی طالبؓ سے نکاح کر دیویں سو میں ان کو اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابن ابی طالبؓ کو اختیار ہے کہ چاہے تو

لہ حضورؐ کا حضرت علیؓ کا نام نہ لینا غصہ کو ظاہر کرتا ہے (مؤلف)

طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتھم فانما ابنتی بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویؤذینی ما اذاھا۔[1]	میری بیٹی کو طلاق دیدے اور اُن کی بیٹی سے شادی کر لیے زیادہ دُکھ میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو دکھ دیا اُس نے مجھے دکھ پہنچایا۔"

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے دوسری شادی کی اجازت چاہی تو رسول اللہؐ نے اظہار ناراضگی کیا اور فرمایا کہ "فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے رنج پہنچایا اُس نے مجھے رنج پہنچایا۔"[2]

یہ دو مواقع تھے جب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علیؓ کو "طلاق" کے متعلق اظہار رائے کی مکمل آزادی دی تھی اس لئے ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کے خروج کے متعلق طلاق کا واقعہ من گھڑت اور موضوع ہی نہیں بلکہ فطرت اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے سراسر خلاف ہے۔ یہ اُم المومنینؓ کا خروج تو وہ سبائی مفسدین کے خلاف تھا نہ کہ سیّدنا علیؓ کے خلاف۔ اگر ان کے خلاف ہوتا تو وہ بصرہ کی بجائے مدینہ کا رُخ کرتیں اور تاریخ شاہد ہے کہ سیّدنا علیؓ خود مدینہ سے بصرہ کو گئے تھے اس واسطے ام المومنینؓ کا ان کے خلاف خروج بھی ثابت نہیں ہوتا۔

---

[1] صحیح مسلم بحوالہ مشارق الانوار باب فضائل حضرت فاطمہؓ صفحہ ۵۰۴

[2] روزنامہ "مشرق" شمارہ ۵ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ نمبر ۵ کالم ۱-۶

حجۃ الوداع اور اہل بیت تطہیرؓ

حجۃ الوداع سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم پر تمام صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا:-

اما بعد یا ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذ وا کتاب اللہ واستمسکوا بہ واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی [1]	"حمد و ثنا کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آئے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت آجائے) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور نور ہے خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت (ازواجؓ) ہیں میں اپنے اہل بیتؓ کے بارہ میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔"

قرآن حکیم گواہ ہے کہ سب کائنات کے احکامات و حدود تطہیر کی تعمیل صرف امہات المومنینؓ نے کی اور رضائے خدا اور حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر قسم کی زیب و زینت اور مال و دولت کو ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی کو مقدم سمجھا اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک ان حدود و قیود تطہیر کی بڑے شد و مد سے پابندی کی اور ان کی حدود کی جس طرح "نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی فرمائی اسی طرح

---

[1] مسلم باب مناقب حضرت علیؓ

یہ اُن کی پابند رہیں، ان حدود و قیود تطہیر کی پابندی کے انعام سے نوازتے ہوئے خالق کون و مکان نے ان کو آیت تطہیر سے نوازا اور ان کو "اہلِ بیتؓ" رسول اللہ صلعم سے مخاطب فرمایا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے تو کوئی درہم و دینار یا میراث نہ چھوڑی اُسی طرح اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بھی اپنے بعد کوئی درہم و دینار یا میراث نہ چھوڑی۔ اسی لئے اُمت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ "تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور نور ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز اہل بیتؓ ہیں "میں اپنے اہل بیتؓ کے بارہ میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں"

سبائی حضرات نے نہ کتاب اللہ ہی کو مضبوط پکڑا اور نہ ہی اہل بیت رسولؐ کو، بلکہ اُمت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لئے دونوں کا بڑے شد و مد سے انکار کر دیا۔ اپنی روایات میں کتاب اللہ کو تو حضرت علیؓ سے منقلب کرا کر قیامت تک کے لیے نسل آدم کو عموماً اور اُمت مسلمہ کو خصوصاً اس ہدایت اور نور سے بے نور کر دیا اور اُن کو گمراہ چھوڑ دیا۔ اور اہل بیت رسولؐ یعنی امہات المومنینؓ کو انہوں نے اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دے دیا اور یہ وضعی احادیث آپ ملاحظہ فرما چکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت مسلمہ کو ہدایت فرمائی کہ دیکھو قرآن حکیم کو مضبوط پکڑنا اس کے حدود و قیود سے تجاوز نہ کرنا۔ اور

قومیں اسی لئے تباہ ہوتی ہیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کی حدود سے تجاوز کیا۔ اور میرے اہل بیت رضی اور تمہاری مائیں یعنی امہات المومنین رضی جنہوں نے خدا کی رضا اور میری الفت و محبت میں زیب و زینت و مال و دولت کو خیرباد کہہ کر فقر و فاقہ کی زندگی کو مقدم سمجھا ہے۔ اُن اہل بیت تطہیر رضی کو میں خدا کے اور تمہارے سپرد کئے جا رہا ہوں۔ اُن کی تابعداری تمہارا فرض ہے۔ دیکھو یہ تمہاری مائیں ہیں ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں کہ ان کی دیکھ بھال کر سکیں۔ رہیں ان کی بچیاں تو اُن میں سے تین سیدہ زینب رضی، سیدہ اُم کلثوم رضی اور سیدہ رقیہ رضی تو ان کی زندگی ہی میں خالق حقیقی سے جا ملیں اور فاطمۃ الزہرا رضی ہیں تو سیدنا علی رضی کی رفیقہ حیات اور حضرات حسنین رضی اور سیدہ ام کلثوم رضی اور سیدہ زینب رضی اور سیدہ رقیہ رضی کی والدہ ہیں، اُنہیں اپنے گھر کی دیکھ بھال سے اتنی فراغت کہاں کہ میرے اہل بیت رضی کی دیکھ بھال کر سکیں۔ میرے سہارے کے بعد تمہاری ماؤں کو خدا اور تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو، ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور میرے اہل بیت رضی امت مسلمہ کی مائیں ہیں اگر جنت چاہتے ہو تو ان کی خدمت اور تابعداری کو لازم پکڑنا اور اسی کے متعلق رب کائنات نے میرے حق کا اشارہ فرمایا ہے۔ فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ	نبی کا مومنوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ	حق ہے اور اس (نبی) کی ازواج اُن کی

أُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب ۶) مائیں ہیں۔"

اور یہ اہل بیت رسولؐ حضرت علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور اُن کی آل و اولاد کی بھی مائیں ہیں اور ان کی خدمت کرنا اور تابعداری کرنا ان کا بھی فرض ہے۔

وہ لوگ جو حجۃ الوداع کے خطبے سے "اہل بیتؓ" سے مراد سیدنا علیؓ اور اہل بیتؓ "علیؓ" لیتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیئے کہ جب ایک مرد اس جہان فانی سے کوچ کر رہا ہو اگر اس کے جوان بیٹے موجود ہوں تو اُن کی ماؤں اور اپنی ازواج کی دیکھ بھال کے متعلق اُن کو وصیت کرتا ہے اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولاد نرینہ زندہ ہی نہ تھی اور تین صاحبزادیاں آپؐ کی حیات طیبہ ہی میں خدا کو پیاری ہو گئی تھیں اور چھوٹی صاحبزادی اہل بیت سیدنا علیؓ میں شمار ہو کر خود با اولاد ہو چکی تھیں ان اپنے اہل بیتؓ کو کس کے سپرد کرتے جنہوں نے فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی تھی اور اُن کے سروں سے اُن کے محبوب خاوند مجازی خدا اور بعد از خدا کفیل کا سایہ اُٹھ رہا تھا۔

اس کے برعکس سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے سر پر اُن کے رفیق حیات اور کفیل سیدنا علیؓ جیسے شجاع اور اسد اللہ کا سایہ موجود تھا۔ اور سیدنا حسن اور سیدنا حسینؓ جیسے نیک سیرت و بہادر بیٹے اُن کے دست راست تھے اور سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ جیسی

نیک سیرت صاحبزادیاں خدمت و تابعداری کے لئے موجود تھیں اور یہ سب بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ ان کو تو کسی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو اُن اُمہات المومنینؓ کی جن میں سے صرف چند ایک قریشیہ تھیں۔ بقیہ تمام ایسی تھیں جو بیچاری بے یار و مددگار تھیں۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا کا سہارا اور اُمت مسلمہ کا آسرا تھا جو درویشانہ زندگی بسر کرتی تھیں مگر بقول سبایہ خود سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سات مواضعات کی اکیلی مالک تھیں۔ جن کے متعلق روایت ہے۔

فلما قبض جاء العباس یخاصم	پھر جب رسولؐ کا انتقال ہوا تو عباسؓ
فاطمۃ فیہا فشھد علی علیہ	نے اُن کی بابت فاطمہؓ سے جھگڑا کیا۔ پس
السلام وغیرہ انہا وقف علیٰ	حضرت علیؓ وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ
فاطمۃ علیہا السلام وھی	وقف ہیں فاطمہ علیہا السلام پر اور وہ تھے
الدلال والعفاف والحسنیٰ والصافیۃ	دلال، عفاف، حسنیٰ، صافیہ، مالام
ومالام ابراھیم والمبیت	ابراہیم، مبیت اور برقہ
والبرقہ ؎	

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پہ ہے کہ ان سات مواضعات کے علاوہ سیدنا علیؓ خود پانچ مواضعات یعنی ینبع، وادی القریٰ، بیریمہ، بادینہ اور عفر مین کے مالک تھے اور کئی غلام اس کے علاوہ تھے ان بارہ مواضعات کے واحد مالک بعد از وفات سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

؎ فروع کافی جلد ثالث صفحہ ۲۷، سیرت حیدر کرار صفحہ ۲۱۲

سیدنا علیؓ ہوئے جنہیں انہوں نے اپنی اولاد کے لئے وقف کر دیا۔

اب اتنی بڑی جاگیر جن لوگوں کے ہاتھ میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پڑی تھی کہ ہر نعمت کے ہوتے ہوتے پھر انہیں دوسروں کا مرہونِ منت کرتے اور ان کو دوسروں کی کفالت میں دیتے۔

سقیفہ بنی ساعدہ اور اہل بیت تطہیرؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو ہدایت فرمائی تھی اس میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا تھا یعنی کتاب اللہ اور اہل بیتؓ۔ اور امت کو ان کی پیروی واتباع کا حکم فرمایا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد "اہل بیتؓ" سے "اہل بیت علیؓ" تھے تو صحابہؓ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانثار و متبع تھے اور قرآن کریم کے اسرار و رموز سے اچھی طرح واقف تھے انہوں نے کتاب اللہ کے دستور کے مطابق سقیفہ بنی ساعدہ میں اجماع اور شوریٰ سے سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلیفۃ الرسولؐ تو منتخب کر لیا مگر سیدنا علیؓ اور آل علیؓ کی طرف رجوع نہ کیا جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صحابہؓ صرف امہات المومنینؓ کو اہل بیتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے اور اہل بیتؓ رسولؐ میں سے کسی ایک نے بھی سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع وشوریٰ سے خلیفۃ الرسول کے انتخاب کی قطعاً مخالفت نہیں کی۔

قصاص سیّدنا عثمانؓ اور اہل بیت تطہیرؓ

سبائی مفسدین نے جب سیدنا عثمانؓ کو قتل کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو بیعت خلافت لینے پر مجبور کر دیا آپؓ نے مجبوری اُن کی بیعت لے لی حالانکہ آپ کے لخت جگر سیّدنا حسنؓ بیعت خلافت لینے سے منع کرتے رہے۔ اور آپؓ نے اپنی مجبوری کا اظہار بھی فرمایا چنانچہ صحابہؓ نے آپ کی بیعت صرف اس شرط پر کی کہ آپؓ سب سے پہلے مفسدین سے قصاص[1] سیدنا عثمانؓ لیں گے۔ لیکن جب تین چار ماہ تک آپؓ قصاص سیدنا عثمانؓ نہ لے سکے اور بار بار عذر فرماتے رہے۔

• بھائیو! میں اس معاملے کی نزاکت سے بے خبر نہیں ہوں لیکن قاتلین (عثمانؓ) کو سزا دینے کی طاقت کہاں سے لاؤں۔ یہ سب تمہارے درمیان موجود ہیں اور جو کچھ چاہتے ہیں تم سے کرا لیتے ہیں کیا ان سے انتقام لینے کی تم میں ہمت ہے[2]۔"

پھر فرمایا

• میرے پاس (اس کی) قوت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زور پر ہیں وہ اس وقت ہم پر مسلط ہیں ہم اُن پر

---

[1] مفصل حالات میری کتاب "قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیعت رضوان" میں ملاحظہ فرمائیں (مؤلف)

[2] نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰

مسلط نہیں ہے۔[1]

جب صحابہؓ نے سیدنا علیؓ کو بے بس پایا تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور وصیت یاد آئی جو انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی تھی کہ "میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب اللہ اور اپنے اہل بیتؓ" اس لئے صحابہؓ نے قصاص سیدنا عثمانؓ کی تکمیل کے لئے اہلِ بیت تطہیرؓ کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ جو اُن ایام میں حج بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انہوں نے مکہ معظمہ سے تکمیل بیعت رضوان کا اقدام فرمایا۔

صحابہؓ کا سیدنا علیؓ کو چھوڑ کر اُمہات المومنینؓ کی طرف قصاص سیدنا عثمانؓ کے لئے رجوع کرنا اس حقیقت کا شاہد ہے کہ تمام صحابہ سیدنا علیؓ اور آل علیؓ کو اہل بیتِ رسولؐ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اہل بیت تطہیرؓ صرف اُمہات المومنینؓ کو سمجھتے تھے۔

جمل اور اہل بیت تطہیرؓ

جنگ جمل ختم ہوئی تو سیدنا علیؓ نے نہایت احترام سے اہل بیت تطہیر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو اُن کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا جہاں آپ اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک مقیم رہیں۔

---

[1] نہج البلاغۃ مترجمہ مفتی جعفر حسین (امامیہ کتب خانہ) خطبہ ۱۴۶ صفحہ ۴۲۱

مگر سیدنا علیؓ کو سبائی مفسدین اپنے ساتھ کوفہ لے گئے اور اپنی مقصد براری کے لئے انہیں اور اُن کی آل اولاد کو ایسا بے گھر کیا کہ وہ بیت رسولؐ تو کجا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی داخل نہ ہو سکے، سیدنا علیؓ کے اس بصیرت افروز اقدام سے ہی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر وہ خود کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تو سیدنا عثمانؓ کی طرح شہید ہو جاتے مگر بیت رسول صلعم اور مدینۃ الرسولؐ کو کبھی خیرباد نہ کہتے ان کا یہ اقدام اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ بھی امہات المومنینؓ ہی کو اہل بیتؓ رسولؐ سمجھتے تھے اس لئے واقعہ جمل کے بعد انہیں بیت النبیؐ میں واپس بھیج دیا اور خود کوفہ تشریف لے لئے۔ مگر زندگی بھر واپس نہ آ سکے۔

وفات شیخینؓ و حسنؓ اور اہل بیت تطہیرؓ

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ خلیفۃ المسلمین تھے۔ انہیں ہر سیاہ و سفید کا مکمل اختیار تھا جب یہ وفات پانے لگے تو ہر ایک نے اہل بیتؓ رسولؐ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگی کہ انہیں بھی اپنے اُس بیت و حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے جس میں محبوبؐ خدا مدفون ہیں۔ اسی طرح سیدنا حسنؓ نے بھی اسی مقدس حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ میں دفن ہونے کے لئے اہل بیتؓ رسولؐ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگی تھی کہ انہیں بھی

اپنے اس مقدس ترین بیت میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں
کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وہی صحبتیں وہی قربتیں انہیں ہیں نصیب سوالِ کی
ابوبکرؓ ہیں جو قریب تر تو عمرؓ بھی آپؐ کے بر میں ہے
کہ تی اہلِ بیتؓ سے آپؐ کو جو نکال دے یہ مجال کیا
کہ عمرؓ کی تربتِ پاک بھی تو رسولِ پاکؐ کے گھر میں ہے

ان بزرگانِ دین کا سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت طلب کرنا
اس حقیقت کا شاہد ہے کہ اُمہات المومنینؓ ہی اہلِ بیتؓ رسولؐ
تھیں۔ اہلِ بیتؓ رسولؐ سے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے
قبل اجازت مانگنا اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرا دیا تھا۔ فرمایا۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ (الاحزاب ۵۳) "مومنو نبیؐ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو۔"

اور اگر سیدنا حسنؓ اہلِ بیتؓ رسولؐ تھے تو انہوں نے سیدہ
عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے
کی اجازت کیوں مانگی تھی ورنہ اپنے گھر میں بھی کوئی آنے کی اجازت
مانگتا ہے؟ پس ظاہر ہوا کہ اہلِ بیتِ تطہیر صرف اُمہات المومنینؓ تھیں
اور تمام صحابہؓ کے علاوہ سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ بھی
اُمہات المومنینؓ ہی کو اہلِ بیتؓ رسولؐ مانتے تھے اور ان کی عزت و توقیر
کرتے تھے، پس ثابت ہوا کہ اہلِ بیت تطہیر صرف امہات المومنینؓ تھیں

سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ بھی نیک و پاک تھے مگر آیتِ تطہیر کے مخاطب نہ تھے

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لاثانی ہیں، اسی طرح آپؐ کے اہل بیتؓ، صحابہؓ، داماد بنسم سالےؓ، نواسےؓ اور نواسیاںؓ سب بے مثل ہیں، لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر کس و ناکس کے انعامات و فضائل حدود اللہ کی تمیز کئے بغیر کسی ایک کو نواز دیئے جائیں، یہ تو ان بزرگان دین سے بہت ناانصافی ہوگی جن کو رب العزتؐ درجات مرحمت فرماتے۔ مگر سینکڑوں سال بعد مسلمان خود ہی اُن فضائل کو چھین چھان کر اس کا اہل کسی اور کو قرار دیں۔ اور اس ناانصافی کرنے میں حدود اللہ کو پامال کیا جائے۔

سیدنا علیؓ تو بدری صحابیؓ ہیں اور خود صحابہؓ میں سے بدری صحابہؓ افضل ترین ہیں۔ ان کی طہارت کے متعلق رب العزت ارشاد فرماتا ہے ۔

لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ (الانفال : ۱۱)	"تاکہ اس سے تم کو پاک کرے اور شیطانی نجاست تم سے دفع کرے اور تمہارے دلوں کو قوت دے اور قدموں کو اس کے ساتھ مضبوط کرے"

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بیٹی اور نواسے تو ضرور ہیں، مگر فضیلت اس امر میں نہیں کہ یہ بیٹی اور نواسے

ہیں۔ بیٹی اور لونا سے بے دین بھی ہو سکتے ہیں جیسے حضرت نوحؑ کا بیٹا وغیرہ۔ فضیلت تو اس امر میں ہے کہ آپؐ پر ایمان لاتے اور وہ آپؐ کی صحابیہؓ اور صحابیؓ ہیں اور خدائے واحد کے پرستار ہیں اور ان کی فضیلت میں رب کائنات فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج (فتح: ۲۹)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ سے فضل اور رضامندی طلب کرتے ہیں اور سجدے کے اثر سے اُن کی پہچان اُن کے چہروں سے ہوتی ہے یہ صفت اُن کی توریت میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت ایسی ہے۔

اور اہل بیت مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تطہیر کے متعلق فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ ۝

"اللہ معصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی گھر والیوؓ! وساوس کو دور کرے اور تمہیں بالکل پاک وصاف کر دے۔"

(الاحزاب: ۳۳)

رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر پہلو سے بے مثل

بنایا ہے۔ اس واسطے ہر ایک طبقے کو علیحدہ علیحدہ فضائل و درجات سے نوازا ہے اور ہر ایک طبقے کی طہارت حدود قائم کئے ہیں مگر سبائی حضرات ہیں کہ جس کو چاہیں گرائیں جس کو چاہیں بڑھائیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رب کائنات کا مقام انہیں حاصل ہے یہ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کریں انہیں کھلی چھٹی ہے۔ جزا و سزا کے یہی مالک ہیں۔ کسی کی ٹوپی کسی کے سر کے مصداق ہیں نہ حدود اللہ کی پرواہ نہ عمل کی۔ مگر ان سے بھی اس امر کی باز پرس ہوگی جب رب کائنات کے حضور یہ پیش ہوں گے، وہاں تو فیصلہ جات حدود اللہ کے ماتحت ہوں گے اور کسی کی سفارش کچھ کام نہ دے گی۔

مسلمان اور آیت تطہیر

تمام مسلمانوں کو بھی خداوند تعالیٰ پاک وصاف رکھنا چاہتا ہے بلکہ ہر مسلمان وضو کر کے دن میں پانچ دفعہ پاک و مطہر ہوتا ہے چنانچہ ان کی طہارت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کو اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھو لیا کرو[1]) اور اگر تم حالت جنابت میں ہو۔

---

[1] یہاں واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وضو کرتے وقت سب سے پہلے ہاتھوں کے ذریعہ منہ کو دھونا چاہیے مگر سبائیوں نے جو طریقہ ایجاد کیا اس میں پہلے پاؤں کو دھونا فرض قرار دیا (مؤلف)

تو نہایا کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پہ ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے ہو کر آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پہ مسح کر لیا کرو۔ پھر فرماتا ہے۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○	اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی قسم کی تنگی ہو لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پہ پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔

(المائدہ ۶:۵)

مباہلہ اور اہل بیت رسولؐ

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی جانب سات منزل پہ ایک وسیع ضلع کا نام ہے جہاں عیسائی عرب آباد تھے، عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جس کو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں عیسائیوں کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا اعشٰی اسی کی شان میں کہتا ہے۔

وکعبۃ نجران حتم علیک	حتی تناخی بابوابھا
نزور یزید او عبد المسیح	وقیسا ھم خیر اربابھا

یہ کعبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ جو شخص

اس کے حدود میں آجاتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا۔ اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو جو صلح حدیبیہ ۶ھ سے پہلے اسلام لا چکے تھے انہیں دعوتِ اسلام کے لئے نجران روانہ فرمایا۔ عیسائی علماء نے قرآنِ حکیم پر کچھ اعتراضات کئے جن کا جواب وہ نہ دے سکے اور واپس چلے آئے[2]

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے جس میں تحریر تھا کہ اگر اسلام قبول نہ ہو تو جزیہ دو۔ ۹ھ میں اہل نجران کے مذہبی پیشواؤں کی ایک جماعت جو تقریباً ساٹھ ائمہ عیسائیت پر مشتمل تھی۔ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے اُنہیں مسجد میں اُتارا۔

ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے اور آپؐ نے اُن کو جوابات دیئے۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے ہو اور عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہو کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو؟

---

[1] سیرت النبی صفحہ ۲۷/۱۲۸
[2] ترمذی تفسیر سورہ مریم

مگر اس پر بھی وہ اپنے آپ کو راہِ راست پر سمجھتے رہے اور اسلام کا انکار کرتے رہے تو رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ مباہلہ کی ہدایت فرمائی کہ ہم سب اپنے اپنے اہل و عیال سمیت اکٹھے ہو کر خدا کے حضور دعا کریں کہ جو جھوٹے ہوں اُن پر خدا کی لعنت، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَٰذِبِينَ ۞

(آل عمران: ۶۰)

"تو جو شخص تجھ سے علم آئے پیچھے جھگڑا کرتا ہے اس سے کہدے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو، اور ہم ...... سب نفوس (رسول و صحابہؓ) اور تم سب نفوس (جو ساٹھ ائمہ عیسائیت آئے ہو) اکٹھے مل کر دعا کریں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔"

چونکہ ان ساٹھ ائمہ عیسائیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا تھا اور صحابہؓ تو ہر وقت وہاں موجود رہتے تھے اور خصوصاً جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو تبلیغ دین یا اُن سے مناظرہ فرماتے تھے۔ اس لئے جب آپؐ نے اُن ساٹھ عیسائیوں کو دعوتِ مباہلہ دی تو تمام جانثاران اسلام بھی آپؐ کے ساتھ شامل تھے۔ بھلا وہ پروانے جو سفر و حضر اور عسر و یسر میں ساتھ رہے ہوں

اور جو آپؐ کے پسینہ کی جگہ خون بہانا اپنی سعادت سمجھتے ہوں وہ بھلا مباہلہ کے وقت کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے اور آپؐ ان کو کیسے بھول سکتے تھے اور پھر اگر صرف آپؐ خود اور اپنے خویش واقربا ہی کو پیش کرتے تو اس کا اثر اُن عیسائی سادات پر کیا ہوتا اس لئے جہاں اُن کے اور اپنے بیوی بچوں کو شمولیت کی دعوت دی۔ وہاں "انفسنا وانفسکم" فرما کر اُن سب صحابہؓ اور ان کی آل و اولاد اور ساتھ عیسائی سادات کو بھی دعوت دی کہ ہم سب جو یہاں موجود ہیں بہ نفسِ نفیس شامل ہو کر جھوٹے پر خدا کی لعنت کریں۔

روایت ہے۔

اخرج ابن عساکر عن جعفر ابن محمد عن ابیہ فی ھذہ الآیات تعالوا ندع ابناءنا الآیۃ قال فجاء بابی بکر و ولدہ وبعمر و ولدہ وبعثمان و ولدہ وبعلی و ولدہ[1]

"ابن عساکر نے حضرت جعفر صادقؓ سے انہوں نے اپنے والد (حضرت باقرؒ) سے اس آیت یعنی تعالوا ندع ابناءنا کے متعلق روایت کیا ہے کہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بھی مع اولاد کے بلا لیا اور حضرت عمرؓ کو بھی مع اولاد کے اور حضرت عثمانؓ کو بھی مع اولاد کے اور حضرت علیؓ کو بھی مع اولاد کے بلایا۔"

تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری جو عربی لغت کے امام ہیں تشریح

---

[1] در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۸، روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶

فرماتے ہیں۔

فدع ابناءنا وابناءکم ای یدع کل منی ومنکم ابناءہ ونساءہ ونفسہ الی المباھلۃ

"فدع ابناءنا وابناکم کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص ہم میں سے اور تم میں سے اپنے بیٹوں اور عورتوں کے ساتھ اور خود بھی بہ نفس نفیس مباہلہ میں شرکت کریں"

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

ای یدع کل منا ومنکم نفسہ واعزۃ اھلہ

"یعنی آئے ہر شخص ہم میں سے اور تم میں سے خود بہ نفس نفیس اور اپنے خاندان اور عزیزوں کے ساتھ"

لیکن نجران کے یہ عیسائی ڈر گئے اور انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینا منظور کر لیا چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

عن حذیفۃ قال جاء العاقب والسید صاحب نجران الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریدان ان یلاعناہ قال فقال احدھما لصاحبہ لاتفعل فواللہ لئن کان نبیا فلاعننا لا نفلح نحن ولا عقبنا من بعدنا قالا انا

"حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ عاقب (عبد المسیح) اور سید (ایہم) نصاریٰ کے دو رئیس نجران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے دونوں کے ساتھ ابو الحارث بن علقمہ پادری اعظم بھی تھا حضور یہ چاہتے تھے کہ وہ آپ سے مباہلہ کریں۔ اُن میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کے لیے (مباہلہ) کرو کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ہماری اور ہما

لنعطينك ما سألتنا وابعث معنا رجلاً اميناً ولا تبعث معنا الا اميناً فقال لابعثن معكم رجلاً اميناً حق امين فاستشرف له اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال قم يا ابا عبيدة بن الجراح فلما قام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا امين هذه الامة [1]

اولاد کی تباہی ہو جائیگی آخر وہ کہنے لگے کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے آپ جو مانگیں وہ حاضر ہے (جزیہ دینے پر راضی ہو گئے) انہوں نے یہ درخواست کی کہ ایک دیانتدار شخص ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ امانتدار شخص جو پورا ایماندار ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں میں تمہارے ساتھ ایک ایسا امانتدار شخص کو بھیجتا ہوں ایسا امانتدار جیسا کہ امانتدار ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ انتظار کرنے لگے (دیکھیں حضورؐ کس کو بھیجتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا ابو عبیدہ بن جراحؓ اٹھیں (اٹھ کر سامنے آجائیں) جب وہ کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے یہ امانتدار (معتبر دیانتدار شخص) ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں بلکہ نصاریٰ ڈر گئے اور جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے مگر بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو لے کر مباہلہ کے لئے نکلے جو قرین قیاس نہیں اور نہ ہی ارشادات ربانی کے مطابق ہے۔

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب قصہ اہل نجران

روایت ہے۔

لما نزلت هذه الآية ندع ابناءنا وابناءكم دعا رسول الله عليا وفاطمة وحسنا وحسينا فقال اللهم هؤلاء اهلي[1]

"یعنی جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناءنا وابناءکم تو پیغمبرؐ نے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا اور کہا کہ خداوندا میرے اہل بیت یہی ہیں۔"

اور دوسری روایت میں ہے کہ۔

"ابناءنا اراد الحسن والحسين ونساءنا فاطمة وانفسنا عنى نفسه وعليا رضي الله عنهم والعرب تسمي ابن عم الرجل نفسه كما قال الله ولا تلمزوا انفسكم يريد اخوانكم[2]

"یعنی آیت مباہلہ میں ابناءنا سے مراد حسنؓ اور حسینؓ ہیں اور نساءنا سے مراد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور انفسنا سے پیغمبرؐ اور علیؓ دونوں مراد لئے گئے ہیں کیونکہ عرب کسی شخص کے چچازاد بھائی[3] کو اس کے نفس کے نام سے پکارتے ہیں۔"

---

[1] صواعق محرقہ از امام ابن حجر مکیؒ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۷

[2] تفسیر معالم التنزیل از امام بغوی صفحہ ۱۶۳

[3] مباہلہ کے وقت آپؐ کے چچا سیدنا عباسؓ موجود تھے اور ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہؓ زندہ تھے۔ علاوہ ازیں خود سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا عقیلؓ موجود تھے اگر عرب چچازاد بھائی کو بھی "نفس" کے نام سے پکارتے تھے تو ان چچا اور چچازاد بھائیوں کو نفس سے کیوں خارج کر دیا گیا ہے۔ (مؤلف)

اِن روایات میں بھی کوشش کی گئی ہے کہ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ
اور ان کے دو صاحبزادوں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو اہل بیت رسولؐ
میں داخل کیا جائے۔ حالانکہ آیت مباہلہ میں" ابناءنا وابناءکم"
کے واضح الفاظ ہیں۔ یعنی" ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو لاؤ گے۔
حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تو نواسے ہیں بیٹے نہیں۔ آپؐ کی نواسی
سیدہ امامہؓ بنت ابوالعاصؓ اور سیدنا علیؓ بن ابوالعاصؓ بھی آپؐ کے
گھر میں پروان چڑھ رہے تھے اور ان دونوں کی عقود خود کفالت فرما رہے
تھے یہ بچے بھی ۱۰ھ بوقت مباہلہ آپؐ کے گھر میں موجود تھے اور ان
دونوں کے والد اور حضورؐ کے محبوب داماد سیدنا ابوالعاصؓ جنہوں نے ۱۲ھ
میں وفات پائی وہ بھی موجود تھے اور اگر نواسوں اور داماد ہی کو ساتھ لینا
تھا تو ان تمام کو آپؐ نے کیوں نہ ساتھ لیا۔ بلکہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ
آپؐ کے متبنیٰ سیدنا زیدؓ کو" زید ابن محمدؐ" کے نام سے پکارتے تھے اور آج
تک کسی نے سیدنا حسنؓ یا سیدنا حسینؓ کو سیدنا حسنؓ ابن محمدؐ یا سیدنا حسینؓ ابن محمدؐ
کے نام سے موسوم نہیں کیا بلکہ ہم سب ان حضرات کو حسن ابن علیؓ اور حسینؓ
ابن علیؓ ہی کہتے ہیں اور صحابہؓ بھی اسی نام سے ان کو پکارتے تھے۔
روایت ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ ان زید   "حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

۹۔ رحمت للعالمین جلد ۲ صفحہ ۱۲۳

بن حارثۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کنّا ندعوہ الا زید بن محمدؐ حتّٰی نزل القرآن ادعوھم لاٰباءِھم ھو اقسط عند اللہ ۔

ہم زید بن حارثہؓ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے زید بن محمدؐ کے نام سے پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں یہ حکم نازل ہوا کہ انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کریں اور اللہ کے نزدیک یہ زیادہ انصاف کی بات ہے ۔"

اور سب سے ضروری تھا کہ حضورؐ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ لے جاتے ۔ کیونکہ واقعہ مباہلہ جو کہ سنہ ۹ھ میں ہوا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؑ زندہ تھے اس لئے بیٹے کے ہوتے ہوئے نواسوں کو لے جانے کی کیا ضرورت تھی ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے ارشاد کے خلاف کبھی عمل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہاں حکم ہے تم اپنے بیٹوں کو لے آؤ اور ہم اپنے بیٹوں کو ساتھ لے

۱؎ صحیح بخاری پارہ ۱۹ کتاب التفسیر تفسیر سورہ احزاب

۲؎ مواہب لدنیہ میں تاریخ وفات سنہ ۱۰ھ ہے واقدی نے اور علامہ کی روایت ابن سعد ولادت ابراہیم سنہ ۸ھ اور وفات ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ تحریر کی ہے اس بیان کا بھی یہ ہے کہ لوم وفات کو سوچ گر اس تھا اور واقعہ مباہلہ سنہ ۹ھ میں ہوا اور قرآن میں لفظ "ابناءنا" ہے جس کے معنی بیٹے ہیں نہ کہ نواسے ۔ اس لئے واقعہ مباہلہ کے وقت جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؑ موجود تھے تو نواسوں کو لیجانے

باقی ص ۲۸۱ پر

لازماً آپ قرآن حکیم کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم گود میں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اور پھر اگر آپ بیٹے کو چھوڑ کر نواسوں کو لے جاتے تو عیسائی آپ پر آوازے کستے اور خدا جانے کیا کچھ کہتے کیونکہ "ابنا رنا" میں تخصیص کے جانے کا حکم ہے نہ کہ نواسوں کو اور پیغمبر سلامت صلی اللہ علیہ وسلم احکام خداوندی کی تعمیل میں ہم سب سے افضل تھے۔

قرآن کریم نے لفظ "نساء" جہاں بھی استعمال کیا ہے اس کا مطلب بیٹی نہیں بلکہ عام عورتیں اور خصوصاً بیوی ہے اور بیٹی کے لئے ہمیشہ "بنات" کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ (الاحزاب، ۵۹)

"اے نبی اپنی ازواج کو، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو اپنی چادروں کو اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔"

ل میاں رب کائنات نے بھی اس حقیقت کی وضاحت فرمادی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ فاطمۃ الزہرا کے علاوہ اور بھی صاحبزادیاں تھیں۔ (مؤلف)

لاتیے حاشیے صفحہ ۲۷۶ ۔ کی کیا ضرورت تھی اور اگر بیٹے کو لے ہوتے ہوئے آپ نواسوں کو لے جاتے تو عیسائی معترض کرنے کہ بیٹے کی جان کے خوف سے آپ گھر چھوڑ آئے اور نواسوں کو حکم قرآن کے خلاف سے لے آئے (مؤلف)

یہاں یہ کہنا کہ "نسائنا" سے مراد صرف سیدہ فاطمۃ الزہرا ہیں مناسب
بلکہ قرآن حکیم کو معیوب ثابت کرنا ہے کیونکہ وہ تو بیٹی ہیں اور یہاں "نسا[illegible]
سے مراد بیٹی نہیں بلکہ بیوی ہے اور پھر یہ جمع کا صیغہ ہے اور سیدہ
تو ایک عورت ہی ہیں اگر ان کے ساتھ ان کی تین صاحبزادیوں سیدہ زینب
سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کو بھی واقعہ مباہلہ اور چادر تطہیر میں شامل
جاتا تو کوئی بات بھی تھی کہ ان تمام عورتوں کے لئے "نسائنا" استعمال [illegible]
مگر کسی ایک حدیث میں بھی ان تین صاحبزادیوں کا نام نہیں حالانکہ ا[illegible]
سے سیدہ زینبؓ تو سیدنا حسینؓ کے ساتھ واقعہ کربلا میں شریک تھی
اور انہیں "شریکۃ الحسینؓ" کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے مگر سمجھ میں
آتی کہ حدیث وضع کرنے والوں نے کس بنا پر اس نیک سیرت اور عظیم
کو ان ہر دو عظیم واقعات سے کیوں نکال دیا ہے حالانکہ اگر سیدہ زینبؓ کو [illegible]
سے الگ کر دیا جائے تو تمام واقعہ کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے۔

اسی طرح سیدنا حسینؓ کی دوسری ہمشیرہ سیدہ ام کلثومؓ اسلام کی
عظیم شخصیت کی رفیقہ حیات ہیں جن کا نام نامی سیدنا عمر فاروقؓ ہے
اور یہ وہ عظیم شخصیت ہے کہ امت مسلمہ تو کیا دنیا کی ہر قوم اور امت
کے کارہائے نمایاں سے متاثر ہے اور پھر آپؓ نہ صرف عشرہ مبشرہ
میں شامل ہیں بلکہ اسلام کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔

اور "انفسنا" سے یہ مراد لینا کہ اس میں صرف جناب رسالتمآبؐ اور
سیدنا علیؓ شامل ہیں موضوع ہے بلکہ یہاں تمام مسلمان جو مباہلہ کے وقت

مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن ساٹھ نجرانی عیسائیوں کے سرکردہ پادریوں کا مناظرہ سن رہے تھے سب داخل ہیں - یہ صحابیؓ جانثاران پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو آپؐ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو ہر وقت تیار تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نہ تھے جنہوں نے آپ کو سولی کی نذر کر دیا اور خاموش کھڑے تماشہ دیکھتے رہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی نہ تھے جنہوں نے من وسلویٰ تو طلب کر لیا مگر جب جنگ کے لئے کہا گیا تو کہا "موسیٰؑ اور اس کا خدا لڑیں " بلکہ یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ تھے جن کی تعریف توریت و انجیل میں ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ	"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت اور آپس میں نرم دل ہیں"

(فتح : ۲۹)

اس لئے اس واقعہ مباہلہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیتؓ رسول کے علاوہ سیدنا علیؓ اور اہل بیت علیؓ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور اہل بیتؓ صدیقؓ، سیدنا عمرؓ اور اہل بیت عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور اہل بیت عثمانؓ کے علاوہ تمام صحابہؓ اور اُن کے اہل بیتؓ شامل تھے

ارادہ ودعائے انبیاءؑ اور مشیت ایزدی

ہر نبیؑ نے اپنے اپنے دور میں بعض رشتہ داروں

کے لئے دعائیں کی ہیں اور ان دعاؤں یا سفارشوں پر رب العزت نے انہیں اپنے ارادہ اور مشیت سے متنبہ فرمایا ہے۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں بالوضاحت ہے۔ جس میں ہمارے اعتقادات کو کچھ دخل نہیں۔ مردود اللہ ہیں اور اُن کا پابند ہر نبیؑ اور ہر اُمت کو کیا گیا ہے۔

دعا ۱۔ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ (ھود: ۴۵)

"اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے رب میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے (اور میرے اہل کے بچانے کا وعدہ تھا) اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے"[1]

مشیت ایزدی ۔ "محبوب کائنات نے فرمایا کہ وہ تیرے اہل بیت میں شامل نہیں"

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ھود: ۴۶)

"فرمایا اے نوحؑ وہ تیرے اہل میں نہیں ہے اس کے کام بد ہیں سو جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی بابت ہم سے نہ پوچھ۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو۔"

[1] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اہل بیت قرار دیا محبوب کائنات نے فرمایا وہ اہل بیت کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس نے مردود اللہ کی پیروی نہیں کی (مؤلف)

اور اس مشیت ربانی پر حضرت نوحؑ کو معافی مانگنا پڑی۔ عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ○ (ھود : ۴۷)

عرض کی اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہ کریگا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔[له]

۲۔ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ط (الممتحنہ : ۴)

۲۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو خدا کی مشیت کا علم ہوا تو اپنے ارادہ و دعا کو ترک کر دیا۔ عرض کیا

له وہ احادیث جن میں حضورؐ سے چادر کا پردہ ڈال کر دعا کرائی گئی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ اُن کے اہل بیتؓ ہیں، اس میں حضورؐ کو حدود اللہ اور احکام ربانی سے لاعلم ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ حالانکہ حدودِ تطہیر تو صرف ازواج النبیؐ جو آپؐ کے اہل بیتؓ تھے اُن کے لئے نازل ہوئی تھیں اور وہی تا زندگی اُن پر عامل رہیں (مؤلف)

"ہاں ابراہیمؑ کا قول اپنے باپ کیلئے (نہ تھا) کہ میں تیرے لئے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ سے تیرے لئے کسی شے پر اختیار نہیں رکھتا ہے۔"

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ط (التوبۃ: ۱۱۴)

"اور ابراہیمؑ نے جو اپنے باپ کے لئے مغفرت طلب کی تھی وہ ایک وعدہ کے سبب سے تھی جو وہ اپنے باپ سے کر چکے پھر جب اُنہیں معلوم ہوا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔"

۳۔ غزوۂ احد میں جب نبی اکرم صلعم کے سر میں زخم آیا تو آپؐ نے کفار کے حق میں بددعا کرنے کے ارادے سے فرمایا:۔

كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ[1]

"وہ قوم کس طرح کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبیؐ کو زخمی کیا۔"

۳۔ مگر رب العزت نے آپؐ کو ہدایت فرمائی کہ آپؐ کو ایسا ارادہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا:۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ (آل عمران: ۱۲۸)

"اس کام میں تیرا کچھ دخل نہیں خواہ وہ اُن پر رحمت کرے یا اُن کو عذاب دے۔"

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۱۶ باب لیس لک من الامر شیء۔

٤۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کے والد جناب ابو طالب کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اپنے آبائی مذہب کو ہی مقدم سمجھا۔ چونکہ انہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا مغفرت کی۔ روایت ہے
المسیب بن حزن اما واللہ لاستغفرن لک مالم انہ عنک فانزل اللہ ما کان للنبی والذین امنو الی قولہ اصحاب الجحیم قالہ لابی طالب عند وفاتہ [2]
(مسیب بن حزن سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ (اے چچا ابوطالب) خبردار ہو خدا کی قسم میں تیرے واسطے (دعا) مانگتا رہوں گا جب تک بتری بخشش مانگنے سے روک نہ

٥۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے لئے دعا مانگی تو رب کائنات نے ہدایت فرمائی
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ [1] فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۝ (التوبۃ: ۱۱۳تا۱۱۴)
نبی کے لئے شایاں نہیں اور نہ اُن کیلئے جو ایمان لائے کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قریبی ہوں اس کے بعد کہ ان پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے

---

[1] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آزر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جس کیلئے انہوں نے دعائے مغفرت کی تھی (مؤلف)

[2] صحیح بخاری پارہ ۱۵ باب قصۃ ابوطالب۔ مشارق الانوار ص

ہو گی۔ پھر خدا نے یہ آیت اتاری کہ پیغمبر اور
ایمانداروں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے واسطے
دعا کریں مغفرت کی اگرچہ اُن کے قرابتی ہوں
حالانکہ اُن پر ظاہر ہو چکا ہے کہ مشرک
دوزخی لوگ ہیں۔ یہ حضرتؐ نے ابی طالب[1]
کے مرنے کے وقت فرمایا۔

اس کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیا۔

بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔
"اھون الناس عذابا ابوطالب
ھو منتعل بنعلین یغلی منھما
دماغہ یعنی سب آدمیوں سے ہلکا عذاب
والا ابوطالب ہے اس کے پاؤں میں آگ
کی دو جوتیاں ہیں جن سے اس کا دماغ ابلتا

؎ امام الاولیاء ہند و پاکستان حضرت علی ہجویری المشہور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ جو
حسنی حسینی سید ہیں اور خاندان ابو طالب سے ہیں اپنے جد بزرگوار کے متعلق اپنی
بے نظیر کتاب کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولکن اللہ
حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم "لیکن اللہ نے تمہارے لئے
ایمان کو محبوب فرمایا اور اس کو تمہارے دلوں کی زینت بنایا ہے" (الحجرات: ۷)
اس آیت میں تحبیب اور تزیین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا ہے
میں (علی ہجویری) کہتا ہوں کہ عہد نبویؐ میں ابو طالبؑ سے بڑھ کر کوئی عقل و
استدلال اور بحث و گفتگو میں سرگرم عمل نہیں تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر
کوئی صاحب ایمان و یقین اور صاحب حکمت و دانا نہیں تھا چونکہ ابوطالب پر بدبختی
اور شقاوت کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی ہدایت اور نصیحت سے ان
کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔" (کشف المحجوب باب الکشف الحجاب خداوند کریم کی معرفت میں)
؎ بہ مشارق الانوار صفحہ ۹۱

۵۔ جیسے اہل بیتِ رسولؐ یعنی ازواج النبیؐ کے متعلق آیتِ تطہیر نازل ہوئی تو بقول سبائیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تقاضائے محبت اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے علاوہ اپنے داماد سیدنا علیؓ اور اپنے دونوں نواسے حضرات حسنینؓ کے متعلق دعا فرمائی کہ

اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا [1]

"اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور خاص ان سے رجس کو دور کر اور ان کو پاک فرما۔"

۵۔ لیکن آپؐ کی اس دعا کے متعلق ربِ عزت نے ہدایت فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ○

(الاحزاب : ۴۰)

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

---

[1] ترمذی ایسی وضعی احادیث میں جن حدود اللہ جو تطہیر کے متعلق نازل فرمائی گئی تھیں اُن کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور خواہ بیٹی، داماد اور نواسے کو اہل بیت تطہیر بنایا گیا ہے (مؤلف)

[2] : یہاں رب علیم و خبیر نے اس حقیقت کی وضاحت فرمادی کہ اے پیغمبرؐ میں بہتر جانتا ہوں کہ آپؐ کے اہل بیت کون ہیں۔ سیدہ فاطمہؓ نا کہ آپؐ کے جگر کا ٹکڑا ہیں مگر وہ اب آپؐ کے اہل بیتؐ میں داخل نہیں۔ حسب بن بیاہی تھیں۔ آپؐ کے اہل بیت میں داخل

باقی صفحہ ۲۸۶ پر

۱۔ حضورؐ کی اولاد نرینہ تو فوت ہو چکی تھی اس لئے حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ آپؓ زیدؓ بن محمدؐ" کہتے تھے۔ آپؐ کو سیدنا زیدؓ سے اس قدر اُنس تھا کہ اُن کی شادی خود اپنے خاندان کی ایک معزز خاتون سیدہ زینبؓ سے کرائی۔

۲۔ حضورؐ نے اپنے خاندان میں اُن کی شادی کر کے اپنے ارادہ کو ظاہر فرما دیا کہ آپؐ اُن کو بھی اہل بیتؓ میں شمار فرماتے تھے اور پھر صحابہؓ بھی تو حضرت زیدؓ کو "زیدؓ بن محمدؐ" کے نام سے پکارتے تھے ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد لوگ حضرت زیدؓ کو بھی مقام نبوت دے دیتے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ :۔ ضمیر ہو مگر جب سیدنا علیؓ کی رفیقہ حیات بن کر اُن کی ہمہ وقت تطہیر میں داخل ہو گئیں اور اُن کی اولاد کی والدہ بن گئیں تو اب وہ اہل بیت سیدنا علیؓ میں داخل ہیں۔ باقی رہے آپؐ کے نواسے حضرات حسنینؓ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آپؐ کے نواسے ہیں مگر بیٹے نہیں۔ کیونکہ آپؐ کی اولاد نرینہ کو تو میں نے زندہ محض اس لئے نہ رکھا کہ کہیں کل کو انہیں بھی نبی کا مقام نہ دے دیا جائے کیونکہ آپؐ خاتم النبیینؐ ہیں اور آپؐ کی اہل بیتؓ تو صرف آپؐ کی وہ ازواج مطہراتؓ ہیں جن کی عصمت و پاکیزگی اور رفعت و فضیلت کے لئے میں نے آپؐ سے آیت تطہیر کے نزول کے بعد حق طلاق و نکاح سلب کر لئے ہیں اور خود اُن ازواج مطہراتؓ کو اُمت مسلمہ کی مائیں قرار دے کر خود ۔ ۔ ۔ ۔ اُن سے حق نکاح سلب کر لیا ہے تاکہ آپؐ اور آپؐ کے اہل بیتؓ کی تطہیر تا قیامت قائم و دائم رہے (مؤلف)

روایت ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ ان زید
بن حارثۃ مولی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ما کنا ندعوہ
الا زید بن محمد حتی نزل
القرآن ادعوھم لآبائھم ھو
اقسط عند اللہ لہ

"حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے
کہ ہم زید بن حارثہؓ کو جو آپؐ کے متبنیٰ
تھے، زید بن محمدؐ کے نام سے پکارتے تھے۔
یہاں تک کہ قرآن حکیم میں یہ حکم نازل
ہوا۔ ادعوھم لآبائھم ھو
اقسط عند اللہ " اور بخاری میں
حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے
کہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ:۔
ان من اعظم الفری ان یدعی
الرجل الی غیر ابیہ او یری

"لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ
کی ہدایت کے لیے اللہ نے فرمایا

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ
فِي جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ
الّٰٓئِي تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ ۚ
وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ۚ
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللّٰهُ
يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي
السَّبِيلَ ۝ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ
هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ لَّمْ
تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي
الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ

(الاحزاب ۴ : ۵)

"اللہ نے کسی شخص کے لیے اس کے اندر
دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری بیویوں
کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری
مائیں بنایا ہے اور نہ تمہارے لے پالکوں

لہ بخاری پارہ 19 تفسیر سورۃ احزاب

عَلَیْہِ مَالَمْ تَرَیَا اَوْ یَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا لَمْ یَقُلْ۔[1]

"البتہ سب بہتانوں میں سے بڑا بہتان یہ ہے کہ مرد اپنے باپ کو چھوڑ کر اور سے رشتہ لگائے اور اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو آنکھوں نے نہیں دیکھا یعنی جھوٹا خواب بنا کر کہے یا خدا کے پیغمبر پہ کہے وہ بات جو پیغمبر نے نہیں کہی یعنی حضرت سے جھوٹی حدیث بنا کر کہے۔"

کو تمہارے بیٹے بنا لیا ہے یہ تمہاری اپنے منہ کی بات ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے رستہ پر چلاتا ہے انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں"

---

[1] مشارق الانوار صفحہ ۵۳۴

[2] رب علیم و خبیر نے امت مسلمہ کو صراط المستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے واضح طور پر فرما دیا کہ ہر اولاد کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کریں سیدنا زید بن حارثہ کو ان کے باپ کی طرف منسوب کریں وہ زید بن حارثہ رض کہلانے کے مستحق تو ہیں مگر زید بن محمد کہلانے کے مستحق نہیں اور اسی طرح سیدنا حسن ابن علی اور سیدنا حسین ابن علی تو کہلائے جائیں لیکن یہ حضرات ابن محمد نہ کبھی کہلائے اور نہ کہلائے جانے کے مجاز ہیں۔
یہاں اس حقیقت کی وضاحت بھی فرما دی کہ جس طرح اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل پیدا نہیں کئے اسی طرح ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہو سکتے، بچہ تو

۷۔ ابتداء میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا علیؓ اسد اللہ کے علاوہ محدودے چند اہلِ اسلام کے باقی مسلمان اکثر غرباء و مساکین تھے جن میں سیدنا بلالؓ جیسی مقتدر ہستیاں بھی شامل تھیں۔

مشرکین قریش جن کو اپنے حسب نسب پر بڑا ناز تھا وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں تو کوئی مسلمان غلام اُن کے دوش بدوش بیٹھے ہو سکتا تھا کہ حضورؐ تبلیغِ دین کے لئے اُن کی دلجوئی فرماتے مگر اسلام کا تو مقصد ہی حسب نسب کے

۷۔ ہو سکتا تھا کہ آپ مشرکین قریش کی دلجوئی کے لئے ایسا ارادہ کرتے مگر رب کائنات نے پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (الانعام: ۵۲)

اور ان کو نہ نکال جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، تجھ پر اُن کے اعمال و حساب میں سے کچھ (ذمہ داری) نہیں اور نہ اُن پر

بقیہ صفحہ ۲۸۸: ۔ اسی باپ کی طرح منسوب کیا جائے گا جس کی پشت سے وہ پیدا ہوگا اور بیوی اسی کی اہل بیت کہلائے گی جس کی چادر تطہیر میں وہ نکاح کے بعد داخل ہوئی تھی اور جس کی اولاد کی وہ ماں ہیں۔

قرآن حکیم کے ان حکیمانہ ارشادات کے بعد اگر عقلِ انسانی پر بغض و حسد کے پردے پڑے رہیں تو اُن کو ہٹانا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ (مؤلف)

بتوں کو ریزہ ریزہ کرکے مساوات قائم کرنا تھا۔

۸۔ جب فتوحات سے غنائم کثیرہ کی آمد شروع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ بیتِ رسول نے بھی مال و متاع کا مطالبہ کیا۔ ہو سکتا تھا کہ آپ بحیثیت خاوند و کفیل ان کا مطالبہ مان لیتے۔ مگر رب کائنات نے آپ کو اس ارادہ سے منع فرما دیا، بلکہ آپ نے ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی جسے واقعہ ایلاء[1] کہا جاتا ہے۔

تیرے اعمال و حساب میں سے کچھ ذمہ داری ہے کہ تو ان کو (اپنی صحبت سے) نکال دے پس ظالموں میں سے ہو جائے۔"

۸۔ ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کی دلجوئی فرماتے مگر خداوند علیم و خبیر نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنے کیلئے ہدایت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○

(التحریم ۱:)

(اے نبیؐ کیوں اُسے حرام کرتا ہے جو اللہ

---

[1] بعض روایات میں شہد کے حرام ہونے کے متعلق مشہور ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہیں آئندہ شہد نہیں پیوں گا جبکہ خود قرآن حکیم شہد کی تعریف میں فرماتا ہے کہ فیہ شفاء للناس اس لئے قابلِ قبول نہیں مگر اپنی ازواج کو طلاق دینے کا حق تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ ازواجِ مطہرات نے نان و نفقہ میں زیادتی چاہی تھی۔ مگر خدا اور خدا کا رسولؐ چاہتے تھے کہ یہ ازواج مطہرات فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دیں (مؤلف)

۹۔ ابن جریر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا عبس و تولی ابن مکتومؓ کے بارے میں نازل ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ یا رسول اللہ مجھے بھی ہدایت دیجئے اور اس وقت آپؐ چند مشرک رؤسا سے باتیں کر رہے تھے ۔ پس آپؐ نے ان کی طرف سے رُخِ مبارک پھیر لیا اور مشرکین رؤسا کی طرف متوجہ رہے ۔

نے تیرے لئے حلال کیا ہے ۔ تو اپنی بیبیوں کی رضا چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۔

۹۔ حضورؐ کو ہدایت فرماتے ہوئے فرمایا ۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ

(عبس : ۱ تا ۱۱)

"تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ تیرے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید

لہ سورہ احزاب میں خود اللہ تعالٰی نے نبیؐ کو ازواج مطہرات کو طلاق دینا اور مزید نکاح کرنا حرام قرار دے دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مندرجہ بالا آیت کے بعد نازل ہوئی لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

(الاحزاب : ۵۲)

وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے تو نصیحت اُسے فائدہ دے جو پرواہ نہیں کرتا تو اُس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے اور تجھ پر کیا (الزام) ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے اور جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ جو ڈرتا ہے تو اُس سے بے رخی کرتا ہے، یوں نہیں چاہیئے یہ تو نصیحت ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ کسی پیغمبرؑ کے ارادے اور دُعا کو مشیت ایزدی میں قطعاً کوئی دخل نہیں بلکہ مشیت ایزدی اور اذن ربانی جب تک نہ ہو کسی پیغمبرؑ کی دعا و شفاعت قبول نہیں کی جاتی بلکہ اس کے برعکس خود اُنہیں حدود اللہ کی پابندی کی تلقین بڑے شدومد سے کی جاتی ہے اور وہ صحابہؓ جو حدود اللہ کے پابند ہوتے ہیں اُن کی عزت و تکریم نہ صرف خالق کائنات خود فرماتا ہے بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُن کی عزت و تکریم کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ رب شرق و غرب آیت الکرسی میں بالوضاحت فرماتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ	"وہ کون ہے جو اس کے پاس سوائے اس کی اجازت کے سفارش کرے وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے اس کا علم

وَا لْاَرْضَ ج (البقرۃ : ۲۵۵) آسمانوں اور زمین پر چھا دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانہ میں فرمایا۔

"اے امت مسلمہ! حرام و حلال کی نسبت میری طرف نہ کی جائے میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے[1]۔"

اور سفارش و شفاعت کے متعلق خود اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رض اور اپنی بزرگوار پھوپھی سیدہ صفیہ رض سے فرمایا۔

"اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ رض! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ رض! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا (کے عذاب) سے نہیں بچا سکتا[2]۔"

اور امت مسلمہ کو قبر پرستی اور نسب پرستی سے باز رکھتے ہوئے فرمایا۔

"یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا[3]۔"

اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ پیغمبرؐ کوئی جائیداد اور میراث نہیں چھوڑتے آپؐ نے بیماری کی شدت میں بھی عملی ثبوت دیا تاکہ کل کو پیغمبرؐ کی میراث کے جھگڑوں میں امت مبتلا نہ ہو جائے۔ روایت ہے کہ :-

---

[1] صحیح بخاری باب ذکر وفات النبی صلعم

[2] : ایضاً

[3] : ایضاً

"اسی کرب اور بے چینی میں (حضورؐ) کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں، دریافت فرمایا کہ عائشہؓ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا۔ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو[1]"

اس لئے پیغمبر کے صرف دعا کر دینے سے خود ہی کوئی نتیجہ مترتب کر لینا احکام خداوندی کے خلاف ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ اگر پیغمبرؐ نے کسی نقطۂ کے تحت دعا کر بھی دی ہے تو رب العزت نے اس دعا پہ نتیجہ کیا مرتب فرمایا اور اس کا کیا جواب قرآن حکیم میں دیا۔ اور آپ دعائے انبیاء اور مشیت ایزدی کو ملاحظہ کر چکے اور قرآن حکیم کا یہ دعویٰ ہے کہ۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ○ (الانعام: ۳۹)	ہم نے کتاب (قرآن مبین) میں کوئی چیز بیان کرنے سے نہیں چھوڑی، پھر تم اپنے رب کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

اہل بیت لغوی

رب کائنات نے ازواج مطہراتؓ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو "امہات المومنینؓ" فرما کر اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ جس طرح ازواج النبیؐ، اہل بیتؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے کل امت مسلمہ کی مائیں ہیں اسی طرح پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے امت مسلمہ کے باپ بھی ہیں اور یہ ساری امت ایک ہی خاندان ہے۔ ۔ روایت ہے

---

[1] : مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۴۹ ۔ ابن عساکر جزء الوفات بروایت متعددہ

عن ابو هریرۃ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً[1] (متفق علیہ)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ایک ایماندار دوسرے ایماندار کے حق میں ایسا ہے جیسے عمارت کی بنیاد کہ اس کا ایک دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے۔"

پھر فرمایا

عن النعمان بن بشیر مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم کمثل الجسد اذا اشتکی بعضہ تداعی سائرہ بالسھر والحمّٰی[2] (مسلم)

"نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ایمانداروں کی مثال اپنی آپس کی محبت اور ترحم میں بدن کی سی مثل ہے جب بدن میں کسی حصہ کو تکلیف ہو تو باقی تمام اعضاء بدن بے چین ہو جاتے ہیں۔"

بعض بزرگان ان معانی کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ و سیدہ فاطمۃ الزہرا و حضرات حسنینؓ تو کیا حضرت سلمان فارسیؓ جن کا خاندان رسالت سے دور کا بھی تعلق نہیں اہل بیت فرمادیا تھا حضرت سلمان فارسیؓ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کی پالتو بلی کو بھی اہل بیت فرمایا تھا۔[3]

عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ رواتہ قال سمعت

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مشارق الانوار صفحہ ۵۵۷ [2] ایضاً

[3] ان کے متعلق میری کتاب اسلام، اہل قدس اور سلمان فارسیؓ ملاحظہ فرمائیں (مؤلف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول السوز من اھل البیت[1]

کو کہتے سنا کہ بنی میرے اہل بیت میں سے ہے"

لوگ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی اہل بیتؓ رسولؐ سمجھتے تھے۔ روایت ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذنک علی ان ترفع الحجاب وان تستمع سوادی حتی انھاک[2]

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ دروازے کا پردہ اٹھاؤ اور ہماری باتیں سنو یہاں تک کہ میں تجھے منع کر دوں"

مزید روایت ہے

عن اسود بن یزید قال سمعت ابا موسی الاشعری رضی اللہ عنہ یقول قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبد اللہ بن مسعود رجل من اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ

"اسود بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں اور میرا بھائی دونوں یمن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہم دیر تک یہی سمجھتے رہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کوئی فرد ہیں کیونکہ وہ اور اُن کی والدہ برابر حضور صلی اللہ

---

[1] مسند احمد حنبل جلد ۵ ص ۳۰۹

[2] رواہ المسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب الاستیذان

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [1] | علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے "

پس اس لحاظ سے تمام اُمت مسلمہ اہل بیت رسول ہے اور انبیاء علیہ السلام خود بھی اُمت کو اہل بیت ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ انجیل میں مذکور ہے۔

" جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اُس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اُس (حضرت عیسیٰؑ) سے باتیں کرنا چاہتے تھے ۰ کسی نے اُس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں ۰ اُس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا۔ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی (یعنی اہل بیت) اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں ۰ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی [2] پر چلے وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے [3]!"

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ہر اُمت روحانی طور پر اولاد انبیاء میں داخل ہے اور حدود اللہ کی پیروی اور اعمال کی وجہ سے اہل بیت رسول میں داخل ہے۔

---

[1] بخاری پارہ ۱۴ کتاب المناقب

[2] یہاں مرضی کا مطلب ہے حدود اللہ کی پیروی کرے کتاب اللہ کے احکام کی تعمیل کرے (مؤلف)

[3] : مرقس ۳ : ۳۱-۳۵ ، لوقا ۸ : ۱۹-۲۱

مگر اہل بیت تطہیر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمہات المومنینؓ ہیں جنہوں نے حدودِ تطہیر کی پابندی کی باقی تمام صحابہؓ اور اُمت مسلمہ، اہل بیت حدیثی و اہل بیت لغوی ہیں اہل بیت قرآنی نہیں، مگر سبائی حضرات نے اہل بیت حدیثی اور اہل بیت لغوی کو تو مقدم کر دیا مگر اہل بیت قرآنی کو مؤخر کر کے اُمت مسلمہ کو صراط المستقیم سے بھٹکانے کی کوشش کی۔

حدود اللہ اور نظام کائنات

اگر انسان بہ نظرِ تحقیق نظام سماوی و نظام ارضی پر غور کرے تو اُسے معلوم ہو گا کہ یہ ہر دو نظام بھی حدود اللہ کے ماتحت چل رہے ہیں خدا معلوم کب سے یہ کائنات قائم ہے مگر کیا مجال جو یہ ہر دو نظام حدود اللہ سے تجاوز کریں سورج اور چاند روزانہ اپنے وقتِ مقررہ پر طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ دن رات اپنے وقت پہ آتے جاتے ہیں۔ اور اَن گنت ستارے اپنے اپنے حدود کے اندر گھومتے پھرتے ہیں کیا مجال جو ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ	"تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ	چھ دن میں بنائے پھر وہ عرش پر غالب
اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی	آیا۔ وہ رات کو دن سے ڈھانک دیتا
الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ	دن جلد جلد رات کو ڈھونڈتا ہے اور
یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ	سورج اور چاند اور ستارے اسی کے حکم
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ	فرمان ہیں۔ یاد رکھو پیدا کرنا اور حکم

بِاَمْرِہٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
(الاعراف: ۵۲)

چلانا اُسی کا حق ہے۔ اللہ ہی وہ پاک ذات ہے جو تمام کائنات کا رب ہے "

اور اس نظام کائنات اور حدود اللہ کے متعلق مزید فرماتا ہے۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ط (فاطر: ۱۳)

"دن میں رات کو داخل کرتا ہے اور رات میں دن کو داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو قابو کر رکھا ہے ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے یہ اللہ تمہارا رب ہے اُسی کی سلطنت ہے اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں[1] "

جب تمام نظام ارض وسما میں حدود اللہ کار فرما ہیں تو انسانوں میں کیوں نہ ہوں۔ خود انسان کا جسمانی نظام بھی حدود اللہ کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ آنکھ، کان، ناک، گلا، دل، جگر، پھیپھڑے، ہاتھ، پاؤں غرضیکہ ہر چیز حدود اللہ کے ماتحت ہے اور جب کبھی ہم خود اپنی بداعتدالی سے اُنہیں حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا موقع دیتے ہیں تو ہم خود بیمار ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ہماری موت واقع ہو جاتی ہے

---

[1] اس آیت میں اُن مسلمانوں کے لئے ہدایت ہے جو خلافت سیدنا صدیقؓ اور خلافت سیدنا علیؓ کے لئے جھگڑتے رہتے ہیں اور اُن مسلمانوں کیلئے بھی عبرت ہے جو اولیاء اللہ کو مالک کائنات اور مشکل کشا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کو نہ تو پیدا کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس کے مالک ہیں (مؤلف)

دنیاوی نظام حکومت لیں، بادشاہ، صدر یا سربراہ مملکت اپنے حقوق و حدود کے پابند ہیں وزیر یا گورنر اپنے اپنے حدود و قیود کے پابند ہیں غرضیکہ صدر سے لے کر ایک چپراسی تک سب حدود کے پابند ہیں اور جب کبھی اور جہاں کہیں ان حدود سے تجاوز ہوتا ہے اس حکومت کے نظام میں خلل آجاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ (الرعد: ۱۶)	"اور جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے برضا و رغبت یا بہ جبر اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے یہاں تک کہ اُن کے سائے بھی صبح و شام اللہ کو سجدہ کرتے ہیں"

نظام شمسی پر تو آپ نے غور فرما کر اس حقیقت کو سمجھ لیا کہ سورج، چاند اور ان گنت ستارے، سیارے ایک دوسرے کے درجات و مقامات کو غصب کرنے کے خواہشمند نہیں اور نہ ہی کسی کے حدود میں داخل ہو کر مقررہ حدود اللہ سے تجاوز کر کے نظام شمسی کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔ اسی لئے نظام سماوی میں سکون و اطمینان ہے ۔

اسی طرح نظام ارضی کا دارومدار بھی حدود اللہ پر ہے پہاڑ، دریا، چرند پرند بلکہ ذرہ ذرہ حدود اللہ کی پیروی کر رہے ہیں اور انسان جس کو رب کائنات نے اشرف المخلوقات بنایا اور اسے حدود اللہ کا عامل و ناشر مقرر کیا تھا جب یہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے تو مصائب و آلام کا شکار ہوتا ہے ۔

بھارت کا حدود سے تجاوز کرنا

ستمبر ۶۵ء کی جنگ بھارت سے کون مسلمان بے خبر ہے اس جنگ کی وجہ بھارت کا اپنی مقررہ حدود سے تجاوز کر کے حدود پاکستان میں داخل ہونا تھا اور ان حدود سے تجاوز کرنے کا جو خمیازہ اسے بھگتنا پڑا ۔ اس کی حقیقت سے

عبادت و پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے اپنے اور اپنے ملک کی حدود کی حفاظت ہر مسلمان نے بغیر سنی شیعہ کے امتیاز کے کی اور اس کی حفاظت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔

دستور پاکستان اور حدود و قیود

دستور پاکستان بھی حدود و قیود کا نام ہے جن کی پابندی ہر پاکستانی کے لیے ضروری ہے اور جو کوئی ان حدود کی پابندی نہیں کرتا اس کے خلاف دستور پاکستان کی حدود و قیود کے تحت مقدمہ چلایا جاتا ہے ان حدود کی پابندی سنی شیعہ سب پر فرض ہے۔ ورنہ ان حدود و قیود کی خلاف ورزی کرنے والا باغی اور غدار کہلانے کا مستحق ہے اور ان حدود و قیود سے بغاوت ملک کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔

ہفتہ ٹریفک اور حدود و قیود

آئے دن ہم اخبارات میں حادثات کی خبریں پڑھتے ہیں اور یہ بھی پڑھتے ہیں کہ یہ حادثات ٹریفک کی حدود کی خلاف ورزی کی وجہ سے پیش آتے ہیں ٹریفک کے حدود کی خلاف ورزی کئی جانوں کے نقصان اور کئی خاندانوں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوتی ہے۔ ان حادثات کا شکار سنی شیعہ سب ہوتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کسی کی رعایت نہیں کرتی، سال میں کئی بار ٹریفک ہفتہ منایا جاتا ہے اور لوگوں کو حدود ٹریفک کی پابندی کی تلقین کی جاتی ہے۔

تقریباً شہر کے ہر چوک میں سپاہی کھڑا اپنے اشاروں سے لوگوں

کو ٹریفک کی حدود و قیود کی تعمیل کراتا ہے، سنی شیعہ بلا تفریق وامتیاز
ان کے اشاروں کی تعمیل اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی اس
کے اشاروں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حدودِ ٹریفک کی خلاف ورزی
کرتا ہے تو بلا امتیاز سنی شیعہ ان کا چالان ہو جاتا ہے اور اسے ان حدود سے
تجاوز کرنے کے خمیازہ میں جرمانہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے یا پھر اسے کوئی جا
حادثہ پیش آجاتا ہے جو خود اس کی اپنی غلطی اور حدود سے تجاوز کا نتیجہ
ہوتا ہے۔

سپاہی کے علاوہ بعض جگہوں پر سرخ و سبز بتیاں نصب کی گئی ہیں جن
اشاروں پر لوگ حدود ٹریفک کی پیروی کرتے ہیں اور جانی و مالی حادثات
کے شکار ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اُمت مسلمان سرخ سبز بتیوں کے
اشاروں پر تو حدود و قیود ٹریفک و حکومت کی پابندی اپنا فرض سمجھتی
ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خداوند تعالےٰ نے قرآن پاک میں
جن حدود و قیود کی پابندی کو فرض قرار دیا ہے مسلمان انہیں سمجھنے کی کوشش
ہی نہیں کرتے بلکہ وہ اُمہات المومنینؓ جو اپنی حیاتِ طیبہ سے لے کر وفات
حسرت آیات تک حدود اللہ اور حدود تطہیر کی پابند ہیں اور جو مخاطب
آیتِ تطہیر ہیں اُن کی حیاتِ مطہرہ پر غور کئے بغیر اُمت مسلمہ نے اُن
آیتِ تطہیر اور اہل بیتِ رسولؐ سے خارج کرنے پر زور صرف کر دیا اور وہ
جن کے متعلق نہ وہ حدودِ تطہیر تھیں نہ وہ آیتِ تطہیر کے مخاطب تھے
ہی انہوں نے حدود تطہیر کی پابندی کی اُن کو اہل بیتِ رسولؐ میں داخل

کرکے امت میں تفرقہ بپا کیا گیا جس طرح نظام شمسی میں اگر کوئی ستارہ حدود سے تجاوز کرے تو نظام شمسی کی تباہی کا موجب ہوگا۔ حکومت کی قائم کردہ حدود سے تجاوز ملک میں بغاوت و خونریزی کا باعث ہوگا۔ حدود ٹریفک کی خلاف ورزی کئی جانوں اور خاندانوں کی تباہی کا موجب ہوگی اسی طرح نظام رسالت کے قائم کردہ حدود اور اس کے پابندوں امہات المومنینؓ اور صحابہؓ کو ان کے مقامات و درجات اور ان حدود سے خارج یا تجاوز کرانے سے نظام رسالت درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دورِ راشدہ دورِ فتن بن جائے گا۔ اور ان بزرگانِ دین کے درجات کو گھٹانے بڑھانے اور ایک دوسرے کو غاصب و مظلوم بنانے سے عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کی ذریت کا مقصد ہی نظام رسالتؐ کو درہم برہم کرنا اور مسلمانوں کو تفرقہ بازی کا شکار بنانا ہے اور اس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ خدا ہم سب کو ایسے عقیدے، نظریئے اور تفرقے سے محفوظ رکھے۔

حدیث اصحابی کالنجوم

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ

"اصحابی کالنجوم" میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں یعنی جس طرح ستارے اپنے اپنے حدود میں پھر رہے ہیں میرے صحابیؓ بھی خدا کی قائم کردہ حدود کے پابند ہیں اور جس طرح ستارے حدود اللہ سے تجاوز کرکے ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے اور جس طرح ہر ستارے کے لئے حدود اللہ مقرر ہیں اسی طرح ہر صحابیؓ کے لئے حدود اللہ

مقرر رہیں۔ اور اُن حدود اللہ کی پابندی اُن پہ فرض ہے۔ جس طرح ہر ستارے کے خاص درجات ہیں اسی طرح اِن صحابہؓ کے مخصوص درجات ہیں اور جب کبھی ہم اپنے جسم کے کسی عضو کو حدود اللہ سے تجاوز کرانے کا ارتکاب کرتے ہیں تو سارے جسم کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی نفسانی خواہشات اور خود ساختہ روایات سے اُن حدود اللہ کو جن کے صحابہؓ پابند تھے اور پابند رہنے کی وجہ سے ان کا دور دورِ راشدہ کہلایا اگر کسی صحابیؓ کو اس کے لئے مقرر کردہ حدود اور درجات سے نکال کر کسی دوسرے صحابیؓ سے متعلق مقرر کردہ حدود اور درجات میں داخل کریں گے تو سارا نظام شریعت ہی ہل جائے گا۔ اور یہی وجہ اسلام میں تفرقہ کی ہے یہ جس قدر فرقے ہیں یہ ہماری نفسانی خواہشات ہی کا نتیجہ ہیں ورنہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں، اس کا ایک خدا۔ ایک رسولؐ، ایک دین، ایک قرآن اور ایک نظام ہے۔

حدیث الصحابی کالنجوم اور قطب نما

اسی حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے مسلمان ماہرین

نظام شمسی نے قطب نما ایجاد کی اور اس کی رہنمائی کا مدار بھی ستاروں کی سمت کو رکھا جو ہر مقام پہ سیاحوں، ملاحوں اور کوہ پیماؤں کی رہنمائی کرتی ہے اور سیدھا راستہ دکھاتی ہے۔ اہلِ مغرب و مشرق سب اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ مسلمان سُنی و شیعہ بلا تخصیص اس بے جان آلے سے تو فائدہ حاصل کرتے لیکن استفادہ نہیں کرتے تو اُن بے مثل ستاروں سے جنہوں نے

تن، من، دھن کی قربانیوں سے اسلام کو پروان چڑھایا، ہم تک پہنچایا اور عند اللہ کی پیروی کر کے حیاتِ جاوداں حاصل کی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق مزید وضاحت فرمائی۔

عن ابی بردۃؓ عن ابیہ قال رفع	"حضرت ابی بردہؓ اپنے والد سے روایت
یعنی النبیؐ صلعم راسہ الی	کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنا سر مبارک آسمان
السماء و کان کثیرًا ما یرفع	کی طرف اُٹھایا اور فرمایا کہ ستارے
راسہ الی السماء فقال النجوم	سبب امن کا ہیں آسمان کے سے جب جاتے
امنۃ للسماء فاذا ذھبت	رہیں گے ستارے۔ آئے گی آسمان پر وہ چیز
النجوم اتی السماء ما توعد و	جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور میں سبب
انا امنۃ لاصحابی فاذا	امن کا ہوں اپنے اصحاب کے لیے جب میں جاؤں گا
ذھبت انا اتی اصحابی ما	اس عالم سے پہنچے گی میرے اصحابؓ کو وہ
یوعدون واصحابی امنۃ	چیز جس کا وعدہ دیا گیا ہے ان کو اور
لامتی فاذا ذھب اصحابی	میرے اصحابؓ باعث امن ہیں واسطے میری
اتی امتی ما یوعدون [1]	امت کے اور جب یہ جائیں گے اس عالم سے پہنچے گی میری اُمت کو وہ چیز کہ جس کا وعدہ دیا گیا۔[1]

اب اگر اُمت مسلمہ خود اہل بیتؓ رسولؐ یعنی امہات المومنینؓ کو

---

[1] مشکوٰۃ باب فضائل صحابہؓ اردو ترجمہ مظاہر الحق تتمہ ربع رابع مشکوٰۃ باب مناقب صحابہ صفحہ ۱۲۷

اہل بیت رسولؐ سے خارج کرے اور اُن ازواج مطہراتؓ کے متعلق یہ گمان کرے کہ آپؐ کی گھروالیاں ہی نہ تھیں تو کیا اُمت مسلمہ نے قرآن حکیم کی اس آیت پر واقعی عمل پیرا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ان پر حق تھا ادا کر دیا ہے؟

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ	"اے مومن کہلانے والو! نبیؐ کا حق تم
اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ	پر تمہاری جانوں سے زیادہ ہے اور
اُمَّھٰتُھُمْ ط (الاحزاب: ۶)	اسکی ازواجؓ تمہاری مائیں ہیں۔"

یہاں رب کائنات نے دو بھاری چیزیں اُمت مسلمہ کو ودیعت میں دی ہیں الکتاب اللہ اور اہل بیت رسولؐ جن میں علاوہ ازواج مطہراتؓ کے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شامل ہیں اور اُن کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار اُمت مسلمہ کو ٹھہرایا ہے۔

اور ذیل کی حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ اور اپنے اہل بیتؐ یعنی اُمہات المومنینؓ کے حقوق یاد دلا کر اُمت مسلمہ پر اُن حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ فرمایا ہے۔

وانا تارک فیکما الثقلین	"میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں
اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ	چھوڑتا ہوں ایک کتاب اللہ جس میں
والنور فخذوا کتاب اللہ	ہدایت اور نور ہے کتاب اللہ کو
واستمسکو بہ واھل بیتی	مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز
اذکرکم اللہ فی	میرے اہل بیت (ازواج مطہراتؓ)

اھل بیتی۔ [1] | میں تمہیں اپنے اہل بیتؓ کے بارہ میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔

حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ دراصل مذکورہ بالا آیت کی مکمل تفسیر ہیں۔ اس حدیث میں آپؐ نے کتاب اللہ کی حدود کی پابندی پر کاربند رہنے کی اُمت مسلمہ کو ہدایت فرمائی ہے اور دوبارہ اہل بیتؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو یاد دلایا ہے کہ "اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ" میرے اہل بیتؓ جو تمام اُمت کی مائیں ہیں، ان کے حقوق کو پامال نہ ہونے دینا، ان کو خدا کے بعد میں تمہارے سہارے چھوڑے جاتا ہوں۔ [2] خداوند تعالیٰ نے خود ان کی تطہیر کو قائم و دائم رکھنے کے لئے مجھ سے حق طلاق و حق نکاح سلب کر لئے، انہوں نے اُن حدودِ تطہیر کی پوری طرح پابندی کی اور انشاء اللہ آئندہ بھی پابند رہیں گی اور اُمتِ مسلمہ کو ان کی تطہیر کو قائم و دائم رکھنے کے لئے جن حدود کا پابند خدا نے ٹھہرایا ہے اُس کی پابندی تمام اُمت پر فرض ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیتؓ تطہیر کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کو متنبہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا	(اے اُمت مسلمہ) تمہیں مناسب نہیں کہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا	اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ

---

[1] مسلم [2] ان ازواج مطہراتؓ کو اہل بیتؓ رسولؐ سے خارج کرنے کا ارتکاب کرنا دراصل خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے (مؤلف)

اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

اس کی بیبیوںؓ سے اس کے بعد کبھی بھی تم نکاح کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت بڑی ہے۔"

(الاحزاب: ۵۳)

ضرب المثل ہے کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ اور ہم روزانہ اپنی اولاد کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو بیٹا اپنی ماں کی خدمت کرو اس کے پاؤں تلے تمہاری جنت ہے، لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ مقدس مائیںؓ جن کے متعلق رب کائنات نے فرمایا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

"اے نبیؐ کی بیبیو! دُنیا کی کوئی عورت بھی تم جیسی نہیں"

(الاحزاب: ۳۲)

ایسی نیک و مطہر مائیں اور اہل بیتؓ رسولؐ جن کی طہارت کی شہادت و تصدیق خدائے علیم و خبیر نے ذیل کے الفاظ میں فرمائی۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ

"اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی گھر والیو! ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں پاک و صاف کر دے۔"

(الاحزاب: ۳۲)

ایسی نیک و پاک ماؤں کے سر سے چادر تطہیر اتار کر ان کو اہل بیت سے خارج کرنے کا ارتکاب کر کے کیا واقعی ہم خداوند حق و قیوم

کے احکام کی پیروی ، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آخری وصیت کی حفاظت اور اپنی ماؤں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو خود خدا اور رسولؐ نے اُمت مسلمہ کے ذمہ ٹھہرائی تھی اپنے حق کو ادا کر رہے ہیں یا کسی اور فعل کا ارتکاب ، کر رہے ہیں یہ فیصلہ امت مسلمہ خود کرے۔

حدود اللہ کے توڑنے کا نتیجہ

جس طرح نظام کائنات حدود اللہ کے ماتحت چل رہا ہے اور اُن حدود سے تجاوز کرنے کی کسی کو مجال نہیں۔ ان حدود کی پابندی ہی دین فطرت اور اسلام ہے کائنات کا ذرہ ذرہ مسلمان ہے اور جس دن اِن حدود کی پابندی رب کائنات خود اُٹھا لے گا قیامت بپا ہو جائیگی ، سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا اور رب کائنات اُمت مسلمہ کو ان حدود کی طرف متوجہ کرنے کے لیئے بار بار نظام کائنات کی مثال دیتا ہے چاند کی یہ خواہش نہیں کہ وہ سورج بن جائے نہ زحل کی یہ خواہش نہیں کہ وہ مشتری بنے اور آسمان کی یہ خواہش نہیں کہ وہ زمین بن جائے اور اُن میں خواہش کا نہ ہونا ہی نظام کائنات میں سکون اور امن کا سرچشمہ ہیں لیکن اگر ان میں ایک دوسرے کے درجات حاصل کرنے کی ہوا و ہوس پیدا ہو جائے اور وہ اُن کے درجات و مقامات حاصل کرنے کے لئے اُنکی حدود میں داخل ہو کر حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا ارتکاب کریں تو اس کا نتیجہ خود اُن کی تباہی و بربادی ہے۔

یہی صفت صحابۂ کرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی تھی۔ اُن کو نفسانی خواہشات کا تارک بنا دیا تھا۔ ان میں ایک دوسرے کی عزت کرنے کا جذبہ کارفرما تھا۔ وہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے جیسے قرآن حکیم نے فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ؕ	"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ
وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ	جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پہ بہت
عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ	سخت مگر آپس میں نرم دل ہیں۔"

(الفتح ۲۹)

اور پھر انہوں نے تو اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کر دی تھیں جس کا اعتراف خالق کون و مکان یوں فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	"اہل ایمان سے اُن کی جانیں اور مال اللہ
اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ	جنت کے عوض خرید لیتے ہیں وہ اللہ کی
بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ	راہ میں لڑتے ہیں، پھر مارتے ہیں اور
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ	مرتے ہیں یہ سچا وعدہ ہے جو اللہ پر لا
وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ	ہے اور تورات و انجیل اور قرآن میں بھی
حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ	اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے
وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ	والا کون ہے سو اپنی بیع پر جو تم نے
مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ	اللہ سے کی ہے خوشی کرو اور
الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ	بڑی مراد پانا ہے۔ یہ لوگ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(التوبۃ: ۱۱۲، ۱۱۳)

توبہ کرنے والے، عبادت گزار تعریف کرنے والے، سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم کرنے والے اور بری باتوں سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور آپ ایمانداروں کو بشارت دے۔"

اور جن کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اصحابی کالنجوم "میرے صحابہؓ کی مثال ستاروں جیسی ہے جس طرح ستارے ایک دوسرے کے درجات و مقامات چھیننے کے خواہشمند نہیں اسی طرح میرے صحابہؓ بھی کسی کے حقوق پامال کرنے کے خواہشمند نہیں اور جس طرح ستارے ایک دوسرے کے مقررہ حدود اللہ میں داخل نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے صحابہؓ اُن حدود اللہ سے تجاوز نہیں کرتے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور ان حدود اللہ کی حفاظت ہی کا نام اسلام اور دورِ راشدہ ہے۔

لفظ "قرنی" میں خلافت راشدہ کی پیشگوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

خیر القرون قرنی ثم الذین
یلونھم۔ ثم الذین یلونھم — "سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان کا
ثم یجئی اقوام تسبق — جو میرے بعد ہوں گے پھر ان کا جوان
ایمانھم شھادتھم و — کے بعد ہوں گے۔"
شھادتھم ایمانھم [1]

پیغمبر خلیفۃ اللہ ہوتے اور نبیؑ یا رسولؐ کے خلیفہ خلیفۃ الرسولؐ کہلائے۔ انبیاء کی خلافت راشدہ کا اختتام خاتم النبیینؐ پر ہوا اور بقول مورخین خلافت رسولؐ کی خلافت راشدہ کا اختتام سیدنا علیؓ پر لفظ قرنی میں خلافت راشدہ کی پیشین گوئی موجود ہے اور یہ دور راشدہ ایک ایسی مضبوط زنجیر ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے منسلک ہیں ہر زنجیر کی کڑی کے آخری سرے سے دوسری کڑا کا سرا مل کر زنجیر بناتا ہے، اسی طرح خلافت راشدہ اور خلفائے راشدین کے متعلق لفظ "قرنی" میں پیشین گوئی موجود ہے بہ نظر تحقیق غور کریں کہ "قرنی" ق۔ ر۔ ن۔ ی کا مرکب ہے اور قرنی سے پیشتر حدیث رسولؐ کا پہلا لفظ قرن ہے جس کا آخری حرف ن ہے۔ اب اگر آپ دور راشدہ کی مضبوط زنجیر پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس حدیث میں واقعی

---

[1] صحیح بخاری بحوالہ ازالۃ الخلفاء حصہ دوم صفحہ ۱۶۲

دورِ راشدہ کی پیشگوئی موجود ہے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں ایک زنجیر کی پہلی کڑی کے آخری سر سے دوسری کڑی ملتی ہے اور پھر دوسری کڑی کے آخری سرے سے تیسری کڑی ملتی ہے اور اس طرح کڑیوں کے اجماع سے ایک مضبوط زنجیر بن جاتی ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ "قرن" کا آخری حرف "ن" ہے اور خاتم النبیین کا آخری حرف "ن" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے دورِ راشدہ کی آخری کڑی اور اس دورِ راشدہ کی زنجیر کی پہلی کڑی خاتم النبیینؐ ہیں۔ اس کے بعد لفظ "قرنی" ہے جس کا پہلا حرف "ق" ہے اور "صدیقؓ" کا آخری حرف بھی "ق" ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ دورِ راشدہ کا سرچشمہ "خاتم النبیین" ہیں اور پہلا خلیفہ "الصدیقؓ" ہیں اسی طرح قرنی کا دوسرا حرف "ر" ہے اور "عمرؓ" کا آخری حرف "ر" ہے اور آپؓ دوسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ اسی طرح قرنی کا تیسرا حرف "ن" ہے اور "عثمانؓ" کا آخری حرف "ن" ہے لہٰذا تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے اور قرنی کا چوتھا حرف "ی" ہے اور "علیؓ" کا آخری حرف "ی" لہٰذا آپؓ چوتھے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ اور جس دورِ راشدہ کی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرما چکے تھے وہ کس طرح الٹ پلٹ ہو سکتا تھا سورج تو مغرب سے طلوع ہو سکتا تھا مگر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو خداوند تعالیٰ

جھوٹا قرار نہیں دے سکتا تھا۔

اور اس دورِ راشدہ میں اسی طرح امن و سکون تھا جس طرح نظامِ شمسی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ لاکھوں اور ان گنت تعداد میں ہونے کے باوجود یہ ستارے اپنے اپنے مقررہ حدود اللہ میں تو گھومتے ہیں مگر کسی دوسرے کے حدود میں داخل ہو کر ٹکراتے نہیں اور حدود اللہ کو درہم برہم کر کے نظامِ شمسی کو تباہ و برباد کرنے کا ارتکاب نہیں کرتے اس دورِ راشدہ میں حدود اللہ کی اسی طرح حفاظت کی گئی جس طرح نظامِ کائنات کا ذرّہ ذرہ حدود اللہ کی حفاظت کر رہا ہے۔

اور اگر امتِ مسلمہ عبداللہ بن سبا یہودی کی پیروی و تقلید میں خود ہی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں سے انکار، ازواج مطہراتؓ رسولؐ کا اہل بیتؑ رسولؐ سے اخراج اور واقعہ مباہلہ اور چادرِ تطہیر سے سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی تین صاحبزادیوں کا اخراج اور سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کا اولادِ سیدنا علیؓ سے اخراج اور اولادِ سلمان فارسیؓ میں ادخال کر کے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ پر بہتان باندھنا شروع کر دے اور اگر صدیقؓ کو فاروقؓ اور ذوالنورینؓ کو اسداللہؓ اور اسداللہؓ کو سیف اللہؓ بنانا شروع کر دے تو انکار و ادخال و اخراج سے نہ صرف ان بزرگانِ دین کی سیرتِ طیبہ کو غیر مطہر ثابت کیا جائے گا اور بقول سبائیہ اگر

---

۵ تفصیل کیلئے میری کتاب "اسلام، اہل فارس اور سلمان فارسیؓ" ملاحظہ فرمائیں (مولف)

خلفائے ثلاثہؓ کو غاصبانِ خلافتِ نبیؐ اور سیدنا علیؓ کو اصل قرآن مقفل کرنے کی وجہ سے غاصب خلافتِ ربانی اور اس مقفل صندوق کا وارث ان کی اولاد کو بنا کر آلِ سیدنا علیؓ کو غاصبانِ حقوق نسلِ آدم قرار دیا گیا تو وہ حدود اور نظام اسلام درہم برہم ہو کر رہ جائیگا۔ اور انہیں بداعتقادات کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ بپا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ بزرگانِ دین کی عظمت و ناموس کی حفاظت کرے اور ان کے حقوق کو پامال کر کے حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا ارتکاب نہ کرے، سبائی نظریات و اعتقادات جو کسی طرح تاریخ اور روایات میں سرایت کر چکے ہیں اور جن کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں سکون و اطمینان کی جگہ نفاق و انتشار بپا ہے۔ اُن کو خیرباد کہہ کر سب بزرگانِ دین کی عزت و حرمت خود پہ فرض کرلے اور جب ہر مسلمان اِن بزرگانِ دین کے متعلق اختلافات دور کر دے گا تو اُمتِ مسلمہ میں سے تفرقہ و نفاق ختم ہو جائیں گے۔

استدعا رب کائنات نے اُمتِ مسلمہ کو بزرگانِ دین کے علاوہ حقوق العباد کا بھی درس دیا ہے اور اس کو بتدریج بیان فرمایا ہے اُس میں بھی والدین کے حقوق کی حفاظت کو افضل قرار دیا ہے فرمایا:-

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ	"اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین

اِحسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط

قرابتیوں[۲]، یتیموں[۳]، مسکینوں[۴]، قریبی ہمسائیوں[۵]، اجنبی ہمسائیوں[۶]، پاس بیٹھنے[۷] والوں، مسافروں[۸] اور نوکروں[۹] سے احسان (نیکی تو ان کے حقوق کی حفاظت کرو) کرو۔"

(النساء: ۳۶)

قرآن حکیم میں بار بار تحفظ حقوق والدین کو مقدم ٹھہرایا گیا ہے لیکن سبائی حضرات نے قریبیوں[۲] اور اولاد کے حقوق کا تحفظ تو مقدم سمجھا مگر والدین[۱] کے حقوق کو پامال کرنے کا ارتکاب کیا۔

اُمتِ مسلمہ میں حفاظتِ حقوق کے لئے کئی ایک انجمنیں معرضِ وجود میں آئیں جیسے انجمن تحفظ حقوق اہل سنت والجماعت، انجمن تحفظ حقوق شیعہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے انجمنیں اور محکمے قائم ہو گئے ہیں لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک کوئی بھی انجمن تحفظِ حقوق النبیؐ اور جمعیتِ تحفظِ تطہیر و ناموس و حقوقِ اُمہات المومنینؓ تشکیل نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ سبائی حضرات نے حقوق النبیؐ اور حقوق تطہیر و ناموس اُمہات النبیؐ کو پامال کرتے ہوئے اُنہیں خود ہی اہل بیتِ رسولؐ سے خارج قرار دے دیا ہے حالانکہ ان ازواجؓ النبیؐ اور اُمہات المومنینؓ کو خود ربِ کائنات نے "اہل بیتؓ رسولؐ" کے القاب

سے نوازا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار پوری اُمت مسلمہ کو ٹھہرایا ہے

پس اُمت مسلمہ کے ہر خلیفہ، بادشاہ اور صدر سے لے کر ایک چپڑاسی تو کیا ایک ادنیٰ سے فقیر کا بھی یہ فرض تھا اور فرض ہے کہ احکام ربانی کی تعمیل میں تحفظ و تطہیر ناموس و حقوق امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو فرض سمجھے اور ان کے حقوق کی حفاظت کر کے سعادت دارین حاصل کرے۔ انہیں حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری اُمت مسلمہ کے ایک ایک فرد پر ڈالتے ہوئے خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ ط	"اے مومن کہلانیوالو! تم پر تمہاری اپنی جانوں سے بھی زیادہ نبی ﷺ کا حق ہے اور یاد رکھو! اُن کی ازواج تمہاری مائیں ہیں۔
(الاحزاب : ۶)	(یعنی والدین کے حقوق کا تحفظ تمہارا فرض اولین ہے)

ماخذ

۱۔ کتاب اللہ
۲۔ امامیہ مقبول قرآن
۳۔ احادیث (بخاری، مسلم، ترمذی بیہقی، ابوداؤد، النسائی و مشکوٰۃ وغیرہ)
۴۔ احسن الہدایات۔ مترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی
۵۔ استیعاب۔ ابن عبد البر
۶۔ البیان والتبین۔ الجاحظ
۷۔ اسد الغابہ۔ ابن الاثیر الجزری
۸۔ اشعۃ اللمعات۔ مترجمہ مولانا عبد الحق دہلوی
۹۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۰۔ الاصابہ فی تمیز الصحابۃ ابن حجر العسقلانی
۱۱۔ الامامۃ والسیاسۃ۔ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری۔
۱۲۔ اثبات پنجتن۔ مبلغ اعظم مولانا محمد اسمٰعیل
۱۳۔ ابن عساکر
۱۴۔ ابن خلدون (تاریخی حصہ سوم) ابن خلدون
۱۵۔ اسلام، اہل فارس اور سلمان فارسی۔ محمد سلطان
۱۶۔ مقدمہ ابن خلدون
۱۷۔ اعلام الاسلام۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن پروفیسر تاریخ (قاہرہ)
۱۸۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا۔
۱۹۔ الفاروق۔ مولانا شبلی نعمانی
۲۰۔ بستان الفقہ۔ ابو اللیث سمرقندی
۲۱۔ بیان القرآن۔ مولانا محمد علی
۲۲۔ بحار الانوار۔ ملا محمد باقر مجلسی
۲۳۔ بھائی بھائی۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲۴۔ تبیان۔ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی
۲۵۔ تفسیر مواہب الرحمٰن۔ مولانا مولوی سید امیر علی
۲۶۔ تفسیر صافی۔ علامہ محسن کاشی
۲۷۔ تحفۃ العوام مصدقہ السید حسین ابن محمد الطباطبائی والسید علی نقی

۲۸۔ تفسیر غایۃ البرہان فی تاویل القرآن
مولینا حکیم سید محمد حسن

۲۹۔ تفسیر آیات قرآنی۔ مولینا عبد الشکور مجددی

۳۰۔ تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن
ابی الطیب صدیق بن حسن۔

۳۱۔ تفسیر بیضاوی۔ عمر بن محمد

۳۲۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس
ابی طاہر محمد بن یعقوب صاحب قاموس

۳۳۔ تفسیر معالم التنزیل۔ امام بغوی

۳۴۔ تفسیر القرآن (مقدمہ) مولینا مرزا حیرت دہلوی

۳۵۔ تفسیر قمی۔ امام حسن عسکری

۳۶۔ تفسیر القرآن۔
شیخ الہند مولینا محمود الحسن و مولینا شبیر احمد عثمانی

۳۷۔ تفسیر القرآن۔ مولینا عبد الماجد دریابادی

۳۸۔ ترجمان القرآن، نواب سید محمد صدیق حسن خان

۳۹۔ تہذیب التہذیب۔ حافظ ابن حجر عسقلانی

۴۰۔ تجلیات صبح ایرانی۔ کاظم زادہ ایرانشہر

۴۱۔ تاریخ اسلام حصہ سوم علامہ محمد بشیر انصاری

۴۲۔ تاریخ کامل۔ ابن اثیر

۴۳۔ تذکرہ سیدنا حضرت سلمان فارسیؓ
مولینا محمد عاشق الہی بلند شہری

۴۴۔ حق الیقین۔ ملا حسن

۴۵۔ حیات القلوب، ملا باقر مجلسی

۴۶۔ خلفائے راشدین، آغا رفیق بلند شہری

۴۷۔ خلفائے راشدین، حاجی معین الدین ندوی

۴۸۔ خاتون جنتؓ۔ ملک محمد دین۔

۴۹۔ در منثور۔ جلال الدین سیوطی

۵۰۔ رسالہ فی الاعتقادات۔ شیخ صدوق

۵۱۔ رد بدعت۔ سید فقیر محمد زماں

۵۲۔ شرح المعانی، السید محمود آلوسی

۵۳۔ رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصورپوری

۵۴۔ روزنامہ مشرق شمارہ ۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

۵۵۔ سلطنت روما کا عروج و زوال از گبن

۵۶۔ سیرت الحلبیہ، علی بن برہان الدین

۵۷۔ سنن نسائی، ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب

۵۸۔ سیرت النبیؐ۔ مولانا شبلی نعمانی

۵۹۔ سیر الصحابیاتؓ۔ مولینا سعید انصاری

۶۰۔ سیرت حیدر کرارؓ۔ پیر سید غلام دستگیر نامی

٦١۔ شیعہ بچوں کی نماز ۔ فرمان علی

٦٢۔ صواعق محرقہ ۔ امام ابن حجر مکی

٦٣۔ صحابیاتؓ ۔ مولینا نیاز محمد خاں فتحپوری

٦٤۔ طبری ۔ محمد بن جریر الطبری

٦٥۔ طبقات ۔ ابن سعد ۔

٦٦۔ فتح الباری شرح بخاری ۔
حافظ ابن حجر عسقلانی

٦٧۔ فروع کافی کلینی

٦٨۔ قاطع الانف ، قاضی محمد یوسف

٦٩۔ قصیدۃ الصداقۃ العظمیٰ ، مولینا تمنا عمادی

٧٠۔ قوانین الاصول ۔ علامہ مرزا ابوالقاسم

٧١۔ قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیعت رضوان
محمد سلطان نظامی

٧٢۔ کنز الآثار ۔

٧٣۔ کوکب دری شرح ترمذی
سید محمد صالح کشفی ترمذی

٧٤۔ کشف المحجوب ، علی ہجویریؒ (داتا گنج بخشؒ)

٧٥۔ لوقا (انجیل)

٧٦۔ لسان العرب

٧٧۔ مرقس (انجیل)

٧٨۔ مدارج النبوۃ

٧٩۔ مواعظ تحریف القرآن ۔ سید علی الحائری

٨٠۔ موضوعات کبیر ۔ ملا علی قاری

٨١۔ مستدرک ۔ حاکم نیشاپوری

٨٢۔ منہاج السنۃ ، امام ابن تیمیہؒ

٨٣۔ مسند ۔ امام احمد حنبلؒ

٨٤۔ مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ ۔ محمد قطب الدین

٨٥۔ مشارق الانوار ۔ امام رضی الدین حسن صغانی

٨٦۔ مشاہیر اسلام ۔ خواجہ عباد اللہ اختر

٨٧۔ مروج الذہب ۔ مسعودی

٨٨۔ مجمع البیان ۔ شیخ ابو علی طبرسی

٨٩۔ مذاہب اسلامیہ ، خواجہ عباد اللہ اختر

٩٠۔ نہج البلاغۃ ۔ مترجمہ رئیس احمد ،
حجۃ الاسلام ۔ مفتی جعفر حسین

٩١۔ نصیحۃ الشیعہ ۔ مولینا احتشام الحق

٩٢۔ وفیات الاعیان ۔ ابن خلکان

٩٣۔ ہسٹری آف سیراسنز (انگلش)
سید امیر علی

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب)

اللہ مصمم ارادہ کرچکا ہے کہ تم سے اے نبی کی گھر والیو وساوس کو دور کرے اور تمہیں پاک صاف کرے

آیت تطہیر اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن، حدیث، مسلک صحابہؓ، سیدنا علیؓ و اہل بیت علیؓ کی روشنی میں

مؤلفہ

محمد سلطان نظامی

مصنف

توحید، وصی رسول اللہ، ملفوظات غوث اعظمؒ، دربارِ نبوی کے معاہدے اور تبلیغی خطوط، قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیعت رضوان، اسلام اہل فارس اور سلمان فارسیؓ

ناشران:- شرکتِ ادبیہ پنجاب شاہی محلہ لاہور

(ثنائی برقی پریس لاہور)